جلد پنجم

— مواعظ —

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

— ناشر —

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ کراچی

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: خطبات الرشید جلد ۵

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: بعد نماز عصر

تاریخ طبع مجلد: شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۴۳۸۱۴-۰۲۱

ملنے کے پتے

1. پورے پاکستان میں "ضرب مؤمن" کے تمام دفاتر میں دستیاب۔
2. دارالاشاعت اُردو بازار، کراچی۔
3. ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور۔
4. ادارۃ المعارف، دارالعلوم، کراچی۔
5. مظہری کتب خانہ، گلشن اقبال، کراچی۔
6. میمن اسلامک پبلشرز، لیاقت آباد ۱/۱۸۸، کراچی۔
7. اقبال بک ڈپو، صدر، کراچی۔

اجمالی فہرست

جلدِ پنجم

عرضِ ناشر

فقیہ العصر مفتیِ اعظم حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ نے ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دیا جس شخص نے حضرت والا کے مواعظ پڑھے، وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ لوگ جو اب تک نافرمانی اور گناہوں کے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے، حضرت والا کے مواعظ پڑھ کر اپنے گناہوں سے تائب ہو گئے اور ان کی زندگیاں پرسکون ہو گئیں۔ ان کے گھروں سے گناہوں کے آلات نکل گئے اور وہ گھر چین و سکون کا گہوارہ بن گئے۔

اب تک حضرت والا کے یہ مواعظ علیحدہ علیحدہ کتابچوں کی شکل میں شائع ہو رہے تھے۔ ضرورت اس کی تھی کہ ان مواعظ کو یک جا کتابی شکل میں منظم کر دیا جائے تاکہ ان سے فائدہ اُٹھانا آسان ہو جائے۔ چنانچہ ''خطبات الرشید'' کے نام سے یہ سلسلہ شروع کیا ہے۔ یہ اس کی پانچویں جلد ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بقیہ جلدیں بھی رفتہ رفتہ جلد وجود میں آجائیں گی۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے فیض کو قیامت تک جاری رکھے اور ہم سب کو اس سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

خادم کتاب گھر ناظم آباد کراچی

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان
۱۰۸	❋ تارکین قتال اللہ کے عذاب کا انتظار کریں ....
۱۱۰	❋ اللہ پر توکل کی برکت ....
۱۱۲	❋ تارکین جہاد کے نزدیک اللہ مجرم ....
۱۱۳	❋ ⑧ اسباب عبرت ....
۱۱۴	❋ ''نذیر'' کی پانچ تفسیریں ....
۱۱۴	❋ پہلی تفسیر ....
۱۱۴	❋ دوسری تفسیر ....
۱۱۴	❋ تیسری تفسیر ....
۱۱۵	❋ بالوں کی سفیدی باعث رحمت ہے نہ کہ زحمت ....
۱۱۶	❋ چوتھی تفسیر ....
۱۱۶	❋ اولاد کی اولاد موت کی جھنڈی ....
۱۱۷	❋ پانچویں تفسیر ....
۱۱۷	❋ حقیقی بالغ کون؟ ....
۱۱۸	❋ اسباب عبرت کی تفصیل ....
۱۱۸	❋ ① اموات ....
۱۱۹	❋ موت تمام لذتوں کو ختم کردیتی ہے ....
۱۲۰	❋ موت سب سے بڑا واعظ ....
۱۲۰	❋ دوست کا انتظار ....
۱۲۳	❋ فانی چیزوں کی محبت مصیبت ....
۱۲۴	❋ دوسروں کی موت سے عبرت حاصل کریں ....

صفحہ	عنوان
۱۸۳	**روایات ضعیفہ اور تحصیل فضائل**
۱۸۲	دین کے وسائط
۱۸۲	وسائط کی اقسام
۱۸۲	قابلِ اعتماد راویوں نے ایسی احادیث کیوں نہیں لیں؟
۱۸۳	روایات موضوعہ کی علامات
۱۸۳	ارشادات صحیحہ کچھ کم نہیں
۱۸۴	ضعیف روایات کی طرف التفات کا مطلب
۱۸۴	آخرت میں سوال ہوگا
۱۸۵	حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ملفوظ
۱۸۶	عبادات نافلہ سے جی چرانے والے قوی کیسے ہوسکتے ہیں؟
۱۸۷	منکرات فضائل پر عمل کرنے والوں کا مقصد
۱۸۸	بزعم خویش اولیاء اللہ
۱۸۹	محض اوراد و وظائف عذاب سے نہیں بچا سکتے
۱۹۳	**ربیع الاول میں جوش محبت**
۱۹۴	تاریخ ولادت میں غلط فہمی
۱۹۶	تاریخ وفات میں غلط فہمی
۱۹۷	میلاد کی حقیقت
۱۹۸	ایک سوال
۱۹۹	صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

صفحہ	عنوان
۲۲۹	❊ آج کل کے مسلمان کی حالت
۲۳۳	**رمضان ماہ محبت**
۲۳۴	❊ روزہ کو آسان کرنے کے پندرہ نسخے
۲۳۸	❊ روزہ کی حکمت
۲۳۸	❊ روزہ حصول تقویٰ کا قدیم ترین نسخہ
۲۳۹	❊ صدیوں کا مجرب نسخہ
۲۴۱	❊ عشرۂ اخیرہ کی اہمیت
۲۴۲	❊ اعتکاف، عشق کا اظہار
۲۴۳	❊ ایک غلط فہمی کا ازالہ
۲۴۷	❊ گناہ کا حملہ
۲۴۷	❊ احادیث متعلقہ ترک گناہ
۲۵۲	❊ قرآن وحدیث سمجھنے کے لئے بنیادی اصول
۲۵۳	❊ رمضان میں گناہ چھڑانے کے دس نسخے
۲۵۴	❊ پہلا نسخہ ”مراقبہ“
۲۵۵	❊ دوسرا نسخہ ”صبر کی مشق“
۲۶۲	❊ تیسرا نسخہ ”نماز“
۲۶۶	❊ اذان کی عظمت
۲۶۸	❊ نماز کی حقیقت
۲۷۱	❊ ایک اہم مسئلہ
۲۷۴	❊ چوتھا نسخہ ”تلاوت قرآن“

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ
صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

دردِ دل

— وعظ —

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

— ناشر —

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ کراچی

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: دردِ دل

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ:

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

دکان درد دل

دارالافتاء والارشاد

رات دن ہے اک ہجوم طالبان درد دل
یہ رشیدی آستانہ ہے دکان درد دل
تھانہ و گنگوہ سے آیا یہاں یہ درد دل
مفتیٔ اعظم کا مسکن لامکان درد دل
ہو طلب جس کو وہ پاتا ہے یہاں سے درد دل
ذرہ ذرہ ہے یہاں کا اک جہان درد دل
ہے جہادی آستاں بھی یہ سرائے درد دل
مفتی بھی یاں کے ہیں دیکھو عاشقان درد دل
ہر طرف سے آرہے ہیں طالبان درد دل
یہ رشیدی آہ و زاری یا اذان درد دل
یہ ہوا ثابت بوقت امتحان درد دل
درد دل سمجھے تھے جس کو تھا گمان درد دل
لوگ سمجھے ذکر خالی کو حصول درد دل
جبکہ ہے ترک معاصی ہی نشان درد دل
خوف سے ترک نصیحت ہے کہاں یہ درد دل
شیخ کی تنبیہ ہی ہے گلستان درد دل
دور بیٹھے ہو تمہیں کیسے دکھائیں درد دل
درد دل لو بن گیا آخر زبان درد دل
دور ہی سے چاہتے ہو گر نشاط درد دل
وعظ ''درد دل'' سے پی لو ارمغان درد دل

(جامع)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

دردِ دل

(۱۶/ذی القعدۃ ۱۴۱۹ھ)

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین.

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم.

﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (۵۱-۵۵)

مجھے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچانے اور انہیں دنیا و آخرت کی جہنم سے نکالنے کی بہت فکر رہتی ہے اور یہ فکر روز بروز بڑھتی ہی چلی جارہی ہے۔ اس بارے میں بہت کہتا رہتا ہوں آج اس کی کچھ وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ضروری باتیں کہلوا دیں اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمادیں۔ میں

نے بیان کے شروع میں جو آیت پڑھی ہے وہ اسی مناسبت سے ہے، اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرما رہے ہیں:

وذکر۔ ’’آپ نصیحت کریں۔‘‘ نصیحت کے لغوی معنیٰ ہیں کسی کے ساتھ خلوص اور ہمدردی کا تعلق قائم کرنا۔ حاصل اس کا یہ ہے:

❶ نصیحت کرنے والا دوسروں کو حقیر اور ذلیل نہ سمجھے۔ کسی کی تذلیل و تحقیر مقصود نہ ہو، اس کے قلب میں عجب و کبر کا مرض نہ ہو اللہ کے بندوں کو خلوص کے ساتھ ہمدردی کے ساتھ سمجھائے تاکہ وہ دنیا و آخرت کے عذاب سے بچ جائیں۔

❷ نصیحت کرنے والا اپنے نفس کو بھی مخاطبین میں شامل سمجھے۔ بحمداللہ تعالیٰ میرا یہ معمول ہے کہ جب میں کسی کو نصیحت کرتا ہوں تو یہ تصور کرتا ہوں کہ میں نے اپنے نفس کو نکال کر سامنے بٹھایا ہوا ہے جس طرح دوسرے سامنے ہیں میرا نفس بھی میرے سامنے ہے۔ دوسروں کو جو خطاب کرتا ہوں خود کو بھی کرتا ہوں۔ مخاطبین میں میں بھی داخل ہوں اور پھر بیان سے پہلے بھی اور بیان کے بعد بھی یہ محاسبہ کرتا رہتا ہوں کہ تو دوسروں کو بتا رہا ہے خود اس پر کتنا عمل ہے؟ اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرما دیتے ہیں۔

❸ یہ خیال نہ آئے کہ میں تو بہت بڑا واعظ ہو گیا، میرے وعظ و نصیحت کا لوگوں پر بہت اثر ہوتا ہے، ایسے موقع پر یہ سوچنا چاہئے کہ میرا اللہ مجھ سے کام لے رہا ہے۔

❹ نصیحت کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ بہتر سے بہتر انداز اختیار کیا جائے۔ اگر غلط طریقہ اختیار کیا گیا تو وہ نصیحت نہیں۔

نصیحت کا صحیح طریقہ:

نصیحت کا صحیح طریقہ وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلے زبان سے نرمی سے کہیں اس کا اثر نہ ہو تو ڈانٹ کر سختی سے کہیں اس

کا بھی اثر نہ ہو تو ایک تھپڑ لگائیں دو نہ لگائیں اس کا بھی اثر نہ ہو تو دو لگائیں اور اگر تھپڑ لگانے کا اثر نہ ہو تو پھر کلاشنکوف وہ بھی کارگر نہ ہو تو پھر چہل میلا وہ بھی کام نہ کرے تو بمبار طیارہ۔ اللہ تعالیٰ نے ترتیب بتائی ہے اس ترتیب سے کام کریں، ہمیشہ نرمی کام نہیں کرتی۔ اصل مقصد تو دنیا سے فسق و فجور اور فتنہ و فساد کو ختم کرنا ہے اور یہ کام سختی کے سوا ناممکن ہے۔ قرآن مجید میں حدود و قصاص کے احکام ہیں کہ فلاں جرم کی یہ سزا فلاں کی یہ سزا اگر ہمیشہ نرمی ہی سے لوگوں کو راہ راست پر لانا ممکن ہوتا تو حد کس پر جاری ہوگی؟

اگر صرف زبانی تبلیغ ہی کے ذریعہ دنیا سے فسق و فجور ختم ہو جانے کا کوئی امکان ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چور کی سزا ہاتھ کاٹنا کیوں بتائی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے بدکاری کی سزا قرآن مجید میں کیوں بتائی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے قاتل کے لئے قصاص کی سزا قرآن مجید میں کیوں بتائی؟ اللہ تعالیٰ نے ڈاکوؤں کی سزا قرآن مجید میں کیوں بتائی؟ قرآن میں بھی، احادیث میں بھی، کتب فقہ میں بھی حدود و قصاص کے جتنے باب ہیں سارے کے سارے باب ختم ہو جائیں گے۔ پوری قوت خرچ کئے بغیر دنیا سے برائیوں کا خاتمہ نہیں کیا جاسکتا۔ اسی لئے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے روکنے کے لئے پوری قوت خرچ کرنا فرض ہے اور اس فرض کو اداء کرنے میں غفلت کرنے پر بہت سخت عذاب کی وعید ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ (۸-۲۵)

کتنی زبردست تنبیہ ہے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی نافرمانیاں نہیں چھوڑتے دوسروں نے اگر زبردستی ہاتھ پکڑ کر ان کی ٹھکائی لگا لگا کر اللہ کی نافرمانیاں نہیں چھڑوائیں تو:

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ﴾

صرف نافرمانوں پر ہی عذاب نہیں آئے گا جو روکتے نہیں وہ بھی ساتھ ہی رگڑے جائیں گے یہ برابر کے شریک ہیں، اور آگے پھر تنبیہ فرمادی:

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝﴾

تَرْجَمَۃ: ’’یقین کرلو! یقین کرلو! کہ اللہ کا عذاب بہت سخت عذاب ہے بہت سخت عذاب ہے۔‘‘

نصیحت مؤمنین کو فائدہ دیتی ہے:

میں نے شروع میں جو آیت پڑھی ہے اس کے آخر میں ہے:

﴿فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝﴾ (۵۱ - ۵۵)

یہ بات یقینی ہے، پکی ہے، بلاشک وشبہ ہے کہ نصیحت مؤمنین کو فائدہ دیتی ہے۔ یہاں بھی یہ بات سوچنے کی ہے کہ اگر سب مؤمنین کو صرف نرمی سے تبلیغ فائدہ دیتی تو ساری دنیا پر اسلامی حکومت ہوجاتی معصیت تو کہیں بھی نہ رہتی۔

مؤمنین کی قسمیں:

نصیحت سے مؤمنین کو فائدہ کیسے ہوتا ہے اس بارے میں یہ سمجھ لیں کہ مؤمنین کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم:

ان لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی بات ان کے علم میں نہیں تھی یا غلط فہمی سے کوئی خطا ہوگئی اور کسی دوسرے نے اس پر انہیں نصیحت کی تو بہت خوشی سے قبول کرتے ہیں اور نصیحت کرنے والے کو جزاک اللہ کہتے ہیں کہ اللہ تجھے جزائے خیر دے تو نے مجھے اللہ کی ناراضی سے بچالیا، بہت خوش ہوتے ہیں اور نصیحت کرنے والے کے احسان مند ہوتے ہیں، یہ لوگ کامل مؤمن ہوتے ہیں۔

دوسری قسم:

یہ اتنے پکے مؤمنین نہیں ہیں مگر دل میں یہ فکر ہے کہ ہم مؤمن بن جائیں۔ یہ دوسرے درجہ کے مؤمنین ہیں، ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ اگر انہیں کوئی نصیحت کرتا ہے تو طبعی طور پر ناگواری ہوتی ہے مگر جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے کچھ کچھ ایمان کی طرف توجہ ہوتی جاتی ہے، دو چار بار نصیحت کی باتیں سنتے ہیں تو آنکھیں کھلتی ہیں کہ واقعۃً بات تو سچی کہہ رہا ہے اگرچہ ناگوار ہے مگر ہے سچی بات، آہستہ آہستہ ان کو ہدایت ہوجاتی ہے۔ یہاں مؤمنین سے مراد وہ ہیں جو مؤمنین بننا چاہتے ہیں ان کو کچھ ناگواری تو ہوسکتی ہے مگر وہ عمل کریں گے تو فائدہ ہوگا جیسے قرآن مجید کے شروع میں فرمایا:

﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ (۲ - ۲)

یہ قرآن مجید ان لوگوں کے لئے ہدایت ہے جو متقین بننا چاہتے ہیں یعنی جو متقی بننا چاہے گا اسے ہدایت ہوجائے گی اللہ کی نافرمانیاں چھوٹ جائیں گی۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر کسی کو کڑوی دواء دیتا ہے، کسی کو انجکشن لگاتا ہے، کسی کا آپریشن کرتا ہے تو طبعی ناگواری تو ہوتی ہے مگر اس کے باوجود مریض بھی اور اس کے رشتہ دار بھی عقلی طور پر خوش ہوتے ہیں کہ جو چاہیں آپریشن کریں کاٹ چھانٹ کریں، ڈاکٹر کو فیس بھی دیتے ہیں، شکریہ بھی اداء کرتے ہیں، آگے پیچھے مرے جارہے ہیں، ڈاکٹر کو ہدایا بھی دیتے ہیں بہت تعریف کرتے ہیں اس لئے کہ مریض تندرست ہوجائے گا۔ یہاں ایک بات یہ سوچیں کہ جس طرح ڈاکٹر کے لئے علاج کی مختلف صورتیں ہیں کبھی دواء، کبھی انجکشن اور کبھی آپریشن وہ جب جس کی ضرورت سمجھتا ہے اس کے مطابق علاج کرتا ہے، لوگ ڈاکٹر پر کوئی اعتراض نہیں کرتے کہ اتنے انجکشن لگادیے، اتنی چیر پھاڑ کردی بلکہ بہت خوشی سے سب کچھ کرواتے ہیں۔ مگر کوئی عالم دنیا و آخرت کی بربادی سے

بچانے کے لئے کسی مصلحت سے دینی انجکشن لگادے یا آپریشن کردے کہ اس کا دماغ ٹھیک ہوجائے تو لوگ کہتے ہیں کہ بڑا سخت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اللہ کی نافرمانیاں چھڑانے کے لئے کوڑے لگاؤ، اللہ کے دشمنوں کو قتل کرو۔

تیسری قسم:

تیسری قسم کے مؤمنین وہ ہیں کہ جنہوں نے یہ طے کر رکھا ہے کہ انہیں اللہ کے بندے بننا ہی نہیں، انہیں زبانی نصیحت فائدہ نہیں دیتی اس لئے انہیں درست کرنے کا طریقہ یہ ارشاد فرمایا:

﴿قاتلوا، اقتلوا، قاتلوا، اقتلوا، قاتلوا، اقتلوا﴾

قتل کر کر کے کر کر کے اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرو، نہیں کروگے تو تم برابر کے مجرم ٹھہروگے، عذاب میں ان کے ساتھ تم بھی پسوگے۔

جہاد کی اہمیت:

ایک بار کوئی ناجنس مولوی صاحب مجلس میں آگئے اور بے مقصد کچھ آیات کی تفسیر پوچھنے لگے، میں نے کہا کہ **الاھم فالاھم** کی رعایت رکھنا ضروری ہے یہ قانون شرعی بھی ہے اور عقلی بھی کہ جو کام جتنا اہم ہو وہ پہلے کیا جائے اگر اس کی وجہ سے غیر اہم کام رہ بھی جائے تو کوئی بات نہیں اہم کام پہلے کرنا چاہئے۔ میں نے کہا کہ قرآن مجید کے چار پانچ الفاظ ایسے ہیں کہ ہم ان کی تفسیر سے ابھی فارغ نہیں ہوئے، وہ الفاظ یہ ہیں:

﴿اقتلوا، قاتلوا، یقتلون، یقتلون، یقاتلون﴾

ابھی ان کی تفسیر سے فارغ نہیں ہوئے جب امریکا، ایران، روس، ہندوستان بلکہ ساری دنیا پر اسلام کی حکومت قائم ہوجائے گی تو ہم ان الفاظ کی تفسیر سے ذرا فارغ ہوجائیں گے پھر آپ آئیں میں آپ کو ان آیات کی تفسیر پڑھاؤں گا جو آپ پوچھ رہے

ہیں، اگر جلدی حل کرنا چاہتے ہیں تو جا کر ایک چلہ محاذ پر لگاؤ وہاں سارے مسئلے حل ہو جائیں گے، ساری تفسیریں حل ہو جائیں گی کوئی باقی نہیں رہے گی۔

؎ من این علم و فراست با پرکا ہی نمی گیرم
کہ از تیغ وسپر بیگانہ سازد مرد غازی را
بغیر نرخ این کالا بگیری سودمند افتد
بضرب مؤمن دیوانہ دہ ادراک رازی را

ترجمہ: ''جو علم وفراست مرد غازی کو تیغ وسپر سے بیگانہ کردے میں اسے گھاس کی خشک پتی کے عوض بھی لینے کو تیار نہیں۔ پوری دنیا کی دولت لٹا کر ضرب وحرب کے اس خزانے کو حاصل کرلے تو بھی سودا سستا ہے۔ مؤمن دیوانہ کی ضرب سے ان مولویوں کو بھی سبق پڑھا دو جو بزعم خود امام رازی بنے بیٹھے ہیں۔''

تنبیہات کی وجوہ:

میں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں اور بغاوتیں چھوڑنے چھڑانے پر اتنا زور دیتا ہوں اور اس پر مسلسل تنبیہات کرتا رہتا ہوں، جن میں کبھی کچھ سخت الفاظ بھی کہہ جاتا ہوں اس کی وجوہ یہ ہیں:

❶ مجھے کسی سے طمع یا خوف نہیں:

بحمد اللہ تعالیٰ مجھے کسی سے نہ تو کسی قسم کی کوئی طمع ہے اور نہ کسی قسم کا کوئی خوف، کسی سے کوئی غرض نہیں اس لئے کسی کی ناگواری کی پروا کیے بغیر دین کی صحیح صحیح بات کہہ دیتا ہوں، میں سوچتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے جو یہ اتنی بڑی دولت عطاء فرمائی ہے اگر میں اس سے اللہ کی راہ میں کام نہ لوں، امت کو دنیا وآخرت کی جہنم سے بچانے کی کوشش نہ کروں تو بروز قیامت اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب

دوں گا، اس سے مجھے بہت ڈر لگتا ہے اس لئے نرمی گرمی ہر ممکن طریقہ سے اللہ کے عذاب سے بچانے کی کوشش کرتا ہوں، نصیحت کرنے میں جس کی اپنی کوئی غرض نہ ہو ہر قسم کی طمع اور خوف سے آزاد ہو وہ مصلحت اندیشی کی بجائے امت کی فلاح و بہبود کو مدنظر رکھتا ہے، اگر ڈاکٹر بوقتِ ضرورت بھی انجکشن نہ لگائے تو وہ خائن ہے، ڈاکٹر نہیں، ڈاکو ہے، مریض کا خیر خواہ نہیں بلکہ دوست کی صورت میں دشمن ہے اور عقلمند مریض اپنے فائدے کے لئے کڑوی گولی بھی بہت خوشی سے نگل جاتا ہے۔

نصیحت کہ خالی بود از غرض
چو داروئے تلخ است دفع مرض

جسے صحت کی قدر ہو وہ کڑوی دواء سے نہیں گھبراتا۔

؎ چہ خوش گفت یک روز دارو فروش
شفا بایدت داروئے تلخ نوش

عقلمند مریض انجکشن بلکہ آپریشن پر بھی خوش بھی ہوتا ہے ڈاکٹر کا شکریہ بھی اداء کرتا ہے اور اسے بہت بھاری فیس بھی دیتا ہے۔

❷ غیرتِ دینیہ:

میرے اللہ نے اپنی رحمت سے مجھے ایسی غیرت عطاء فرمائی ہے کہ میں اپنے اللہ کی نافرمانیاں اور بغاوتیں دیکھنے سننے کا تحمل نہیں کرسکتا مٹانے کے لئے بے تاب ہو جاتا ہوں، اللہ کرے کہ سب مسلمانوں کو ایسی غیرت مل جائے جن کے دل میں غیرت ہوتی ہے ان کے کچھ قصے سن لیجئے!

غیرت والوں کے قصے:

① حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے صحابی ہیں، قرآن مجید کے

علوم میں آپ کا درجہ بہت بلند ہے، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل نے مجھ سے کہا ہے کہ ابی قرآن پڑھیں اور آپ سنیں، ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ پڑھیں اور ابی سنیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بارے میں بتایا تو انہوں نے عرض کیا کہ میرے اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اللہ نے تیرا نام لیا ہے، یہ سن کر خوشی سے آنسو بہ پڑے کہ میرے اللہ نے میرا نام لیا ہے، یہ ہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے کسی نے کہا کہ نوفل بکالی کہتا ہے کہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا جو قصہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے پاس گئے تھے تو یہ موسیٰ اللہ کے رسول نہیں تھے بلکہ وہ کوئی اور موسیٰ تھا، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب سنئے! فرمایا:

﴿کذب عدواللّٰہ﴾ (بخاری)

ترجمہ: ”اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا۔“

دیکھئے کتنا سخت لفظ کہا، پہلی بات تو یہ کہ نرمی سے کہتے کہ اس سے غلطی ہوئی ہے، لیکن اس کی بجائے فرمایا: جھوٹ بولا ہے۔ جھوٹ اور غلطی میں بہت فرق ہے، غلطی تو انسان سے بے شعوری میں بھی ہوجاتی ہے غلطی کو جھوٹ نہیں کہا جاتا لیکن غیرت کام کروا رہی ہے غیرت، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرت برداشت نہیں کرسکی کہ بغیر علم کے کوئی شخص ایسی بات کہہ دے، جاہل نے کیوں کہی، غلطی کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ جھوٹ بولا ہے، آگے کا لفظ اور سنئے! فرمایا: عدو اللّٰہ ”اللہ کا دشمن۔“ اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے، کبھی مسلمان بھی اللہ کا دشمن ہوتا ہے؟ جس سے غلطی ہوگئی وہ مسلمان تھا اس کو کہہ رہے ہیں اللہ کا دشمن، اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے۔

مزید چند قصے حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کرتا ہوں۔

۲ ایک طوائف کی پٹائی:

فرمایا: کہ مولوی رحم الٰہی صاحب منگلوری نہایت نیک اور سادہ بزرگ تھے مگر نہایت ہی جوشیلے اور جذبہ حق قلب میں تھا۔ ایسے بزرگوں کے اکثر دنیا دار لوگ مخالف ہوا ہی کرتے ہیں۔

اہل محلّہ نے محض بنیت شرارت یہ حرکت کی کہ جس مسجد میں آپ نماز پڑھتے تھے اس کے اور ان کے مکان کے درمیانی حصہ میں کہ بمنزلہ ساحت (میدان) مشترکہ کے تھا، ناچ کی تجویز کی، ایک طوائف کو بلایا گیا، شامیانہ لگایا گیا، غرض خوب ٹھاٹھ کے ساتھ انتظام ہوکر مجلس رقص شروع ہوگئی، مولوی صاحب مکان سے عشاء کی نماز کے لئے مسجد کو چلے، راستہ میں یہ طوفان بے تمیزی، خیر چلے تو گئے خاموش مگر نماز پڑھ کر جو واپسی ہوئی پھر وہی خرافات موجود، برداشت نہ کر سکے۔ ماشاء اللہ! ہمت اور جرأت دیکھئے کہ نکال جوتا اور لے ہاتھ میں، بھری مجلس کے اندر بیچ میں پہنچ کر اس عورت کے سر پر بجانا شروع کردیا، اہل محلّہ میں شرارت سہی مگر علم اور بزرگی کا ادب ایسا غالب ہوا کہ بولا کوئی کچھ نہیں، رقص و سرور سب بند ہوگیا، اب لوگوں نے جن کی یہ شرارت تھی اس طوائف سے کہا:

''تو مولوی صاحب پر دعویٰ کر اور روپیہ ہم خرچ کریں گے شہادتیں ہم دیں گے۔''

اس عورت نے کہا:

''میں دعویٰ کر سکتی ہوں، روپیہ میرے پاس بھی ہے، شہادتیں تم دے سکتے ہو مگر ایک مانع موجود ہے وہ یہ کہ مجھے ان کے اس فعل سے یہ یقین ہوگیا کہ یہ اللہ والا ہے اور اس کے قلب میں ذرہ برابر دنیا کا شائبہ نہیں، اگر اس میں ذرا بھی دنیا کا لگاؤ ہوتا تو مجھ پر اس کا ہاتھ اٹھ نہیں سکتا تھا، تو اس

کا مقابلہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ ہے جس کی مجھ میں ہمت نہیں۔‘‘

کیسی عجیب بات کہی، یہ اتنی سمجھ ایمان ہی کی برکت ہے، لوگ ایسے آوارہ لوگوں کو حقیر سمجھتے ہیں مگر ایمان والے میں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوتی ہے جو ایک دم اس کی کایا پلٹ دیتی ہے۔

یہ کہہ کر وہ عورت مولوی صاحب کے پاس پہنچی اور عرض کیا:

’’میں گناہ گار ہوں، نابکار ہوں، میں اپنے اس پیشہ سے توبہ کرتی ہوں، آپ میرا نکاح کسی شریف آدمی سے کرادیں تاکہ آیندہ میری گزر کی صورت ہوجائے۔‘‘

مولوی صاحب نے توبہ کرا کر کسی بھلے آدمی کو تلاش کر کے نکاح پڑھادیا، بزرگوں کے جوتوں کی برکت نے برسوں کی معصیت اور کبائر سے ایک دم اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کردیا۔

③ وہمی کا علاج:

فرمایا کہ ایک ذاکر شاغل شخص یہاں پر مقیم تھے جو اکثر وساوس کی شکایت کیا کرتے تھے میں ان کی تسلی کردیتا پھر اس کا زور ہوتا اور میں سمجھا دیتا، یہی سلسلہ چل رہا تھا، ایک روز میرے پاس آئے اور کہنے لگے:

’’اب تو جی میں آتا ہے کہ عیسائی ہوجاؤں۔‘‘

میں نے ایک دھول رسید کی اور کہا:

’’نالائق! جا ابھی عیسائی ہوجا، اسلام کو ایسے بیہودہ اور ننگ اسلام کی ضرورت نہیں۔‘‘

بس اٹھ کر چلے گئے، بس دھول نے اکسیر کا کام دیا، ایک دم وہ خیال دل سے کافور ہوگیا، اس کے بعد پھر کبھی وسوسہ تک نہیں آیا۔ مزاحاً فرمایا:

''دھول سے دھول جھڑ جاتی ہے اور مطلع صاف بے غبار ہو جاتا ہے، یہ میرا اثر نہ تھا شرعی تعزیر کا اثر تھا۔''

④ گھوسن کے عاشق کا علاج:

فرمایا کہ ایک شخص کہیں باہر سے میرے پاس آیا وہ ایک گھوسن پر عاشق ہو گیا تھا، اس نے اپنا واقعہ بیان کیا، میں نے تدبیر بتائی:

''نہ اس محلّہ میں جاؤ نہ اسے دیکھو اور ضروری کام کی طرف مشغول رہا کرو۔''

کہنے لگا:

''میں تو اس کے یہاں سے دودھ خریدا کرتا ہوں حالانکہ دودھ کی مجھے ضرورت نہیں اسے دیکھنے کی وجہ سے خریدتا ہوں۔''

میں نے اس سے بھی منع کیا، کہا:

''یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔''

میں نے اسے ایک دھول رسید کی اور کہا:

''نکل یہاں سے دور ہو، جب علاج نہیں کرتا تو مرض لے کر کیوں آیا؟''

وہ چلا گیا، اس کے بعد مجھے خیال ہوا کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ غیر شخص تھا تعارف تک بھی نہ تھا مگر اس وقت حق تعالیٰ نے دل میں یہی ڈالا۔ تقریباً کوئی سال بھر کے بعد فلاں مولوی صاحب سے وہ شخص ملا، اس نے انہیں پہچان کر مصافحہ کیا اور یہاں کی خیریت معلوم کی، انہوں نے پوچھا:

''تم کون ہو؟''

کہا:

''میں وہ شخص ہوں۔''

یہ سمجھ گئے، پوچھا:

”اب اس مرض کا کیا حال ہے؟“

مجھے دعائیں دے کر کہا:

”ان کی دھول نے سب کام بنادیا، دھول کے لگنے کے ساتھ ہی بجائے عشق و محبت اور رغبت کے ایک دم اس کی طرف سے نفرت پیدا ہوگئی۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مجھ سے بھی کچھ اس قسم کی خدمات لی ہیں، مثلاً انوار الرشید میں ڈاکو کی پٹائی اور اس کے تائب ہونے کا قصہ پڑھا ہوگا۔

۳ دردِ دل:

میرے اللہ نے مجھے درد دیا ہے درد، لوگوں کی نافرمانیاں دیکھ کر سن کر مجھ سے صبر نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کہیں آپ امت کے غم میں اپنی جان ہی نہ دے دیں:

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (۲۶-۳)

دوسری جگہ فرمایا:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝﴾ (۱۸-۶)

لوگوں کی نافرمانیاں دیکھ دیکھ کر آپ کو اتنا دکھ ہوتا ہے کہ ایسے لگتا ہے آپ جان ہی دے دیں گے۔ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے۔ اللہ کے جس بندے کو اللہ سے محبت ہوگی تو لازماً اس کی مخلوق سے بھی محبت ہوگی۔ مخلوق کی تباہی پر اس کے دل میں درد اٹھتے ہیں۔

؎ یہ درد اے بدگماں کچھ دیکھنے کی چیز گر ہوتی
میں رکھ دیتا ترے آگے کلیجا چیر کر اپنا

اس شعر میں پہلا مصراع اصول کے مطابق یوں ہونا چاہئے۔

ع یہ درداے بدگماں کچھ دیکھنے کی چیز گر ہوتا

لیکن شاعر سے یوں ہی منقول ہے ''ہوتی'' اس لئے میں بھی ''ہوتی'' ہی پڑھتا ہوں۔

؎ یہ درد اے بدگماں کچھ دیکھنے کی چیز گر ہوتی
میں رکھ دیتا ترے آگے کلیجا چیر کر اپنا

میں اپنے کلیجے کے درد آپ لوگوں کو کیسے دکھاؤں۔

؎ زباں بے دل ہے اور دل بے زباں ہے ہائے مجبوری
بیاں میں کس طرح وہ آئے جو دل پر گزرتی ہے
گزرتی ہے ہماری جان پر جو کچھ گزرتی ہے
کسی کو کیا خبر دل پر ہمارے کیا گزرتی ہے

اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اصلاح امت کا درد رکھ دیا وہ درد مجھے کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتا۔ مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتا کہ مسلمان جہنم میں کودتے چلے جائیں اور میں آرام کی نیند سوتا رہوں۔

؎ مرا دردیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد
وگردم درکشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد

؎ نماند امروز کس غم خوار این بیمار سودائی
فغان از بے کسی فریاد از بیداد تنہائی

بڑے تو کوئی تسلی دینے والے رہے نہیں اور چھوٹوں کا حال یہ ہے کہ وہ میرے چیخنے چلانے کی پروا ہی نہیں کرتے. ان کے کان میں، دل میں میری بات اترتی ہی نہیں۔ سوچتے ہی نہیں کہ یہ کیوں چلا رہا ہے، یہ پاگل تھوڑا ہی ہے کیا ہوگیا کیوں

چلا رہا ہے اتنی زحمت نہیں فرماتے۔

؎ میں رونا اپنا روتا ہوں تو وہ ہنس ہنس کے سنتے ہیں
انہیں دل کی لگی اک دل لگی معلوم ہوتی ہے

کہوں تو کیا کہوں اور کس سے کہوں؟

؎ حکیم درد من رفت و من وارفتہ حیرانم
کہ نتوان پیش کس بردن چنین حال پریشانم
مریضم مبتلائے دل کجا جویم دوائے دل
کجا یابم شفائے دل زعلتہائے پنہانم
پریشان است قال من کہ من حال پریشانم

آخری مصراع سے پہلا مصراع بھول رہا ہوں، بھولنے کی وجہ بھی اسی حالت کا اثر ہے جو آخری مصراع میں بتائی ہے۔

ع پریشان است قال من کہ من حال پریشانم

؎ کشتی شکستگانیم اے بادشرطہ برخیز
باشد کہ بازبینیم آن یار آشنا را

کتاب میں تو لکھا ہوا ہے کشتی نشستگان مگر بعض کا خیال ہے کہ یہ نشستگان تصحیف ہوگئی ہے، صحیح یوں ہے کشتی شکستگان۔ حقیقت کچھ بھی ہو میرا حال تو یہی ہے۔

؎ کشتی شکستگانیم اے بادشرطہ برخیز
باشد کہ بازبینیم آن یار آشنا را
دل میرود زدستم صاحبدلان خدارا
دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

حافظ بخود نہ پوشید این خرقۂ مئے آلود
اے پیر پاکدامن معذور دار مارا

کیا کہوں فارسی میں تو درد ظاہر کررہا ہوں مگر لوگ تو سمجھتے ہی نہیں ہوں گے کہ کیا بول رہا ہوں، سمجھیں تو کچھ اثر بھی ہو۔ ترجمہ وتشریح میں وہ اثر نہیں ہوتا جو اصل کلام میں ہوتا ہے۔

؎ گر مطرب حریفان این پارسی بخواند
در وجد و حالت آرد پیران پارسارا
آن تلخوش کہ صوفی ام الخبائث خواند

اگر آگے کا مصراع کہہ دیا تو مجھے پکڑ کر یا تو پاگل خانے میں ڈال دیں گے یا کہیں جنگلوں میں چھوڑ آئیں گے بلکہ جنگل میں باندھ کر آجائیں گے کہ واپس نہ آجائے اس لئے وہ مصراع نہیں پڑھتا کیا کہوں، کیسے سمجھاؤں؟ اس موقع پر مجھے قوال کا قصہ یاد آرہا ہے۔

ایک بار کوئی قوال یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

؎ درقلب نصیر الدین جز عشق نمی گنجد
این طرفہ تماشا بین کہ دریا بحباب اندر

نصیر الدین ایک بزرگ گزرے ہیں یہ شعران کا ہے، مطلب تو اس کا یہ ہے کہ نصیر الدین کے دل میں اللہ کے عشق کے سوا کوئی چیز نہیں سماتی۔

ع این طرفہ تماشا بین کہ دریا بحباب اندر

یہ تماشا دیکھو کہ دریا بلبلے کے اندر آگیا، نصیر الدین کا دل تو اتنا سا بلبلہ ہے اللہ تعالیٰ کے عشق کا دریا بلبلے میں آگیا۔ قوال نے جب یہ شعر پڑھا تو ایک عامی شخص اچھلنے کودنے لگا، اسے وجد آگیا، کسی نے پکڑ کر پوچھا کہ تو تو فارسی جانتا ہی نہیں اور اگر فارسی پڑھا ہوتا تو بھی اس میں تو معرفت کی بہت اونچی بات ہے جسے بڑے بڑے

عارف ہی سمجھ سکتے ہیں تو کیا سمجھا؟ تو وہ جواب میں کہتا ہے ارے! سن نہیں رہے وہ کہہ رہا ہے کہ دریا میں بہا بندر، دریا میں بہا بندر، کیا تماشا ہے کہ دریا میں بندر بہتا چلا جارہا ہے۔ میں نے دردِ دل تو کہہ دیا فارسی اشعار میں آپ تو یہ سمجھ رہے ہوں گے کہ دریا میں بہا بندر، چلئے کچھ تو سمجھ ہی لیں گے دعاء کرتا ہوں اللہ کرے کہ سمجھ جائیں۔

۴ مصلح والد کی حیثیت رکھتا ہے:

اللہ تعالیٰ جنہیں امت کی اصلاح کا درد عطاء فرماتے ہیں وہ ساری امت کو اپنے لئے اولاد کی طرح سمجھتے ہیں، بیٹے بیٹیاں سمجھتے ہیں، والدین اولاد کو ڈانٹنا تو رہا الگ، ماریں تو بھی کوئی بات نہیں۔ اگر اولاد واقعۃً اولاد ہوگی تو اس میں اپنا فائدہ سمجھ کر خوش ہوگی، اولاد نالائق ہوگی تو والدین کی تنبیہات اور ان کی مار پر ناراض ہوگی، اسے اولاد کہنا ہی غلط ہے، نوح علیہ السلام کے بیٹے کی طرح، حضرت نوح علیہ السلام نے دعاء کی تھی یا اللہ! یہ تو میرا بیٹا ہے اسے غرق نہ کیجئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ﴾ (۱۱-۴۶)

کہنے کو تو یہ تیرا بیٹا ہے مگر حقیقت میں تیرا بیٹا نہیں اس لئے کہ یہ تو مسلمان بننا ہی نہیں چاہتا زبردستی کیسے بنادیں۔ جن لوگوں میں کچھ فکر آخرت ہوتی ہے اہل دل ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اولاد سے، اسی لئے ان کو بنانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اس کے لئے کبھی تنبیہات بھی کرتے ہیں، ڈانٹتے ہیں تاکہ ان بچوں کی اصلاح ہوجائے۔

دینی تربیت کے لئے اولاد پر لاٹھی برساتے رہو:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لا ترفع عنهم عصاك ادبا و اخفهم في الله﴾ (احمد)

اولاد کو دین سکھانے اور دین دار بنانے کے لئے ان پر لاٹھی برساتے رہو اور

انہیں اللہ کے معاملہ میں ڈراتے رہو۔ لاترفع، لاٹھی پڑتی رہے اٹھاؤ مت۔

"ادبا" کے معنی ہیں "دینی تربیت کے لئے۔" ادب یہ ہے کہ دیندار بنے، اپنی اولاد کو اللہ کے بندے بنائیں۔

دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوڑا ایسی جگہ لٹکاؤ کہ گھر والے دیکھتے رہیں (عبدالرزاق، طبرانی کبیر، سیوطی)

اور فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائیں جس نے اہل وعیال کی دینی تربیت کے لئے اپنے گھر میں کوڑا لٹکایا (ابن عدی، مناوی، سیوطی)

جب بچے گھر میں داخل ہوں تو سب سے پہلے کوڑے پر نظر پڑے، گھر میں آتے جاتے، کھیلتے کودتے کوڑا نظر آتا رہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بتا رہا ہوں۔

اللہ پر ایمان ہے تو احکامِ الٰہیہ سے غفلت کیوں؟

میں یہ تنبیہ کرتا رہتا ہوں کہ دن میں دو بار، ایک بار صبح ایک بار شام یہ سوچا کریں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے یا نہیں۔ ویسے تو سب جلدی سے کہہ دیں گے کہ ہاں ہاں ہمارا تو ایمان بہت پکا ہے، ہم تو پکے مؤمن ہیں، مگر اس کی کوئی کسوٹی، معیار، مقیاس الحرارۃ (تھرمامیٹر) بھی تو ہو۔ اگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پکا ایمان ہے تو پھر انہوں نے جو احکام صادر فرمائے ہیں ان کی طرف توجہ کیوں نہیں جاتی؟ ابھی جو دو حدیثیں بتائی ہیں کیا ان کی طرف توجہ جاتی ہے؟ آج کے مسلمان کا خیال ہے کہ حدیثیں گویا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے تھیں دوسروں کو ان پر عمل کی ضرورت نہیں۔

میں نے یہاں ایک چھوٹا سا بچہ دیکھا جس کی شلوار ٹخنوں سے نیچے تھی چونکہ اس کے والدین خاص لوگوں میں سے ہیں اس لئے میں نے یہاں سے فون کروایا کہ آپ

کے بچے کی شلوار ٹخنوں سے نیچے تھی ایسے کیوں ہوا؟ جواب ملا کہ بچہ چھوٹا ہے الاسٹک کا ازار بند ہے، کھسک جاتا ہے، شلوار نیچے کو ڈھلک جاتی ہے۔ میں نے کہا کہ اس کا علاج تو بہت آسان ہے بچے کو یہاں بھیجیں میں اس کی شلوار کو آدھی پنڈلی سے کاٹ دوں گا پھر کبھی بھی نہیں ڈھلکے گی۔ بھیجا ہی نہیں، کچھ کرنا ہی نہیں تو ہزاروں آیات پڑھ لیں، حدیثیں پڑھ لیں کچھ نہیں ہوتا۔

حضرت لقمان علیہ السلام کا ارشاد ہے:

''والد کی مار اولاد کے لئے ایسی ہے جیسا کہ کھیتی کے لئے پانی۔'' (درمنثور)

پانی سے کھیتی میں کیسا نشوء ونماء پیدا ہوتا ہے۔ یہ لفظ بھی صحیح کرلیں اکثر لوگ ''نشوونما'' کہتے ہیں دونوں لفظوں کو الٹا کر دیا، صحیح لفظ یوں ہے: ''نشوء ونماء'' نشوء میں نون کے پیش کو زبر سے اور نماء کے زبر کو پیش سے بدل دیا۔ یہ سارے ہی الٹے ہیں یہی تو رونا رو رہا ہوں۔

بنے کیوں کر جو ہو سب کار الٹا
ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

نشوء میں شین کے پیش کو اور دونوں کے آخر سے ہمزہ کو ویسے ہی اڑا دیا۔

فرمایا کہ اولاد پر والد کی مار کھیتی کے لئے پانی جیسی ہے۔ آج کل تو یہی کہتے ہیں کہ نہیں نہیں مارومت، مارومت، اس طرح تو بچہ صحیح نہیں رہے گا بیٹا بیٹا کہتے رہو۔

ابا کی قسمیں:

ایک سفر میں اپنے ایک استاذ محترم کے ساتھ تھا، استاذ صاحب کے صاحبزادے بھی ساتھ تھے وہ میرے شاگرد تھے۔ رات ایک جگہ ٹھہرے تو سونے سے پہلے استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ صبح کو اٹھتا نہیں، اسے صبح کو اٹھانا آپ کے ذمہ ہے، ہم اسے بستر سے اٹھا کر پکڑ کر سیدھا کھڑا کر دیتے ہیں پھر گر جاتا ہے،

کان کھینچتے ہیں، جھنجھوڑتے ہیں یہ پھر بھی نہیں اٹھتا، صبح اس کا اٹھانا آپ کے ذمہ ہے۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا کہ سبحان اللہ! اور کیا چاہئے استاذ کی یہ خدمت تو میرے لئے بہت بڑی سعادت ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسی خدمات کے لئے تو مجھے پیدا فرمایا ہے۔ رات کو سونے سے پہلے استاذ زادہ سے میں نے کہہ دیا کہ صبح آپ کو اٹھانا حضرت نے میرے ذمہ لگایا ہے، بس اتنی سی بات کہہ دی اور کچھ نہیں کہا۔ فجر کی اذان جیسے ہی ختم ہوئی تو میں نے استاذ زادے کو آواز دی کچھ زیادہ زور سے نہیں، بس ایسے جیسے جاگتے کو آواز دی جاتی ہے، وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئے، لیٹے لیٹے جواب نہیں دیا کہ اٹھ گیا ہوں بلکہ اٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے، حضرت استاذ نے مجھ سے فرمایا آپ نے اس پر کیا پڑھ دیا؟ ہم کھینچتے ہیں، جھنجھوڑتے ہیں یہ پھر بھی نہیں اٹھتا، اٹھا کر کھڑا کر دیتے ہیں پھر گر جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا انہی سے دریافت فرمالیں کہ کیا پڑھا ہے۔ دوسرے تو سمجھتے ہوں گے کہ شاید سورہ مزمل پڑھ دی یا سورہ مریم پڑھ دی یا اور کوئی سورت پڑھ دی جیسے مدینہ منورہ میں قاری جی صاحب تہجد میں بیدار ہونے کے لئے کوئی آیت بتا رہے تھے، پہلے یہ قصہ سن لیں پھر قاری صاحب کا قصہ سناؤں گا۔ سونے سے پہلے جب میں نے استاذ زادے کو بتادیا کہ صبح آپ کو اٹھانا میرے ذمہ ہے تو وہ بات ان کے دل میں اتر گئی، وہ یہ بات دل میں لے کر سوئے کہ ایک ابا تو وہ ہے جو صبح اٹھاتا ہے تو ایسے کہ بیٹا اٹھ جاؤ پھر کبھی تھپکی دے گا، کبھی بیٹا بیٹا کہہ کر کھینچے گا، کبھی آہستہ سے پکڑ کر کھڑا کر دیا تو جلدی نہیں چھوڑے گا کہ اگر گر گیا تو چوٹ لگے گی، ایک ابا تو وہ ہے۔ دوسرا ابا یہ ہے کہ اسے محبت بہت زیادہ ہے، غلبۂ محبت کی وجہ سے برداشت نہیں کر سکتا کہ میرا پیارا بچہ جہنم میں چلا جائے اس لئے اگر میں نے اٹھنے میں دیر کی تو انجکشن بھی لگا دے گا، سونے سے پہلے ہی دل میں انجکشن کا خوف لے کر سوئے معلوم نہیں رات کو کتنی بار آنکھ کھلی ہوگی۔

قاری صاحب کا قصہ:

قاری صاحب کا قصہ بھی بتادوں، قصوں میں بڑی عبرت ہوتی ہے، مدینہ منورہ میں ایک قاری صاحب مجھ سے بھری مجلس میں بہت خوش ہوکر کہنے لگے اس خیال سے کہ میں انہیں شاباش دوں گا۔ ایک مولانا صاحب کا نام لے کر کہنے لگے انہوں نے بتایا ہے کہ رات کوسونے سے پہلے اگر فلاں آیت پڑھ لی جائے تو تہجد کے وقت میں آنکھ کھل جاتی ہے۔ میں نے کہا واہ قاری جی صاحب واہ! ذرا محبت سے لگاتا ہوں نا، واہ قاری جی سبحان اللہ! قاری صاحب یہ بتائیں جب آپ کی شادی ہوئی تھی تو کسی بزرگ سے وظیفہ پوچھا تھا کہ ساری رات سوتے میں نہ گزر جائے وقت پر آنکھ کھل جائے اس وقت تو جاگنے کے لئے کسی وظیفہ کی ضرورت نہ پڑی اور اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کے لئے، محبوب حقیقی کے سامنے کھڑے ہونے کے لئے وظیفے پوچھتے ہیں۔

اے کہ صبرت نیست از فرزند وزن
صبر چون داری ز رب ذوالمنن
اے صبرت نیست از دنیائے دون
صبر چون داری ز نعم الماہدون

اللہ کی محبت کا درد نہیں، درد پیدا کیجئے، کسی صاحب درد سے اس کا نسخہ لیجئے۔

دردرون خود بیغزا درد را
تا ببینی سبز و سرخ و زرد را

اللہ کی محبت کا درد پیدا ہوجائے تو کام چلتا ہے بغیر درد کے تو کوئی کام بھی نہیں چلتا، جب بھی مجلس شروع ہوتی میں پھر نئے سرے سے یہ قصہ حاضرین کو سناتا، پھر نئے سرے سے، میں پمپ زیادہ لگاتا ہوں تاکہ بات اندر گھسے اور اندر گھسے، پمپ

لگا تا ہی رہا، میں ٹھہرا ہوا بھی انہی کے مکان میں تھا جب بھی کچھ لوگ اکٹھے ہو جاتے روزانہ پھر وہی واہ قاری جی صاحب واہ! پھر وہ مکہ مکرمہ بھی میرے ساتھ گئے تو وہاں بھی جب مجلس ہوتی میں یہ قصہ چھیڑ دیتا خوب خوب پمپ لگائے تاکہ بات دل میں اتر جائے، اس وقت جو لوگ سن رہے ہیں ان کے دل میں بھی اتر جائے، اللہ تعالیٰ دردِ محبت عطاء فرمادیں۔

معذور طالب علم کا آپریشن:

جب میں دارالعلوم کورنگی میں پڑھاتا تھا تو میں نے وہاں دارالاقامۃ کے مختلف حصوں کے لئے ایک ایک نگراں مقرر کیا ہوا تھا کہ جو طالب علم بھی نماز میں سستی کرے اسے تنبیہ کریں اگر پھر بھی نہ مانے تو مجھے بتائیں۔ ایک طالب علم گلگت کے پٹھان تھے، بہت موٹے بہت اونچے، گلگت کے لوگ تو دیکھے ہی ہوں گے کتنے موٹے تازے ہوتے ہیں وہ فجر کی نماز میں نہیں آتے تھے، اس جگہ کے نگراں سے میں نے پوچھا وہ کیوں نہیں آتے؟ کہنے لگے کہ وہ معذور ہیں نیند بہت زیادہ آتی ہے، انہیں مستثنیٰ کیا جائے بعد میں اٹھ کر پڑھ لیتے ہیں۔ میں نے کہا ایسے معذوروں کے لئے تو اللہ نے مجھے پیدا فرمایا ہے، فجر کی نماز کے فوراً بعد میں چھڑی لے کر پہنچ گیا دو تین لگائیں، میں نے اپنے خیال میں بقدرِ ضرورت ہی آپریشن کیا تھا جو بحمد اللہ تعالیٰ بہت کامیاب رہا، دوسری صبح کو وہاں کے طلبہ نے بتایا کہ ساری رات نہ تو یہ خود سوئے نہ دوسروں کو سونے دیا، رات کو بارہ بجے کے قریب اٹھ کر شور مچا دیا اٹھو اٹھو صبح ہوگئی، انہیں ہم نے پکڑ پکڑ کر بٹھایا کہ ابھی تو بارہ ہی بجے ہیں سو جاؤ، انہیں لٹا دیا تو بڑی مشکل سے آدھا گھنٹہ گزرا پھر اٹھ کر شور مچانا شروع کر دیا کہ چلو چلو صبح ہوگئی، انہوں نے بتایا کہ رات بھر انہوں نے نہ صرف کمرے والوں کو بلکہ دارالاقامۃ کے اس پورے حصہ میں کسی کو بھی سونے نہیں دیا پوری رات خود بھی جاگے دوسروں کو بھی جگایا۔ ایسے

ہوتا ہے علاج، آپ لوگ تو یہی سوچ رہے ہوں گے کہ بڑا ظالم ہے، بڑا ظالم ہے۔

نسخۂ اکسیر:

جب میرے بچے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پڑھتے تھے اس دوران ایک بار بچے یہاں آئے ہوئے تھے ان کے ایک دوست بھی ان سے ملنے یہاں آ گئے۔ بچوں نے بتایا کہ یہ بہت ہی نیک اور شریف ہیں، وہ دیکھنے میں بھی ایسے ہی نظر آ رہے تھے مگر جماعت سے نماز نہیں پڑھتے تھے میں نے بچوں سے پوچھا یہ جماعت سے نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ بچوں نے بتایا یہ مغلوب النوم ہیں، معذور ہیں بعد میں اٹھ کر پڑھ لیتے ہیں، جماعت چھوڑتے ہیں نماز نہیں چھوڑتے اور معذور سے تو جماعت ویسے ہی معاف ہے۔ میں نے ان سے بھی یہی کہا کہ ایسے معذوروں کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا فرمایا ہے، میں نے صاجزادے سے کہا کہ انہیں بلا کر لاؤ، یہ میں آپ لوگوں کی زبان بول رہا ہوں، صاجزادہ تو آپ لوگ کہتے ہیں، آج کے مسلمان کا حال یہ ہے کہ اپنے بیٹے کو کہتا ہے صاجزادہ یعنی خود "صاحب" اور بیٹا "زادہ" کیسے نالائق ہیں، پہلے زمانے میں تو کہا کرتے تھے "مسکین زادہ، غریب زادہ" اب خود ہی صاحب بن گئے خود الو اور بیٹا الو کا پٹھا، الو کا پٹھا الو سے بھی زیادہ قیمتی ہوتا ہے، ایک قصہ مشہور ہے کہ کوئی الو خریدنے گیا، شاید اسے بھی الو بننے کا شوق ہوگا، دکاندار سے قیمت معلوم کی، اس نے کہا پانچ روپے، پھر الو کے بچے کی قیمت معلوم کی تو دکاندار نے کہا دس روپے، اس شخص نے تعجب سے پوچھا بچے کی قیمت زیادہ کیوں؟ دکاندار نے جواب دیا کہ بڑے میں تو ایک ہی خوبی ہے کہ الو ہے اور بچے میں دو خوبیاں ہیں کہ الو بھی ہے اور الو کا پٹھا بھی اس لئے اس کی قیمت بھی دگنی ہے۔ اپنے بیٹے کو صاجزادہ کہنے والوں میں اتنی بھی عقل نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کا وبال ہے، میں نے انہیں بلا کر کہا یہ آپ کے دوست کہتے ہیں کہ آپ پر نیند بہت غالب رہتی ہے جماعت سے نماز

نہیں پڑھ پاتے، کہنے لگے جی ہاں نیند بہت غالب رہتی ہے کچھ بھی ہو جائے اٹھانے کی کتنی ہی کوشش کرلیں میں اٹھ نہیں پاتا معذور ہوں، پہلے تو میں انہیں محبت سے سمجھاتا رہا کہ میرے پاس ایک ایسی گولی ہے کہ بس ایک ہی بار کھانے سے بڑے بڑے معذوروں کو فائدہ ہوگیا، بہت ہی اکسیر ہے مجرب، مجرب المجرب، نسخۂ اکسیر کیمیا تاثیر بہت ہی اچھا نسخہ ہے جس نے بھی تجربہ کیا تندرست ہوگیا، وہ بہت ہی اشتیاق سے کہنے لگے کہ ہاں ہاں مجھے تو ضرور عنایت فرمائیں، جب دیکھا کہ شوق خوب ابھر رہا ہے تو دارالعلوم کے گلگتی طالب علم اور استاذ زادے کے قصے سنادیے، میں نے کہا بس یہ ہے وہ نسخۂ اکسیر ایسا علاج ہوتا ہے کہ مکمل شفاء ہوجاتی ہے. اگر آئندہ آپ جماعت میں نہیں آئے تو ذرا سا نسخہ آپ کو بھی دے دوں گا، ان کے لئے تو بتانا ہی کافی ہوگیا اس کے بعد وہ ہمیشہ جماعت میں شریک ہونے کے لئے نماز قائم ہونے سے پہلے مسجد میں موجود ہوتے تھے۔

تنبیہ الغافلین:

یہاں ایک مولوی صاحب پڑھاتے تھے انہوں نے اپنی اہلیہ کو بھی لانے کی اجازت چاہی میں نے اجازت دے دی، وہ اوپر کی منزل میں اپنی اہلیہ کو لے آئے، چند روز بعد ہی کہنے لگے کہ یہاں کے وعظ اور ماحول کا میری اہلیہ پر ایسا اثر ہوا کہ یوں لگتا ہے کہ ہماری شادی اب ہوئی ہے، اچھی فضاء میں اچھی باتیں سن کر وہ چند روز میں ولیۃ اللہ بن گئیں، ان مولوی صاحب کے ایک دوست بھی یہاں پڑھتے تھے انہوں نے جب یہ بات سنی تو وہ مجھ سے کہنے لگے ان کی اہلیہ اتنی جلدی سدھر گئیں مجھے بھی اجازت دیں میں بھی اپنی اہلیہ کو لے آؤں اسے بھی ذرا مصالحہ لگ جائے، میں نے انہیں بھی اجازت دے دی، دونوں اوپر رہنے لگے، مجھے پتا چلا کہ یہ دونوں جب سے بیویوں کو لائے ہیں تہجد کی نماز نہیں پڑھتے، ڈاکٹر کا کام نگرانی کرنا بھی ہے

اس لئے میں نگرانی بھی کرتا ہوں، میں نے ان سے پوچھا کہ آپ تہجد کیوں نہیں پڑھتے؟ کہنے لگے نیند آجاتی ہے، میں نے کہا پھر اس کا علاج ہونا چاہئے، میں نے ان کے مکان کے دروازے پر رات کو سونے سے پہلے ایک چھڑی ان کو بتا کر لٹکادی، ایسی چھڑی کو میں ''تنبیہ الغافلین'' کہتا ہوں، ''غافلوں کو تنبیہ کرنے والی چھڑی'' دروازے کے پاس ''تنبیہ الغافلین'' لٹکادی ساتھ ساتھ بتا بھی دیا کہ اگر تہجد کی نماز نہیں پڑھی تو یہ ''تنبیہ الغافلین'' کچھ کام کرے گی، تہجد کے وقت میں نے اوپر جا کر ''تنبیہ الغافلین'' کے پاس کھڑے ہو کر آواز دی کوئی بولا نہیں تو میں ذرا احتیاط سے کچھ آگے بڑھا تو دیکھا دونوں نماز پڑھ رہے ہیں۔

میں نے گلگتی طالب علم کو مجبوراً مارا تھا کہ آپریشن کے سوا اس کا کوئی علاج نہ تھا ورنہ میں کسی کو مارتا نہیں صرف ڈرانے کیلئے کچھ تنبیہات ہی کرتا ہوں وہ بھی مزاحیہ انداز میں، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ میٹھی تنبیہ ہی کافی ہو جاتی ہے۔

۵ اپنی فکر دوسروں سے مقدم:

ایک جذبہ اور درد تو یہ اٹھتا ہے جس پر مجھ سے صبر نہیں ہو پاتا کہ میں اپنے کسی بھائی کو جہنم میں جاتے ہوئے دیکھوں، اس سے بھی زیادہ یہ کہ مجھے اپنے اوپر رحم آتا ہے اپنی فکر ہوتی ہے کہ اگر میں دوسروں کو جہنم میں جانے سے نہیں روکوں گا تو خود بھی ان کے ساتھ ہی جہنم میں جاؤں گا کیونکہ دوسروں کو جہنم سے بچانے کی کوشش کرنا فرض ہے جو اس فرض کو ادا نہیں کرے گا گناہ چھڑوانے کی کوشش نہیں کرے گا برابر کا مجرم ہے، جہنم میں صرف گناہ گار ہی نہیں جائیں گے بلکہ جو لوگ گناہ چھڑوانے کی کوشش نہیں کرتے وہ بھی ساتھ ہی جائیں گے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾ (۸-۲۵)

ڈرو ایسے عذاب سے جو صرف گناہ گاروں پر نہیں آئے گا بلکہ جو روکتے نہیں ان پر بھی آئے گا، یہ قرآن پڑھ رہا ہوں قرآن، اللہ کرے کہ مسلمان کو قرآن سے کچھ لگاؤ پیدا ہو جائے قرآن سے محبت ہو جائے قرآن پر ایمان کامل حاصل ہو جائے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم نے صرف نماز کی آیتیں اور حدیثیں نہیں پڑھیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پورا قرآن پڑھا ہے پوری حدیثیں پڑھی ہیں حدیثوں کے ذخائر ہماری نظروں سے گزرے ہیں اس لئے کہیں یہ سمجھ لیں کہ نماز پڑھ لی یا پڑھنے کا کہہ دیا بس ہو گئے پکے سچے مسلمان، ارے میں کیا کہوں درد اٹھتا ہے کہ آج کے مسلمان کو قرآن سے کوئی تعلق نہیں رہا، یا اللہ! قرآن سے تعلق پیدا فرما دے، اس قرآن کو تیرے قانون کی کتاب سمجھ کر اس کے احکام کو سمجھنے کی کوشش کریں اور ایک ایک قانون پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

فرمایا ڈرو اللہ کے عذاب سے جو صرف گناہگاروں پر ہی نہیں ہوگا بلکہ جو دیکھ رہے ہیں، لیکن روکتے نہیں گونگے شیطان بنے ہوئے ہیں ان پر بھی ہوگا اس عذاب سے وہ بھی نہیں بچ سکیں گے، پھر آگے فرمایا:

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾

اور یقین کر لو! بلاشک و شبہہ یہ بات پکی، محقق اور یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت ہی سخت عذاب دینے والے ہیں، معمولی سا عذاب نہیں ہوگا بہت سخت عذاب ہوگا۔

علماء بنی اسرائیل پر لعنت کی وجہ:

دوسری جگہ فرمایا:

﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝﴾ (۵-۷۸، ۷۹)

ترجمہ: ''بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت کی گئی تھی داؤد اور عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی زبان سے، یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انہوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے، جو برا کام انہوں نے کر رکھا تھا اس سے باز نہیں آتے تھے، واقعی ان کا فعل بے شک برا تھا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان علماء پر لعنت کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ شروع میں تو انہوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچانے کی کوشش کی مگر لوگوں نے گناہ نہیں چھوڑے پھر چاہئے تو یہ تھا کہ یہ اپنی کوشش جاری رکھتے ایسے نافرمانوں کے ساتھ تعلقات نہ رکھتے، محبت کے رشتے نہ رکھتے، ان کی مجلسوں میں ایسے شامل نہ ہوتے جیسے کہ یہ بھائی بھائی ہیں، دوست دوست ہیں، ان سے براءت کا اظہار کرتے۔ ان علماء نے ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا آنا جانا محبت کے رشتے قائم رکھے اس پر اللہ تعالیٰ نے ان علماء پر لعنت کردی۔ ایسی ایسی وعیدیں ہیں جنہیں سن کر دوسروں کی فکر سے بھی زیادہ مجھے اپنی فکر ہوتی ہے کہ میرا کیا بنے گا؟ مجھ سے پوچھا جائے گا کہ تو نے کیا کوشش کی تو کیا جواب دوں گا، یہ فکر مجھے چین نہیں لینے دیتی، جسے جہنم سے بچنے کی فکر ہوتی ہے وہ دنیا کی بڑی سے بڑی تکلیف خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتا ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحت:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت لقمان علیہ السلام کا قول نقل فرمایا ہے:

﴿يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝﴾

(۳۱-۱۷)

میرے بیٹے! نماز کو قائم کر، اچھی باتوں کا حکم دے، پھر یہیں تک نہیں چھوڑا

آگے فرماتے ہیں لوگوں کو اللہ کی نافرمانیوں سے روک پھر ساتھ ہی فرمایا:

﴿وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ط﴾

جب لوگوں سے اللہ کی نافرمانیاں چھڑاؤ گے تو لوگ تمہارے دشمن ہو جائیں گے، نماز پڑھنے کا کہو گے تو کوئی دشمن نہیں ہوگا اور اچھی اچھی باتیں کہتے رہو گے کوئی دشمن نہیں ہوگا، سب بھائی بھائی، صوفی جی صوفی جی کہتے رہیں گے اور جہاں یہ کہا کہ بدمعاشی چھوڑ دو پھر دیکھئے کتنے دشمن ہوتے ہیں، پھر تو اچھے اچھے پارسا بھی آپ کے دشمن ہو جائیں گے، اس لئے فرمایا:

﴿وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ط﴾

گناہ چھڑانے میں لوگ تیرے دشمن ہو جائیں گے، تیری مخالفت کریں گے، تجھے تکلیفیں پہنچائیں گے تو جو کچھ بھی لوگ تکلیف پہنچائیں اس پر صبر کرنا اس لئے کہ اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ جسے اپنی آخرت کی فکر ہوتی ہے حساب و کتاب کی فکر ہوتی ہے اسکے سامنے دنیا کی بڑی سے بڑی مصیبتیں کچھ نہیں ہوتیں وہ برملا کہتا ہے۔

ے ادھر آؤ ظالم ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

اسے کسی کی مخالفت کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔

ے سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہئے
مدنظر تو مرضی جانانہ چاہئے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہئے کیا کیا نہ چاہئے

ے اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

وہ دنیا کی عقل کو یوں تحدی (چیلنج) کرتا ہے

؎ سمجھ کر اے خرد اس دل کو پابند علائق کر

یہ دیوانہ اڑا دیتا ہے ہر زنجیر کے ٹکڑے

اللہ کے بندے کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ ساری دنیا مخالف ہوجائے تو کوئی پروا نہیں بس میرا اللہ میرے ساتھ رہے، اس لئے اس کا درد اور فکر بڑھتی جاتی ہے کہ کہیں میرا اللہ ناراض نہ ہوجائے، اگر میں نے لوگوں کو نہ روکا تو میں بھی دنیا و آخرت کے عذاب میں برابر کا شریک ہوں گا اس لئے گناہوں سے روکنے کی وجہ سے لوگ اس کی مخالفت کریں گے اور اللہ کی نافرمانیوں سے باز نہیں آئیں گے تو یہ انہیں زبردستی روکے گا، اس کے دل کا درد اسے چین سے بیٹھنے نہیں دے گا۔

بڑی تکلیف سے بچانے والی چھوٹی تکلیف رحمت:

اگر کوئی شخص کھڈے میں گر رہا ہو یا تنور میں چھلانگ لگا رہا ہو یا سمندر میں کود رہا ہو اور وہ نرمی سے سمجھانے سے نہیں مانتا تو اسے زبردستی پکڑ کر روکیں گے، پکڑنے سے بھی نہیں رکتا تو تھپڑ لگا کر روکیں گے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک بار انہوں نے دیکھا کہ ان کا چھوٹا سا بچہ مکان کی چھت پر چڑھ کر منڈیر پر پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوا ہے، ہم بہت گھبرائے کہ ابھی اوپر سے گرا اور مرا، میں جلدی جلدی اوپر اس طرح چڑھا کہ اسے آہٹ بھی محسوس نہ ہو ورنہ وہ اچانک پیچھے دیکھتا تو گر جاتا، دبے پاؤں پہنچا اور پیچھے سے پکڑ کر زور سے کھینچا، وہ پیچھے کو گرا چھت کے فرش پر اس کا سر بہت زور سے لگا، چیخیں نکل گئیں، کوئی احمق دیکھتا تو وہ یہی کہتا کہ یہ ابا بڑا ظالم ہے بیٹے کو اتنے زور سے کھینچا کہ اس کے سر میں چوٹ لگ گئی چھوٹا سا معصوم بچہ رونے لگا لیکن عقلمند سمجھتا ہے کہ اگر یہ چوٹ نہ لگاتے تو جان ہی جاتی، چھوٹی تکلیف بڑی تکلیف سے بچنے کا

ذریعہ بن گئی اس لئے یہ تکلیف بھی رحمت ہے۔

اللہ تعالیٰ یہ درد عطاء فرمادیں، اپنے بھائیوں کو جہنم سے نکالنے کے لئے ایسا درد ہوا ایسا درد کہ اگر یہ آسانی سے جہنم سے نہیں نکلتے تو زبردستی نکالو اس دوران کہیں چوٹ بھی لگ جائے تو پروا نہیں جہنم سے تو بچ جائیں گے، اس لئے یہ چوٹ بہت بڑی رحمت ہے۔

نجات گناہوں سے بچنے بچانے میں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کی حدود پر قائم اور ان میں مداہنت کرنے والے کی مثال اس قوم کی طرح ہے جنہوں نے سمندر میں ایک کشتی پر قرعہ اندازی کی تو ان میں سے بعض کو اوپر کا حصہ ملا اور بعض کو نیچے کا حصہ ملا، نچلے حصے والے پانی پینے کے لئے اوپر چڑھتے تو وہ اوپر والوں پر پانی گرادیتے، اوپر والوں نے کہا کہ ہم تمہیں نہیں آنے دیں گے تم اوپر چڑھ کر ہمیں تکلیف دیتے ہو، نیچے والوں نے کہا کہ ٹھیک ہے ہم کشتی کے نیچے سوراخ کر کے وہیں سے پانی لے لیں گے۔ اگر اوپر والوں نے ان کے ہاتھ پکڑ کر انہیں سوراخ کرنے سے منع کیا تو سب لوگ بچ جائیں گے اور اگر چھوڑ دیا تو سارے ڈوبیں گے۔'' (بخاری وترمذی)

اگر اوپر کے طبقے کے لوگ احمق ہوں تو وہ کہیں گے کہ اگر یہ سوراخ کرتے ہیں تو اپنے طبقے میں کرتے ہیں ہمارے طبقے میں تھوڑا ہی کر رہے ہیں وہ ان کو پکڑیں گے نہیں کچھ نہیں کہیں گے اور اگر اوپر کے طبقے کے لوگوں میں کچھ عقل ہوگی تو وہ ان سے کہیں گے کہ ہاں آپ اوپر آجایا کریں، پانی لیں آئیں جائیں ہمارے جسموں کے اوپر سے گزریں مگر للہ سوراخ نہ کریں۔ محبت سے نرمی سے سمجھ جائیں تو ٹھیک ہے اور اگر وہ

کہیں کہ نہیں ہم تو سوراخ کریں گے تو پھر یہ ڈانٹ کر کہیں گے نالائقو! سب ڈوب جائیں گے ایسا مت کرو، ڈانٹنے سے بھی باز نہیں آتے تو ہاتھوں سے پکڑیں گے کہ سوراخ مت کرو، ہاتھوں سے پکڑنے سے بھی باز نہیں آتے چھڑا کر پھر سوراخ کرنا شروع کر دیا تو پھر اوپر کے طبقے والے ٹھکائی لگائیں گے ٹھکائی لگا لگا کر روکیں گے سوراخ نہیں کرنے دیں گے، ہم مر جائیں یا تم مر جاؤ سوراخ نہیں کرنے دیں گے اس طرح تو سارے کے سارے غرق ہو جائیں گے ہم بھی اور تم بھی اس کی بجائے اگر دو چار تمہارے مر جائیں دو چار ہمارے شہید ہو جائیں تو کوئی بات نہیں۔ بات عقل میں آ رہی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات آج کل کے مسلمان کی عقل میں نہیں آ رہے، ایمان تازہ کریں تو عقل میں آئیں گے ویسے کہاں عقل میں آئیں گی یہ باتیں۔

اللہ کی محبت کی علامت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ’’اللہ تعالیٰ عزوجل نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں فلاں شہر کو ان کے رہنے والوں پر الٹ دو۔ انہوں نے کہا اے میرے رب! ان لوگوں میں تیرا ایک فلاں بندہ ایسا ہے جس نے پلک جھپکنے بھر بھی تیری نافرمانی نہیں کی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ اس پر بھی اور دوسرے لوگوں پر بھی اس شہر کو الٹ دو اس لئے کہ لوگوں کے گناہ دیکھ کر میری خاطر کبھی بھی اس کے چہرے پہ بل نہیں پڑا۔‘‘ (بیہقی، شعب الایمان)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جسے تم ولی اللہ سمجھ رہے ہو یہ بھی برابر کا مجرم ہے اسے بھی ساتھ ہی تباہ کرو۔ یہ کون سی محبت ہے کہ لوگ محبوب کی مخالفت کریں، نافرمانی کریں اور اس عاشق صاحب کے چہرے پر تغیر بھی نہ آئے یہ محبت کی کون سی قسم ہے؟

گناہوں کی چاٹ چھڑانا بہت مشکل:

گناہوں سے روکنا کوئی معمولی بات نہیں، گناہ کی چاشنی اور مزا جب لگ جاتا ہے تو پھر وہ بہت مشکل سے چھوٹتا ہے جیسے سندھ کی بلی اور مکے کے بلے کا قصہ ہے۔

سندھ کی بلی اور مکے کا بلا:

میری ابتداء جوانی کا قصہ ہے تقریبا ۲۴، ۲۵ سال عمر ہوگی، کام کی باتیں بحمد اللہ تعالیٰ مجھے یاد رہ جاتی ہیں۔ ایک چھوٹی سی لٹیا میں ہم بچے کے لئے دودھ رکھا کرتے تھے، چونکہ اس میں دودھ کی خوشبو آجایا کرتی تھی اس لئے اس کو خوب اچھی طرح دھوکر رکھا کرتے لیکن اوپر سے ڈھانپتے نہیں تھے تا کہ ہر قسم کی بو نکل جائے پھر صبح دوبارہ دھوکر استعمال کرتے تھے۔ ایک بار رات کو بلی آئی وہ دیکھ بھی رہی ہے کہ اس میں کچھ بھی نہیں، بلی کی نظر بھی خاصی تیز ہوتی ہے، اندھیرے میں بھی اسے اچھی طرح نظر آتا ہے، دیکھ رہی ہے کہ لٹیا کے اندر کچھ نہیں لیکن ذرا سی بو محسوس ہوئی بس اسی کی ہوس میں مست ہوگئی جیسے آج کا مسلمان مال کی محبت میں مست ہے۔ بلی نے اس میں منہ ڈالنا چاہا تو وہ گھس نہیں رہا تھا اس لئے کہ لٹیا کا منہ تنگ تھا آخر زور سے منہ گھسیڑ ہی دیا مگر پھر نکل نہیں رہا، اچھل کود رہی ہے، کھٹ کھٹ کی آواز سن کر ہم بھی پریشان ہوئے، دیکھا تو بلی رقص کر رہی ہے اسے پکڑا اور کھینچ کر بڑی مشکل سے نکالا۔ ہم نے سوچا کہ اسے اچھی خاصی سزا مل چکی ہے دوبارہ یہاں نہ آئے گی لیکن دوسری رات پھر پہنچ گئی اور اسی طرح سر گھسیڑ کر پھر پھنسا لیا، اب ہم نے سوچا اسے بقدر ضرورت سزا ملنی چاہئے یوں باز نہ آئے گی، جو شخص بنوٹ جانتا ہو وہ مارنے کا بھی تجربہ رکھتا ہے، پوری طرح ناپ تول کر مارتا ہے نہ کم نہ زیادہ، میں نے بھی تول کر پورے اندازے سے اسے چند تھپڑ رسید کئے کہ اس کی اصلاح ہوجائے آیندہ کسی کو نہ ستائے لیکن تیسری رات وہ پھر آگئی اور وہی تماشا شروع کیا، ہم لوگ حیران کہ قدرت

کی طرف سے بار بار سزا مل رہی ہے ہم بھی گوشمالی کر دیتے ہیں مگر باز نہیں آتی آخر ہم نے ہی ہار مان لی اور لٹیا کی جگہ تبدیل کر دی، وہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ چھپا کر رکھنا شروع کر دیا تو کہیں یہ مصیبت ٹلی۔

اب مکے کے بلے کا قصہ بھی سن لیجئے! یہ تو ابھی آٹھ دس سال کی بات ہے۔ میں مسجد حرام سے اپنے میزبان کے ساتھ گاڑی پر ان کے گھر آ رہا تھا، راستے میں دیکھا کہ لوگوں کا ہجوم ہے قریب آئے تو دیکھا کہ ایک بلا لوٹے میں سر پھنسائے اسی طرح اچھل کود رہا ہے لوگ اسے دم سے پکڑ کر کھینچ رہے ہیں وہ نکل ہی نہیں رہا عجیب تماشا بنا ہوا ہے، میزبان صاحب نے گاڑی روک لی کہنے لگے کہ اس قسم کے موقع پر عرب لوگ عجیب اور نئے الفاظ بولتے ہیں ان کی لغت سیکھنے کے لئے یہ کلمات میں ڈائری میں لکھ لیا کرتا ہوں اس لئے گاڑی روک لی ہے، میں نے کہا ٹھیک ہے آپ وہ الفاظ سیکھ لیں میں بھی اس واقعہ سے ایک نیا سبق سیکھ رہا ہوں۔ سندھ کی بلی اور مکے کے بلے سے اندازہ کر لیجئے مسلمان کو گناہوں کی چاٹ اور ہوس اس بلے اور بلی سے کہیں بڑھ کر ہے، کچھ بھی ہو جائے یہ گناہ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں، اس لئے گناہوں کا چھوڑنا چھڑوانا بہت مشکل ہے بہت مشکل، جب تک زبردستی نہیں چھڑائیں گے یہ چھوڑیں گے نہیں۔

طالبان کے سبق آموز قصے:

طالبان سے سیکھیں گناہ کیسے چھڑائے جاتے ہیں، اس بارے میں چند قصے بھی سن لیجئے:

❶ ایک قصہ تو قندھار کے گورنر ملا محمد حسن کا ہے۔ امارت اسلامیہ قائم ہوئی تو انہوں نے یہ قانون نافذ کیا کہ رکشے میں پردہ نہ لگائیں تا کہ پتا چلے کہ اندر کوئی عورت اکیلی تو نہیں، رکشے میں اکیلی عورت کا بیٹھنا ممنوع ہے، پردہ نہ لگائیں تا کہ نگراں کو پتا چلے۔

جب یہ قانون نافذ کیا تو رکشوں والوں نے ہڑتال کردی۔ آج کل تو دوسری حکومتوں میں یہی ہوتا ہے کہ ہڑتال کرو، ہڑتال کرو، ہڑتال کر کے حکومت کے گھٹنے ٹکا دیتے ہیں، ان کو یہی خیال تھا کہ یہ امارت اسلامیہ بھی گھٹنے ٹیک دے گی، تجربہ نہیں تھا کہ حکومت اسلامیہ کیسی ہوتی ہے، گورنر صاحب نے رکشوں والوں کو بلوا کر کوڑے لگوائے اور بڑا نسخہ یہ استعمال کیا کہ سر مونڈ کر چھوڑ دیا، میں نے یہاں سے پیغام بھیجا کہ ان کے سر مونڈنے کے بعد ایسا تیل لگائیں کہ کبھی بھی بال پیدا نہ ہوں اور اس میں ہم آپ کی مدد کریں گے یہاں سے ایسا تیل بنوا کر بھجوادیں گے، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یادگار رہے کہ یہ ہے جس نے حکومت اسلامیہ کے خلاف ہڑتال کی تھی، ٹوپی بھی پہننے کی اجازت نہ ہو گنجے پھرتے رہیں اور اعلان ہوتا رہے۔ واہ! امارت اسلامیہ ارے واہ! ملا محمد حسن واہ! اللہ تیرے درجات بلند کرے۔

❷ یہاں سے کوئی ڈاڑھی منڈا چلا گیا، اس نے سمجھا وہاں بھی ایسی عورتیں ہوں گی جیسی یہ ہے، طالبان نے پوچھا کہ ڈاڑھی کیوں منڈاتے ہو؟ وہ کہتا ہے یہ تو میرا نجی کام ہے، آج کل کے مسلمان سے گناہ کے بارے میں کہا جائے کہ گناہ کیوں کرتے ہو تو وہ یہی جواب دیتا ہے کہ یہ تو میرا نجی کام ہے، اس پر کسی کو کچھ کہنے کا کوئی حق نہیں، ڈاڑھی منڈے سارے یہی کہتے ہیں بلکہ جتنے بھی گناہ ہیں سب کے بارے میں لوگ یہی کہتے ہیں کہ یہ تو ہمارا نجی کام ہے اس میں کسی کو دخل دینے کا کیا حق ہے؟ وہاں تجربہ ہو گیا، طالب نے لگایا کھینچ کر تھپڑ اور ڈانٹ کر کہا: "تیرا نجی کام ہے یا اللہ کا حکم ہے؟ تیری حکومت ہے یا اللہ کی حکومت ہے؟" دماغ روشن ہو گیا، ایسا روشن دماغ تھپڑ لگا کہ ایک ہی سے دماغ درست ہو گیا دوسرا لگانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

❸ کوئی عورت جارہی تھی اس نے چادر تو اوڑھ رکھی تھی مگر برائے نام، طالب نے دیکھ لیا کہ صحیح طریقے سے پردہ نہیں کیا ہوا، اس نے جا کر لگایا ایک کوڑا، وہ عورت بھی وہیں کی تھی پتھریلے علاقے کی، اس کو آ گیا جوش چادر اتار کر پھینک دی اور طالب کو

تحدی کردی چیلنج کردیا کہ اب مجھے چادر پہنا کر دکھا، لگالے زور اپنا نہیں پہنوں گی، وہ تھا طالب امارت اسلامیہ کا اس نے جو کوڑے برسانے شروع کیے تو لیٹ گئی، لیٹ کیا گئی لٹا دیا کوڑوں نے پھر جب اور بھی کچھ لگے تو ہاتھ باندھ کر کہتی ہے: ''رور، رور'' رور بھائی کو کہتے ہیں، وہ جو پشتو میں کہہ رہی تھی میں نے اس میں سے صرف یہی ''رور'' کا لفظ یاد کرلیا ہے آگے اس کا ترجمہ کررہا ہوں۔ رور معاف کردے او رور معاف کردے، معاف کردے وہ میری چادر پکڑا دے اب میں اوڑھوں گی۔ وہ کہتا ہے میں کیوں پکڑاؤں؟ اتاری تو تو نے خود ہے، خود پھینکی ہے خود اٹھا خود اوڑھ۔ اٹھی، اتنے کوڑے لگ چکے تھے لیکن پھر بھی مرتی مرتی اٹھی چادر لی اور چلی۔ گناہ ایسے چھڑوائے جاتے ہیں بھائی بھائی کہنے سے گناہ تھوڑا ہی چھوٹتے ہیں۔

مداھن کی پہچان:

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص بھائیوں میں محمود ہو بھائی اس کی تعریف کریں کہ یہ بھائی ہمارا بہت اچھا ہے، پڑوسیوں میں محبوب ہو پڑوسی اس سے محبت کریں کہ یہ بہت ہی اچھا ہے، فرمایا اغلب یہ ہے کہ وہ مداھن ہے مداھن، سمجھ لو کہ اللہ کی حدود پر قائم نہیں، اپنی دوستی کی خاطر لوگوں کو راضی کرنے کی خاطر خود بھی جہنم میں جارہا ہے دوسروں کو بھی جہنم میں پھینک رہا ہے۔

مداھن کے معنی:

مداھن کے معنی ہیں تیل لگانے والا، اللہ تعالیٰ کے باغیوں کو نافرمانوں کو دیکھ کر اگر انہیں روکنے کی کوشش نہیں کرتا تو اس کو شریعت میں مداھن کہا جاتا ہے، یہ اللہ کے باغیوں کو، نافرمانوں کو اللہ کے دشمنوں کو تیل لگاتا ہے، ان سے نرم نرم باتیں کرتا ہے کیونکہ اس کا خیال یہ ہوتا ہے کہ اگر ان سے کوئی سخت بات کردی تو یہ لوگ اس کے دشمن ہوجائیں گے نقصان پہنچائیں گے، یہ لوگوں کی طاقت کو اللہ کی طاقت سے زیادہ

سمجھتا ہے۔

❻ وقت کی قدر:

تنبیہات زیادہ کرنے کی چھٹی وجہ یہ ہے کہ میری عمر زیادہ ہوگئی ہے اس لئے فکر بڑھ رہی ہے کہ اپنے زیادہ سے زیادہ بھائیوں کو جہنم سے نکالنے کی کوشش کروں یہ فکر بڑھ رہی ہے، جیسے جیسے عمر بڑھ رہی ہے وطن قریب آرہا ہے، ویسے تو کچھ معلوم نہیں کس کی زندگی کب تک ہے، کئی بچے ماں کے پیٹ میں مرجاتے ہیں، مرتے ہیں پہلے، پیدا ہوتے ہیں بعد میں، کئی پیدا ہوتے ہی مرجاتے ہیں، کوئی ایک دو دن میں دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے، سارے مراحل آئے دن نظروں کے سامنے آتے رہتے ہیں، اس کے بعد دوسرا مرحلہ ہوتا ہے جسے طبعی عمر کہتے ہیں تقریباً ساٹھ سال، یہ عمر طبعی شمار ہوتی ہے، جس کی عمر ہوجائے ساٹھ سال تو کہتے ہیں عمر طبعی کو پہنچ گیا ہے۔ جن کو آخرت کی فکر نہیں، دنیا کے عاشق ہیں وہ تو مختلف طریقوں سے تسلی دیتے رہتے ہیں۔ کسی کی عمر ہوجائے ساٹھ سال اگر وہ کہے کہ ساٹھ سال کا ہوگیا ہوں بس دنیا سے جانے کے دن قریب ہیں تو کہتے ہیں نہیں نہیں۔ ''ساٹھا پاٹھا'' ابھی تو آپ پٹھے ہیں پٹھے، اور زیادہ گناہ کرلو کوئی بات نہیں۔ جب میری عمر باسٹھ سال ہوگئی تو رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تو ہوئی تریسٹھ سال اس کے قریب قریب تو میری عمر ہوگئی اس سے زیادہ دنیا میں رہتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے کس منہ سے زیادہ رہیں، پھر یہ سوچتا تھا کہ چلئے جتنے لمحات مل رہے ہیں یہ رونگے کے ہیں، رونگا تو سمجھتے ہوں گے؟ اب تو شاید رہا یا نہیں، پہلے زمانے میں دکاندار سے کوئی چیز خریدتے مثلاً چنے لے لیں، چنے کچھ کھایا بھی کریں چنے کھانے سے جہاد کی قوت بڑھتی ہے۔ کسی سے چنے لئے پچیس گرام اس نے دے دیئے پھر کہتے ہیں ذرا سا رونگا بھی دے دیں یعنی تھوڑے سے اٹھا کر اور بھی ڈال دیں، یہ رونگا ہے۔ چائے نہ پیا کریں چائے پینے

سے سب کچھ بگڑ جاتا ہے چنے کھایا کریں اور پھر جہاد کریں۔

طبعی عمر ہوتی ہے تقریباً ساٹھ پینسٹھ سال وہ بھی گزر گئی، زندگی اور لمبی ہوگئی پھر جب اللہ تعالیٰ نے جہاد کے مواقع مقدر فرمائے اس کے بعد سے تو یہ خیال ہوتا ہے کہ زندگی اور لمبی ہوجائے اور لمبی ہوجائے، زیادہ سے زیادہ زندگی ہوجائے، اتنی زندگی ہوجائے کہ میں اپنے اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت اپنی حیات میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں، اللہ کرے جلدی سے جلدی کام نمٹ جائے تو پھر ہم بھی جلدی سے جلدی وطن پہنچ جائیں دنیا میں رہنا کیوں ہے۔

ع زندگی ہو تو بر در محبوب

زندگی ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے کاموں میں لگائے رکھیں جب اس کے کاموں کی ضرورت نہ رہے تو پھر سفر ختم پھر چلیں وطن پھر یہاں رہ کر کیا کریں گے۔

مسلمان کی شادی:

پچھتر سال کی عمر کا قصہ ہے کہ مدینہ منورہ میں ''مستشفی الاحد'' حکومت کا بہت بڑا ہسپتال ہے، وہاں کے ایک ڈاکٹر نے مجھ سے بڑے پرتپاک لہجہ میں اچھل کر کہا:

﴿انت شاب فتزوج﴾

ترجمہ: ''آپ جوان ہیں شادی کیجئے۔''

مجھے یہ خیال ہوا کہ مسلمان کی شادی تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت مل جائے اس لئے جیسے ہی انہوں نے جوش سے کہا تو مجھے بھی جوش اٹھا میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا یکدم اچھل کر کھڑا ہوگیا جیسے بنوٹ کے میدان میں نکلتا ہوں، آپ لوگوں نے تو کبھی دیکھا ہی نہیں، کبھی دیکھتے تو طوطے اڑ جاتے پھر واپس بھی نہ آتے، میں نے کھڑے ہو کر بڑے جوش سے جواب دیا:

﴿اتزوج دحین فی مدینة الرسول صلی الله علیه

وسلم﴾

ترجمہ: ''ابھی مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں شادی کرتا ہوں، ابھی کرتا ہوں، وقتی طور پر تو ایک جوش ظاہر ہوگیا کہ شادی ہے محبت الٰہیہ کی، پھر اس کے بعد خیال آیا کہ محبت کا صرف دعویٰ تو کافی نہیں محبت کے لئے کچھ پیش بھی تو کرنا ہے۔''

عشق کی کسوٹی:

لیلیٰ مجنوں کے لئے پیالے میں مالیدہ بھیجا کرتی تھی کوئی مصنوعی مجنوں پیالہ لے کر کھا جاتا، مجنوں تو بیٹھا رہتا تھا کہیں ایک طرف کونے میں سر جھکائے، تصور ہی میں لیلیٰ کو دیکھتا رہتا تھا، دوسرا حلوا خور عاشق مالیدہ کا پیالہ پکڑ لیتا اور کھا جاتا، لیلیٰ سمجھتی کہ مجنوں کھاتا ہے۔ ایک دن لیلیٰ کو پتا چل گیا کہ یہ تو کوئی دوسرا ہے، اس نے خالی پیالے کے ساتھ خنجر رکھ کر بھیج دیا اور یہ کہلوادیا کہ لیلیٰ نے کہا ہے کہ آج تھوڑا سا خون چاہئے! مصنوعی مجنوں نے جب یہ بات سنی تو کہنے لگا کہ خون دینے والا مجنوں وہ کونے میں سر جھکائے بیٹھا ہے۔

اللہ کی محبت خون مانگتی ہے:

یہی حال آج کے مسلمان کا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرمارہے ہیں:

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۝﴾ (۳-۱۴۲)

کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ تمہیں اللہ کی محبت مل گئی اور یہ محبت تمہیں جنت میں لے جائے گی حالانکہ اللہ تعالیٰ کو تم لوگوں نے یہ تو دکھایا ہی نہیں کہ جہاد کیا ہوتا ہے؟ جہاد کیا ہے؟ اللہ کی راہ میں قتل وقتال کیا ہے؟ اللہ کی راہ میں ''بزن وبکش'' کی لذت کیا ہے؟ ارے! یہ دو جملے یاد کرلیں۔

ع شاید کہ اتر جائے کسی دل میں مری بات

"بزن وبکش" مار اور اڑا، گردن پر مار تلوار اور اڑا، یہ منظر تو تم لوگوں نے ابھی دکھایا ہی نہیں دکھانا تو دور دیکھا بھی نہیں اور سمجھتے ہو کہ اللہ کی محبت مل گئی۔

میدان جہاد میں تمام مسائل کا حل:

اسی رمضان میں کراچی سے اور باہر ملتان وغیرہ سے بھی لوگ بار بار کہتے رہے کہ ہمارا ایک استفتاء ہے اس کا جواب ہمیں جلدی چاہئے، میں کہتا رہا کہ دوسرے دارالافتاء بھی تو ہیں وہاں سے پوچھ لیں تو کہتے ہیں نہیں! آپ ہی سے چاہئے، ملتان والوں سے کہا کہ ملتان میں تو بہت بڑا دارالافتاء ہے وہاں سے فتویٰ لے لیں، کہتے ہیں: انہوں نے ہی تو کہا ہے کہ آپ سے فیصلہ لکھوائیں! میں نے کہا یہاں کے اساتذہ بھی مفتی بھی رمضان میں سب جہاد پر جاتے ہیں۔ وہ کئی دن تک فون کرتے رہے کہ آپ ہی سے لکھوانا ہے بالآخر کئی دن ایسے گزر گئے پھر میں نے کہا کہ یہاں کے مفتی حضرات محاذ پر گئے ہوئے ہیں آپ بھی محاذ پر چلے جائیں میں ذمہ لیتا ہوں کہ آپ کے جتنے مسائل ہیں سارے حل ہو جائیں گے جب میں نے یہ کہا تو اس کے بعد ایک فون بھی نہیں آیا، نہ کراچی سے نہ ملتان سے، بالکل خاموش۔

میری شادی کیا ہے؟

جب تک جان لینے دینے کے حوصلے پیدا نہیں ہوتے یہ محبت کسی کام کی نہیں اس لئے جب ڈاکٹر نے کہا کہ شادی کریں تو مجھے خیال آیا کہ میری شادی تو یہ ہے کہ میری حیات میں امریکا فتح ہو جائے، شادی کے بعد اس سے بھی زیادہ خوشی کا مرحلہ ہوتا ہے رخصتی، وہ یہ ہے کہ پوری دنیا پر میرے اللہ کی حکومت ہو جائے یہ میری رخصتی ہے۔ میرے لئے دعاء کیا کریں، حج پر جانے والوں سے بھی کہتا ہوں کہ وہاں جا کر میرے لئے یہ دعاء کریں کہ میری حیات میں یہ کام ہو جائے۔

بات یہ ہو رہی تھی کہ جب عمر ہو جاتی ہے زیادہ پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ اتنی لمبی عمر تو ہو گئی اب دنیا سے جانے کا اور وطن پہنچنے کا وقت بہت قریب ہے اس لئے لحات زندگی کو غنیمت سمجھیں، اللہ کے بندوں کو جہنم سے نکالنے کی کوشش تیز تر کردیں۔ کوئی شخص بیرون ملک کمانے گیا ہو، ویزا کی مدت ختم ہونے کے قریب ہے، تازہ تازہ جاتا ہے تو شاید کچھ زیادہ توجہ نہ ہو چلئے بہت وقت پڑا ہے کماتے رہیں گے ابھی تو ذرا تھوڑے سے مزے کرلو سیر و تفریح کرلو پھر جب ویزا ختم ہونے میں تھوڑے دن رہ گئے تو کتنی فکر ہوتی ہے، گھر کو چھوڑا، وطن کو چھوڑا، عزیز و اقارب کو چھوڑا، اتنی دور دوسرے ملک میں پڑے ہوئے ہیں ویزا کے دن رہ گئے ہیں بہت تھوڑے سے، کیا کمایا؟ یہ تمنا لے کر آئے تھے کہ کما کر بہت سی رقم لے جائیں گے پھر اپنے وطن جا کر بہت بڑا محل بنائیں گے، بہت بڑی تجارت کریں گے، ویزا کے دن تھوڑے سے رہ گئے تو اسے کتنی فکر ہوگی ایک ایک لحہ بہت قیمتی، ارے کچھ بنالو، بنالو مدت تو رہ گئی بہت تھوڑی سی کماؤ خوب کماؤ، کچھ وقت غفلت میں گزر گیا تو جو وقت باقی ہے اس میں اس کی بھی کسر نکال لو اور کوشش کرو، اور کوشش کرو۔

اشرفیوں کو ضائع نہ کریں:

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت مولانا اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے فرمایا کہ آج عربی میں بات کریں گے، میں نے عرض کیا بہت اچھا، پھر فرمایا کہ آپ نے اس کی وجہ تو پوچھی ہی نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ بتادیں تو فرمایا کہ عربی بولیں گے تو بات مختصر ہوگی وقت کم خرچ ہوگا۔ یعنی عربی بولنے میں زیادہ روانی نہ ہونے کی وجہ سے بات کم ہوگی۔

پھر فرمایا: ہماری مثال ایسے شخص جیسی ہے جس کی تھیلی میں بہت سی اشرفیاں

ہوں، وہ ایسے ہی ضرورت بلاضرورت ذرا ذرا سی بات پر مٹھی بھر بھر کر نکالتا رہا، کچھ ادھر نکال دیں، کچھ ادھر نکال دیں، بلا سوچے سمجھے اڑا ڈالیں بعد میں دیکھتا ہے کہ تھیلی بہت ہلکی سی رہ گئی، اب اسے عقل آئی کہ اگر میں ایسے ہی اڑاتا رہا تو کل کے لئے میرے پاس کیا بچے گا پھر کسی کا دست نگر رہوں گا، خزانہ تو خالی ہوجائے گا پھر میرا کیا بنے گا۔ اب یہ بہت سوچ سوچ کر اشرفی نکالے گا بہت احتیاط سے گن گن کر سوچ سمجھ کر تھوڑا تھوڑا خرچ کرے گا، ہماری عمر کے دن تو ایسے چلے گئے، تھوڑے سے دن رہ گئے انہیں خرچ کرنے کیلئے بہت سوچنا پڑتا ہے کہ کہاں خرچ کریں۔

علماء کو عربی بولنے میں زیادہ روانی نہ ہونے کی وجہ:

انگریزی پڑھنے والوں کو انگریزی بولنے میں مہارت حاصل کرنا ان کے مقاصد میں سے ہے، جس کی دو وجہیں ہیں:

❶ دوسروں پر رعب بٹھانا کہ دیکھو ہم انگریز ہیں، کچھ نہ کچھ انگریزی بولتے ہیں اور کچھ نہ سہی تو ''سوری'' ہی کہہ دیں گے۔

❷ دوسرا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کہیں دفتروں میں جائیں گے یا بیرون ملک جائیں گے تو ملازمت آسانی سے مل جائے گی۔

اس لئے یہ تو غلط سلط انگریزی بہت بولتے ہیں، جیسی تیسی غلط سلط ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولتے ہی رہتے ہیں۔ مگر مدارس عربیہ میں پڑھنے والوں کا مقصد عربی بولنا نہیں ہوتا ان کا مقصد ہوتا ہے قرآن اور حدیث کو سمجھنا جو بولنے کی مشق پر موقوف نہیں اس کے لئے اتنا کافی ہے کہ عربی سمجھنے میں مہارت ہوجائے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں، حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی باتیں خوب اچھی طرح سمجھ جائیں، اس کے لئے پندرہ علوم میں مہارت حاصل کرنا ضروری ہے، علماء کے پیش نظر بس یہی مقصد ہوتا ہے، قرآن وحدیث اور فقہ کے سمجھنے میں مہارت اور

بات ہے اور عربی بولنے میں روانی اور بات ہے دونوں میں فرق ہے۔ مدارس دینیہ میں عربی بولنے کی مشق کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی جاتی، انہیں اپنا رعب تو کسی پر بٹھانا نہیں ہے، میں نے دیکھا ہے کہ انگریزی دان لوگ جب کسی پر اپنا رعب بٹھانا چاہتے ہیں تو انگریزی بولتے ہیں، مثلاً کسی سے جھگڑا ہوتا ہے تو رعب بٹھانے کے لئے شروع میں انگریزی بولتے ہیں ایسے ہی رعب بٹھانے کے لئے تاکہ وہ سمجھے کہ یہ انگریز کا پٹھا ہے، پھر جب لڑائی کچھ تیز ہوجاتی ہے تو انگریزی بھول جاتے ہیں اپنی زبان میں شروع ہوجاتے ہیں۔

علماء کو عربی زبان بولنے کی مشق کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ کسی پر رعب تو بٹھانا نہیں ہے اور عربی بول کر کوئی ملازمت حاصل کرنا بھی مقصود نہیں، پندرہ علوم میں مہارت حاصل کرنے سے ان میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باتیں اور حضرات فقہاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کی باتیں سمجھنے کی وہ صلاحیت پیدا ہوگئی کہ عربی بولنے کے بڑے بڑے ماہران کی خاک تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ علوم میں ایسی مہارت حاصل کر لیتے ہیں مگر عربی بولنے میں مہارت حاصل نہیں کرتے کیونکہ مقصد نہیں کوئی فائدہ ہی نہیں کیوں بولیں، ابوجہل تو عربی بولنے کے بڑے بڑے ماہرین سے بھی زیادہ بہتر عربی بولتا تھا اسکے باوجود ابوجہل ہی رہا صرف عربی بولنے سے کام تھوڑا ہی چلے گا۔

پانچ چیزوں سے پہلے پانچ کو غنیمت سمجھو:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿اغتنم خمسا قبل خمس، شبابك قبل هرمك وصحتك قبل سقمك وغناك قبل فقرك وفراغك قبل شغلك وحياتك قبل موتك﴾ (ترمذی)

پانچ حالتیں آنے سے پہلے پانچ نعمتوں کو غنیمت سمجھو:

❶ شبابك قبل هرمك:

بڑھاپے سے پہلے جوانی کو غنیمت سمجھئے، جوانی میں انسان جیسے دنیا کے کام زیادہ کرسکتا ہے ایسے ہی آخرت کے کام بھی جوانی میں زیادہ کرسکتا ہے، جوانی میں آخرت کی نعمتیں کمائیں، تلاوت جتنی جوانی میں ہوسکے گی بڑھاپے میں نہیں ہوسکے گی، نماز جتنی جوانی میں پڑھ سکتے ہیں بڑھاپے میں نہیں پڑھ سکیں گے، جہاد جتنا جوانی میں ہوسکتا ہے بڑھاپے میں نہیں ہوسکے گا۔

سب سے بڑی عبادت:

سب سے بڑی عبادت ہے اپنے نفس کو گناہوں سے روکنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿اتق المحارم تكن اعبد الناس﴾ (ترمذی)

ناجائز کاموں سے بچو، اگر ناجائز کاموں سے بچتے ہیں تو پوری دنیا سے بڑے عابد ہیں، جوانی میں ناجائز کاموں سے بچنا مشکل ہے اسی لئے جوانی میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے والے کے لئے اتنی بڑی بشارت ہے کہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ اسے اپنی خاص رحمت کے سائے میں جگہ دیں گے جب اور کوئی سایہ نہیں ہوگا اور لوگ پسینوں میں ڈوب رہے ہوں گے (مالک، بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی)

جوانی میں گناہوں سے بچنے والوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد سنئے:

﴿لولا شباب خشع و بهائم رتع و شيوخ ركع و اطفال رضع لصب عليكم العذاب صبا﴾ (كشف الخفاء)

فرمایا اگر چار قسم کی مخلوق نہ ہوتی تو گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دنیا میں ایسا

عذاب بھیجتے کہ پوری دنیا کو تباہ کردیتے اللہ کو اپنی چار قسم کی مخلوق پر رحم آتا ہے اس لئے دنیا میں اتنا بڑا عذاب نہیں بھیجتے، کبھی کہیں نصیحت کے لئے کچھ عذاب بھیج دیتے ہیں ورنہ آخرت کے لئے جمع کر رکھا ہے، چاروں قسموں میں سب سے پہلے سب سے زیادہ اہم جن پر اللہ کی نظر سب سے زیادہ ہوتی ہے وہ ہیں جوانی میں گناہوں سے بچنے والے، چاروں میں سب سے پہلے ان کا ذکر فرمایا: لولا شباب خشع۔ اگر دنیا میں ایسے نوجوان نہ ہوتے جن کے قلوب میں خشوع ہے، خشوع کے معنی دب جانا، اللہ کی عظمت اور محبت کے استحضار سے ان کے دل دبے رہتے ہیں، کہیں نفس و شیطان ہم سے کوئی ایسی شرارت نہ کرادیں کہ ہمارا مالک ہم سے ناراض ہوجائے، ان کے دل دبے رہتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سب سے زیادہ ہوتی ہے، اس حدیث میں اور اس سے پہلے میں نے جو دو حدیثیں پڑھی ہیں ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوانی میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنے والوں کے جس بلند مقام کی بشارتیں دی ہیں اسے حاصل کرنے کے لئے بڑھاپے سے پہلے جوانی کو غنیمت سمجھئے، جوانی ڈھل جانے کے بعد یہ اتنا بڑا مقام حاصل کرنے کا موقع ہاتھ سے نکل جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں اللہ کے عذاب سے بچانے والی چار قسم کی مخلوق میں سے جوانی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کا سب سے پہلے ذکر فرمایا:

لولا شباب خشع۔

اس کے بعد فرمایا: وبھائم رتع۔ یعنی چوپائے، ان کا تو کوئی گناہ نہیں ان پر بھی اللہ تعالیٰ کو رحم آتا ہے کہ عذاب آئے گا تو چوپائے بھی اس میں پس جائیں گے اس لئے اللہ تعالیٰ دنیا پر عذاب نہیں بھیج رہے۔ تیسری قسم ہے: شیوخ رکع۔ وہ بوڑھے کہ بڑھاپے کی وجہ سے ان کی کمر ٹیڑھی ہوجائے۔ آج کل تو جوانوں کی کمریں بھی ٹیڑھی ہورہی ہیں، جب میں مغربی ممالک میں گیا تو دیکھا کہ وہاں لوگ جب

بیان سننے بیٹھتے تو سارے کے سارے دیواروں سے ٹیک لگا کر بیٹھتے تھے، میں انہیں کہتا تھا کہ آگے آئیں آپ لوگوں کی کمریں ٹوٹی ہوئی ہیں، چلیں جہاد پر ایک چلہ لگا کر آئیں آپ کی کمریں سیدھی ہوجائیں گی، میں انہیں یہ تنبیہ مسکراتے ہوئے ایسے لطیف انداز سے کرتا تھا کہ انہیں ناگوار نہ ہوتی تھی بلکہ خوش ہوتے تھے جیسے یہاں سب دیکھتے سنتے رہتے ہیں کہ کیسے ہنستے ہنستے میٹھی میٹھی تنبیہات کرتا ہوں، میں دیکھ رہا ہوں کہ حاضرین کے چہرے خوشی سے کھل رہے ہیں، میرے لئے یہ دعاء کیا کریں کہ یا اللہ! جہاد کے ولولے جو اٹھ رہے ہیں ان کی برکت سے میری کمر ٹیڑھی نہ ہو جب تک زندہ رہوں کمر سیدھی رہے، مجھے جھکی ہوئی کمر والوں کی فہرست میں داخل نہ فرما بلکہ "شباب خشع" میں داخل فرمادے، جوانی تو آرہی ہے نا، جہاد کی جوانی، اللہ کرے کہ آخر دم تک یہ جوانی بڑھتی رہے پھر جب شادی ہوجائے اور رخصتی بھی ہوجائے تو اللہ تعالیٰ والنشطت نشطا کی فہرست میں داخل فرما کر بلالیں (حضرت اقدس فتح امریکا کو اپنی شادی بتاتے ہیں اور پوری دنیا پر اسلام کی حکومت قائم ہونے کو رخصتی۔ جامع)

چوتھی قسم: اطفال رضع۔ دودھ پیتے بچے، وہ تو معصوم ہیں ان پر بھی اللہ تعالیٰ کو رحم آتا ہے۔ ان چار قسم کی مخلوق کی وجہ سے دنیا اللہ کے عذاب سے بچی ہوئی ہے۔

بات یہ ہورہی تھی کہ بڑھاپے سے پہلے جوانی کو غنیمت سمجھو، جوانی کو غنیمت کیسے سمجھیں؟ اس طرح کہ اسے کارآمد بنانے کی کوشش کریں، زیادہ سے زیادہ جہاد میں حصہ لیں، جن لوگوں نے جوانیاں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کیں ان پر اگر اللہ تعالیٰ کوئی ایسا عذاب مسلط فرمادیں کہ کہیں بیٹھے بیٹھے جوانی نکل جائے، کہیں کوئی حادثہ ہوجائے یا کوئی بیماری لگ جائے، بیٹھے بیٹھے کمر ٹوٹ جائے یا کینسر ہوجائے کتنے حوادث دنیا میں ہورہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر اداء کیا کریں، کوشش بھی کیا کریں اور دعاء بھی کیا کریں کہ یا اللہ! اس عمر کو اپنے بندوں پر اپنی زمین پر اپنی حکومت قائم

کرنے کے لئے قبول فرمالے۔

❷ وصحتك قبل سقمك:

بیماری سے پہلے صحت کو غنیمت سمجھو، کیسی کیسی بیماریاں آپ لوگ دیکھتے سنتے رہتے ہیں، کسی کو کوئی بیماری لگ گئی زندہ ہے مرا نہیں لیکن بیماری نے بالکل مفلوج کر کے رکھ دیا بیکار کر کے رکھ دیا کسی کام کا نہیں رہا، ایسی کوئی بیماری لگ جائے اس سے پہلے پہلے اپنی صحت کو غنیمت سمجھو۔ اس سلسلے میں بھی میرے لئے خاص طور پر یہ دعاء کرتے رہیں کہ یا اللہ! جب تک حیات مقدر ہے کوئی ایسی بیماری نہ لگے جو دین کی خدمات سے معذور کردے۔

جینا چاہوں تو کس بھروسے پر
زندگی ہو تو بر در محبوب

اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمات بند ہو جائیں تو اس زندگی کا کیا فائدہ۔

جینا چاہوں تو کس بھروسے پر
زندگی ہو تو بر در محبوب

❸ وغناك قبل فقرك:

تنگدستی سے پہلے غنا کو غنیمت سمجھو۔ اگرچہ دنیا میں حالات تو ایسے ہیں کہ مال و دولت کی فراوانی بڑھتی چلی جارہی ہے جس کا ابا ٹکے ٹکے کا محتاج تھا وہ اب کروڑوں میں کھیل رہا ہے مگر اس کے برعکس بھی قصے ہیں کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ کروڑوں پتی کنگال ہو گئے اللہ تعالیٰ عبرت کے لئے ایسے واقعات دنیا میں جاری فرماتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جتنی مالی وسعت دے رکھی ہے اسے اپنی نالائقی اور ناشکری کی بناء پر تھوڑی نہ سمجھیں، آج کل انسان تو قارون کے خزانے کا بھی مالک ہو جائے تو بھی یہی سمجھے گا کہ بہت تھوڑا ہے، ساری دنیا اس کے قبضہ میں آجائے تو بھی یہی سمجھے

گا کہ ابھی تو کچھ بھی نہیں۔ فرمایا ارے نالائقو! یہ ”نالائقو“ تو میں کہہ رہا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ نالائق نہیں فرمایا، یہ تشریح میری طرف سے ہے وہ انسان نالائق ہی تو ٹھہرا جو عبرت حاصل نہیں کرتا، اس سے بڑھ کر اور کون نالائق ہوسکتا ہے۔
فرمایا: غناك قبل فقرك۔ اللہ نے جتنا بھی رزق دیا ہو بظاہر دیکھنے میں تمہیں تھوڑا سا نظر آئے پھر بھی دنیا کے حوادث اور تغیرات سے سبق حاصل کرو، جتنا ہے اگر وہ بھی نہ رہا تو کیا ہوگا، جتنا رزق ہے اس کے سلب ہونے سے پہلے اس سے زیادہ تنگ دست ہونے سے پہلے کچھ نہ کچھ رزق اللہ کی راہ میں خرچ کیجئے آخرت کو بنائیے۔

مال کی مقدار نہیں نسبت دیکھی جاتی ہے:

ایک نسخہ بتاتا ہوں بڑا عجیب نسخہ ہے اگر تو حکم یہ ہوتا کہ ہر شخص مہینے میں اتنے سو یا اتنے ہزار یا اتنے لاکھ یا اتنے کروڑ لگایا کرے، اس میں تو کسی کو اشکال ہوسکتا تھا کہ اتنی تو کمائی ہی نہیں، کہاں سے لائیں، اللہ کے قانون دیکھئے اللہ کے قانون، اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر کیسی رحمت ہے کیسی رحمت، ایسی ایسی رحمتیں دیکھ کر بھی جو اللہ کی نافرمانی نہیں چھوڑتے ان سے زیادہ نالائق کون ہوسکتا ہے؟ کیسی رحمت ہے اللہ تعالیٰ یہ نہیں دیکھتے کہ کتنے لگائے بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ کل آمدنی کا کتنا حصہ لگایا۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے مال خرچ کرنے کی ترغیب دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آدھا مال لے گئے اور دل میں خوش ہورہے تھے کہ ابوبکر ہمیشہ مجھ پر فضیلت لے جاتے ہیں آج مجھے شاباش ملے گی میں ابوبکر پر سبقت لے جاؤں گا بڑے خوش ہورہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کتنا لائے؟ بڑی خوشی سے عرض کیا آدھا۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ کتنا لائے؟ عرض کیا سارا، تو پوچھا گھر میں کیا چھوڑا؟ عرض کیا: ترکت اللّٰہ و رسولہ۔ گھر میں اللہ اور اس کا رسول چھوڑ دیا، سب کچھ لے آئے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ

ہمیشہ کے لئے یہ بات میری عقل میں آگئی کہ ابوبکر کا مقابلہ کبھی بھی نہیں ہوسکتا۔ دیکھئے! یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں پوچھا کہ کتنے سو لائے؟ بتانے والوں نے بھی یہ نہیں بتایا کہ اتنے سو یا اتنے ہزار لائے، عمر ایک سو لائے یا ابوبکر ایک ہزار لائے، وجہ فضیلت یہ نہیں، عمر لے کر آئے کل مال کا آدھا، ابوبکر لے کر آئے کل مال، ہوسکتا ہے کہ ان کا کل مال ان کے آدھے سے بھی کم ہو، یہ نہیں دیکھا کہ مقدار کیا ہے یہ دیکھا کہ نسبت کیا ہے۔ اب سوچئے کہ اگر کسی کی آمدن دس روپے یومیہ ہے اگر اللہ کی راہ میں دس روپے میں سے ایک پیسا نکل جائے تو کیا فرق پڑے گا اور مثال سمجھ لیں: ایک روٹی کا سوواں حصہ لیجئے ایک بٹا سو تو کتنا سا آئے گا؟ اگر کسی کا پیٹ ایک روٹی سے بھرتا ہے اگر اس میں سے اتنا کم ہوجائے جتنا ایک چیونٹی کاٹ لیتی ہے تو اس کو پتا بھی نہیں چلے گا کہ کچھ کمی ہوگئی ہے، اسی طرح اگر آپ نے بازار سے کوئی چیز خریدی سو روپے کی اور کسی دوسری جگہ وہ ننانوے روپے میں مل جاتی ہے بلکہ بعض مرتبہ تو اس سے بھی زیادہ فرق ہوتا ہے، اتنی کمی جس کا احساس تک نہ ہو اس طرح کے مشاہدات تو رات دن ہو رہے ہیں تو اللہ کے بندے! اگر سو میں سے ایک روپیا تو نے جہاد کے لئے نکال دیا تو کیوں جان نکلتی ہے؟ لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ چمڑی جائے تو جائے دمڑی نہ جائے، کہتے ہیں ہم تو خود ہی بھوکے مر رہے ہیں جہاد میں کیا لگائیں، اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں:

﴿وَاَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّهۡلُکَةِ ۚ﴾

(۲-۱۹۵)

آج کا مسلمان یہ کہتا ہے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں پیسا نکالتا ہوں تو بھوکا مرجاؤں گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر جہاد میں پیسا نہیں لگایا تو تباہ ہوجاؤ گے، یہ وہی قرآن ہے جسے آپ لوگ پڑھ پڑھ کر خوانیاں کرکر کے مٹھائیاں کھاتے ہیں۔ فرمایا اللہ کے راستے میں یعنی جہاد میں خرچ کرو اگر خرچ نہیں کرو گے تو ہلاک ہوجاؤ

گے تباہ و برباد ہو جاؤ گے کافر غالب آ جائیں گے تمہاری گردنیں اڑا دیں گے، نکالو جہاد میں۔

بڑی بڑی تجارتیں تباہ ہو جاتی ہیں:

فقر آ تو سکتا ہے بڑی بڑی تجارتیں بیٹھ جاتی ہیں کام کی بات تو بتا ہی دیتا ہوں، ساتھ ساتھ عقل بھی سیکھتے جائیں، پارکر قلم کے عاشق بہت ہوں گے، آپ لوگوں میں بھی کچھ ہوں گے، ویسے آج کل کے اکثر مسلمانوں کو قلم سے کوئی مطلب ہے ہی نہیں، ایسی بیکار سی پنسلیں و نسلیں لے رکھتے ہیں، پارکر قلم بہت مشہور ہے، کسی نے بتایا کہ پارکر قلم والوں نے قلم کی تشہیر کے لئے کتاب پر برطانیہ کی ملکہ اور امریکا کے صدر کی تصویر دی ہے کہ وہ کسی ملاقات میں ایک دوسرے کو پارکر قلم کا تحفہ دے رہے ہیں، میں نے ہمیشہ پارکر استعمال کیا ہے سب سے اونچے درجہ کا، اب کچھ وقت سے وہ صحیح مل ہی نہیں رہے ایسے بیکار بیکار سے ہوگئے تو خیال ہوا کہ آخر کیا بات ہے صحیح قلم کیوں نہیں مل رہا تو پتا چلا کہ کمپنی بیٹھ گئی ہے، دس سال کے اندر اندر تین بار تو بک چکی ہے اور معیار خراب سے خراب تر ہوتا جا رہا ہے۔ یہ ایک مثال دے دی ورنہ اس قسم کے قصے تو آپ لوگوں کو مجھ سے زیادہ معلوم ہوں گے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ عبرت کی آنکھیں بھی عطاء فرما دیں، کون سی ایسی تجارت ہے جس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ کبھی بھی اس کو فقر و فاقہ نہیں آ سکتا؟ کیوں اللہ کے عذاب سے ایسے نڈر اور بے خوف ہو رہے ہیں؟ اگر تھوڑی سی آمدن ہے تو ہو سکتا ہے کہ کل تک وہ بھی نہ رہے۔

تو شاہوں کو گدا کر دے گدا کو بادشاہ کر دے
اشارہ تیرا کافی ہے گھٹانے اور بڑھانے میں

ارے اپنی آمدن کو تھوڑی سمجھنے والے! کچھ ہوش سے کام لے، دنیا کے تغیرات کو دیکھیں ایسی ایک دو نہیں بیسیوں مثالیں مل جائیں گی کہ جو تھوڑی سی پونجی تھی وہ بھی تباہ

ہوگئی۔ فرمایا: غناك قبل فقرك۔ فقر و فاقے سے پہلے غنا کو غنیمت سمجھو، اس کی تشریح زیادہ اس لئے کردی کہ کہیں آپ لوگ دنیا کے حالات سے سمجھ رہے ہوں کہ فقر و فاقہ کہاں؟ غنا تو روز بروز بڑھ رہی ہے ہم پر فقر کہاں آئے گا ہم تو پہلے کوڑی پتی تھے پھر ہوگئے پیسا پتی پھر ہوگئے روپیا پتی پھر ہوگئے دس روپیا پتی پھر ہوگئے سو پتی، دس دس کے دس نوٹ کا زمانہ گزر گیا اب ہوگیا دس دس ہزار کے دس کا زمانہ، پھر ہوگیا دس دس لاکھ کے دس کا زمانہ، پھر دس دس کروڑ کے دس کا زمانہ، کہیں حدیث میں شبہہ ہو کہ ہم پر یہ وقت نہیں آسکتا اس لئے کہ ہم تو روز بروز ترقی پر ہیں یوں چڑھ رہے ہیں جیسے لفٹ چڑھتی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ، پیسا تو اتنا برس رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿والله ماالفقر أخشى عليكم ولكنى أخشى عليكم أن تبسط الدنيا عليكم كما بسطت على من كان قبلكم فتنا فسوها كماتنا فسوها وتهلككم كما أهلكتهم﴾ (مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی نالائقی پر اتنا رحم آرہا ہے کہ قسمیں اٹھا رہے ہیں۔ فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقر و فاقے کا کوئی خوف نہیں مجھے خطرہ یہ ہے کہ دنیا زیادہ برسے گی اور تم اس دنیا کے پیچھے جھپٹو گے اور وہ تمہیں تباہ کردے گی، اس لئے یہاں کسی کو یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ پھر فقر کہاں سے آئے گا غنا تو بڑھ رہی ہے ہم تو بہت بڑے مالدار ہوگئے۔ جیسے قارون کا قصہ ہے:

﴿اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ص وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ ق اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا

وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِىْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ قف فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ۝ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (۲۸-۷۶ تا ۸۲)

قارون کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑے بڑے خزانے دیئے تھے، اتنے بڑے خزانے کہ ان کی چابیاں بہت بڑا لشکر بھی مشکل سے اٹھا پاتا تھا، کچھ لوگوں نے کہا کہ ارے کچھ اللہ کو یاد کرو اس دنیا کی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کی فکر کا ذریعہ بناؤ، اللہ سے محبت پیدا کرنے کا ذریعہ بناؤ، آخرت بنانے کا ذریعہ بناؤ، وہ نالائق کہتا ہے کہ ارے کون ہے مجھے دینے والا یہ تو میرا اپنا کمال اور ہنر ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے محلات کو زمین میں دھنسا دیا۔

کسی کو یہ خیال ہو کہ فقر و فاقہ کا ہم پر کیا خوف ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے کہ فقر سے پہلے پہلے غنا کو غنیمت سمجھو، ہم تو اڑتے چلے جا رہے

ہیں ایک ایک لمحے میں ترقی پر ترقی ہوتی چلی جارہی ہے، ابا کے پاس گدھی بھی نہیں تھی ہمارے پاس شیورلیٹ ہے اتنی تو ترقی ہورہی ہے، فقر وفاقہ سے کیا ڈرا رہے ہیں، کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں عذاب کا کچھ مزا چکھانے کے لئے ایسا کنگال کردیں کہ بھیک مانگتا پھرے اور آخرت کا عذاب تو بہت سخت ہے، جو کچھ اللہ نے دیا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ فیصد مقرر کریں کچھ تو نسبت قائم کریں خواہ وہ جتنی بھی ہو کہ اتنا حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کروں گا، اسے غنیمت سمجھیں۔

۴ وفراغك قبل شغلك:

مشغولیت سے پہلے فراغت کو غنیمت سمجھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

﴿نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس الصحة والفراغ﴾

(بخاری)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو بہت بڑی نعمتیں دی ہیں مگر یہ ناشکرا انسان ان نعمتوں کی قدر نہیں کرتا بہت خسارے میں ہے، بہت بڑی نعمت ہو بہت بڑی کمائی کے اسباب موجود ہوں پھر بھی نہیں کماتا تو کیسا نالائق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو نعمتیں بہت بڑی ہیں اللہ کو راضی کرنے کے لئے آخرت کمانے کے لئے مگر دنیا کے اکثر لوگ خسارے میں ہیں یعنی ان نعمتوں کی قدر نہیں کرتے آخرت کو بنانے کی فکر نہیں کرتے، وہ دو نعمتیں ہیں صحت اور فراغت، اکثر لوگ ان دونوں نعمتوں کو ضائع کردیتے ہیں پھر جب بیماریاں لگ جاتی ہیں کسی کام کا نہیں رہتا اور جب مشاغل بڑھ جاتے ہیں پھر اسے آخرت یاد آتی ہے کہ چلئے اب کچھ کرلیا جائے جب کچھ کرنے کے قابل ہی نہیں رہا تو اب کیا کرے گا؟ بچو! کچھ عبرت حاصل کیجئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کیسے کیسے عجیب ہیں۔

⑤ وحياتك قبل موتك:

موت سے پہلے اس حیات کو غنیمت سمجھو، کچھ کمالو اس زندگی میں آخری ایک دن آنے والا ہے، مجھے اسی لئے فکر بڑھتی جارہی ہے جو لمحات زندگی رہ گئے ان کی قدر بڑھتی جارہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ کام ہوجائے، اللہ تعالیٰ اور زیادہ کام کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔

وطن کی فکر:

شرعی لحاظ کے علاوہ عقلی لحاظ سے بھی ہر انسان جس میں اللہ تعالیٰ نے عقل کا کوئی خانہ رکھا ہے، اگر عقل کا خانہ رکھا ہی نہیں یا اپنی بدکاریوں سے عقل کے خانے کو تباہ کردیا ہے تو ان سے تو خطاب ہے ہی نہیں، اللہ نے جس کے دماغ میں عقل کا خانہ رکھا ہو اور خانے میں عقل بھی رکھی ہو خالی نہ ہو خانہ، یہ بات اس پر بہت ہی واضح ہے کہ جیسے جیسے عمر زیادہ ہوتی ہے انسان کو اپنی موت کی طرف توجہ زیادہ ہوتی ہے، قبر سے قریب جارہا ہے، عام لوگوں میں مشہور ہے جب کوئی زیادہ بوڑھا ہوجاتا ہے تو کہتے ہیں کہ پاؤں قبر میں ہیں، ایسے کہتے ہیں نا کہ ارے ایسی ایسی باتیں کررہا ہے، ایسی ایسی باتیں سوچتا ہے اس کے تو پاؤں قبر میں ہیں، یا لوگ کہتے ہیں چراغ سحر ہے چراغ سحر، ابھی گیا ابھی گیا، پوری دنیا کے مسلمات میں سے ہے کہ جیسے جیسے عمر بڑھ رہی ہے دنیا سے رخصت ہونے اور قبر میں اترنے کا وقت قریب آرہا ہے۔ اس لئے اس کی فکر تو ہونی چاہئے، جتنی زیادہ عمر ہو زیادہ فکر بڑھنی چاہئے۔

؎ قدم سوئے مرقد نظر سوئے دنیا
کہاں جارہا ہے کدھر دیکھتا ہے

قبر کو سوچا کریں، فکر آخرت پیدا کریں۔

؎ رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

؎ تمتع من شمیم عرار نجد
فما بعد العشیۃ من عرار

نجد میں ایک خوشبودار بوٹی ہے جس کا نام ''عرار'' ہے، اس کی خوشبو صرف دن میں ہوتی ہے، رات میں نہیں ہوتی، بوٹیوں کی مختلف اقسام ہیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت ایسی ہے کہ بعض بوٹیاں دن میں خوشبو دیتی ہیں، بعض رات میں دیتی ہیں، جیسے یہاں بھی دن کا راجہ اور رات کی رانی دونوں قسمیں موجود ہیں، دن کا راجہ دن میں خوشبو دیتا ہے، رات کی رانی میں دن میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی، رات کو خوشبو ہوتی ہے، ایسے ہی نجد میں بوٹی ہے جسے ''عرار'' کہتے ہیں، اس کی خوشبو صرف دن میں ہوتی ہے رات میں نہیں ہوتی، اس سے شاعر عبرت کا سبق دے رہا ہے۔

؎ تمتع من شمیم عرار نجد
فما بعد العشیۃ من عرار

ارے غافل! ارے غافل! اگر تو عرار کی خوشبو چاہتا ہے تو آفتاب غروب ہونے سے پہلے پہلے ہوشیار ہو جا کچھ حاصل کرلے جہاں آفتاب غروب ہوگیا پھر کچھ بھی کرلے تجھے عرار کی خوشبو نہیں ملے گی، اگلی صبح تک انتظار کرنا پڑے گا اس وقت تک تو زندہ رہے گا یا نہیں؟ عرار کی خوشبو حاصل کرنا چاہتا ہے تو وقت کو غنیمت سمجھ کر کچھ کرلے، اپنی زندگی کا آفتاب غروب ہونے سے پہلے دنیا و آخرت کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرلو، کچھ ہوش کرو ہوش۔ سندھی شاعر کی مثال بھی سن

لیجئے۔

تني تذئ كاهہ

كانهي ويل ويهڻ جي

متان تني اونداهہ

پير نہ لهين پرينءَ جو

ترجمہ: ''گرمی سردی میں چلتا جا، بیٹھنے کا وقت نہیں، کہیں اندھیرا ہوگیا تو محبوب کے پاؤں کے نشان نہ پائے گا۔''

کسی کا محبوب اس سے الگ ہوگیا ہو بچھڑ گیا ہو، وہ محبوب کی تلاش میں سرگرداں ہے چکر کاٹ رہا ہے، ہائے میرا محبوب کدھر گیا، پریشان ہے سرگرداں ہے، محبوب کے پاؤں کے نقوش دیکھ دیکھ کر پیچھے بھاگا جارہا ہے، میرا محبوب ادھر کو گیا پیچھے بھاگا جارہا ہے، بھاگتے بھاگتے اگر محبوب کو پانے سے پہلے آفتاب غروب ہوگیا تو اندھیرے میں محبوب کے قدموں کے نشان تو نظر آئیں گے نہیں پھر یہ کیا کرے گا؟ دیکھئے کیسی عجیب مثال ہے، اللہ کا بندہ اپنے محبوب حقیقی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے اس محبوب کو پانے کے لئے رات دن لگا رہے، ہمت بڑھانے کے لئے سوچا کریں کہ زندگی کا آفتاب غروب ہونے کے بعد تو کچھ بھی نہیں ہوسکے گا پھر وہ محبوب کیسے ملے گا؟ اس محبوب کو پانے کے راضی کرنے کے یہی لمحات ہیں ان کی قدر کیجئے ؎

تني تذئ كاهہ

كانهي ويل ويهڻ جي

ارے محبوب کو پانے کی فکر میں بھاگنے والے! تو گرمی سردی میں بھاگتا چلا جا، سواری کو بھگاتا چلا جا اگر تو نے یہ خیال کیا کہ ذرا تھوڑی دیر سولوں، صبح کو سردی کا وقت ہے، دوپہر کو گرمی ہے ذرا آرام کرلوں، کسی دوست سے کچھ باتیں کرلوں ارے نالائق! وقت گزر جائے گا پھر کیا بنے گا ؎

پیر　نہ　لھین　پرینْ　جو

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کے بارے میں تجھے کتنی بڑی مشقتیں برداشت کرنی پڑیں کچھ بھی کرنا پڑے برداشت کر، اللہ کی رضا تو اس سے حاصل ہوتی ہے کہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑیئے، دوسروں سے بھی چھڑانے کی کوشش کیجئے، اس کے بغیر اللہ تعالیٰ صرف اوراد و وظائف وغیرہ سے راضی نہیں ہوتے، بنیادی چیز یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانیاں چھوڑنے چھڑانے کا اہتمام کیا جائے، اللہ کی زمین پر سے اللہ کی بغاوت کو ختم کرنے کی کوشش کیجئے، اس میں آپ کے رشتہ دار ناراض ہوں گے، والدین ناراض ہوں گے، کسی کی بیوی ناراض ہوگی، کسی خاتون کا شوہر ناراض ہوگا، مختلف قسم کے حوادث آپ کے سامنے آئیں گے ؎

تتيْ　ٿڌيْ　ڪاھ

گرمی سردی جو کچھ بھی ہو ہر تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے اپنے مالک کی طرف بڑھتے چلے جایئے، ہر قسم کی تکلیفوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کیجئے اگر واقعۃً محبت ہے تو، اور اگر محبت کے صرف دعوے ہیں تو منافق ہیں منافق، محبوب کی رضا مقصود نہیں ایسے عاشقوں کا یہ حال ہے۔

؎ ہم فراقِ یار میں گھل گھل کے ہاتھی ہوگئے
اتنے گھلے اتنے گھلے رستم کے ساتھی ہوگئے

اگر آپ کے دلوں میں ایسی محبت ہے تو وہ تو پھر نفاق ہے پھر تو چھوڑیئے، محبت کے دعوے ہی چھوڑ دیجئے۔

جتنی عمر بڑھتی جائے ویسے تو یہ معلوم نہیں کہ کس کی عمر کتنی ہے مگر جتنے زیادہ بوڑھے ہو رہے ہیں سوچیں کہ آخر کتنی؟ تابکے؟ تابکے؟ تابکے؟ لحہ بہ لحہ قبر کے قریب جارہے ہیں اس لئے جیسے جیسے عمر زیادہ ہو اسی مقدار میں زیادہ سے زیادہ کوشش کی جائے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم ہو جائے، اللہ کی نافرمانیوں سے اللہ کی

زمین کو پاک کیا جائے۔

دینی کاموں کی قسمیں:

ایک بات اور بھی سمجھ لیں تو پھر کوشش اور بھی زیادہ تیز ہو جائے وہ یہ کہ دین کے جو کام بھی انسان کرتا ہے ان کی قسمیں دو ہیں:

① زیادہ ثواب کے لئے:

ایک تو یہ کہ زیادہ سے زیادہ ثواب کمالے، ثواب پر نظر رہے کہ ثواب زیادہ مل جائے۔

② عذاب سے بچنے کے لئے:

دوسری قسم یہ ہے کہ عذاب سے بچ جائے، دنیا و آخرت میں اللہ کے عذاب سے بچ جائے۔

اب ذرا سوچئے کہ ان دونوں میں سے زیادہ اہمیت کس کی ہے؟ ثواب کی باتیں کتنی ہی کمالے مگر اگر عذاب ہی سے نہیں بچا پھینک دیا گیا جہنم میں اور دنیا میں بھی اللہ کے عذاب کی گرفت میں آ گیا تو وہ ثواب کے کام اس کے کس کام آئیں گے؟ دنیا میں تجارت وغیرہ کے بارے میں یہ سوچتے ہیں کہ فلاں تجارت کرنے میں فائدہ زیادہ ہے اور دوسری بات یہ سامنے ہوتی ہے کہ خسارے سے بچ جائیں، سب سے بڑی فکر تو یہ ہوتی ہے کہ خسارے سے بچ جائیں، خسارے سے بچنے کے بعد پھر آگے زیادہ سے زیادہ کمانا وہ بات بعد کی ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ خسارے سے بچ جائیں، کہیں ساری کی ساری پونجی تباہ نہ ہو جائے، دنیا کے معاملہ میں تو انسان میں بڑی عقل ہے اور آخرت کے معاملے میں اس کی عقل جواب دے جاتی ہے، دنیا میں بہت ہوشیار ہے، یہ سوچیں کہ دوسروں کو اللہ کی نافرمانیوں سے بچانا یہ صرف فائدے کا کام نہیں بلکہ یہ

اپنے لئے عذاب سے بچنے کا نسخہ ہے، جیسے میں نے پہلے بھی آیت بتائی تھی:

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾ (۸-۲۵)

جو لوگ دوسروں کو گناہوں سے نہیں روکتے وہ یہ نہ سمجھیں کہ عذاب آئے گا تو صرف گناہ گاروں پر آئے گا، ان پر نہیں آئے گا، خوب سمجھ لیں! دنیا و آخرت دونوں کے عذاب میں یہ لوگ برابر کے شریک ہیں، یہ بچ نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہوئی حقیقت اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری کی ہوئی حقیقت جس کے دل میں اتار دی ہو وہ ہر وقت سوچتا رہتا ہے کہ اگر میں نے لوگوں کو نافرمانی سے بچانے کی کوشش نہیں کی تو میں دنیا کے عذاب سے بھی نہیں بچ سکتا اور آخرت کے عذاب سے بھی نہیں بچ سکتا، جس کا عقیدہ یہ ہو اسے آرام کیسے آئے گا، وہ یہ زیادہ نہیں سوچتا کہ لوگ بچ جائیں وہ تو اس سے زیادہ یہ سوچتا ہے کہ میں نہ رگڑا جاؤں۔

دین کے معاملہ میں ایثار جائز نہیں:

ایک اصول سمجھ لیں! دنیا کے معاملات میں تو ایثار اچھی بات ہے، ایثار کا مطلب یہ کہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں اپنا نقصان کرلیں کچھ حرج نہیں، اچھی بات ہے دوسرے کا کچھ بنانے کے لئے اپنی دنیا کا نقصان کیا تو وہ درحقیقت نقصان نہیں بلکہ آخرت کا فائدہ ہے، دین کے معاملے میں اصول اس کے برعکس ہے، دوسرے کا دین بنانے کے لئے اپنا دین خراب کرلینا صحیح نہیں، آخرت کے بارے میں، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے بارے میں، دنیا و آخرت کے عذاب سے بچنے کے بارے میں اپنا نفس سب سے مقدم ہے دوسرے لوگ بعد میں پہلے خود کو بچانے کی کوشش کیجئے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا

النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ (۶۶-۶)

اور فرمایا:

﴿وَأْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿﴾ (۲۰-۱۳۲)

اپنے اور اہل وعیال کے رزق کی فکر مت کرو رزق تو ہمارے ذمہ ہے، ہم نے تمہارے ذمہ یہ فرض لگایا ہے کہ خود بھی دین پر قائم رہو اور اپنے اہل وعیال کو بھی دین پر قائم رہنے کا حکم دیتے رہو۔

اور فرمایا:

﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿﴾ (۲۶-۲۱۴)

ترجمہ: ”اپنے قریب تر رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیے۔“

اللہ کے عذاب سے اپنے نفس کی حفاظت اپنے گھرانے کی حفاظت اپنے قریبی رشتہ داروں کی حفاظت کی اہمیت غیروں کی بہ نسبت زیادہ ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ صحیح عقیدہ عطاء فرمادیا ہو، دل میں یہ حقیقت اتار دی ہو تو اسے آرام کیسے آسکتا ہے؟ بے چینی بلوا رہی ہے، یہ درد چین نہیں لینے دیتا، اللہ کرے یہ درد سب میں پیدا ہو جائے تو پھر دیکھئے کیسے چلاتے ہیں۔

؎ مرے سوزِ دروں سے آشنائی جب ہی ممکن ہے
کہ میرے، دل سے چنگاری کسی کے دل میں پڑ جائے

جس کو لگی ہی نہیں وہ کیا جانے کہ کیا ہو رہا ہے، لگے تو پتا چلے۔

؎ میں روتا اپنا روتا ہوں تو وہ ہنس ہنس کے سنتے ہیں
انہیں دل کی لگی اک دل لگی معلوم ہوتی ہے

۷ تبلیغ ترکِ منکرات میں اپنا فائدہ:

لوگوں کو گناہوں سے روکنے میں اپنا فائدہ ہے جس کی کئی وجوہ ہیں۔

فائدہ کی وجوہ:

① گناہوں سے روکنا فرض ہے:

ہر مسلمان پر یہ فرض ہے کہ دوسروں کو جہنم سے بچانے کی کوشش کرے، اگر نہیں کرتا تو یہ بھی نہیں بچے گا خواہ رات رات بھر نوافل پڑھتا رہے، نہیں بچ سکے گا۔

② دین پر استقامت میں آسانی:

جیسے جیسے دوسروں کو گناہوں سے روکیں گے آپ کے لیے دین پر قائم رہنا اور گناہوں سے بچنا آسان ہوجائے گا، خاص طور پر اپنے گھر والوں کو اپنے موافق بنائیے، دین کی طرف لائیے تو آپ کو دین پر قائم رہنا آسان ہوجائے گا، بیوی موافق ہوجائے، بیوی کے لئے شوہر موافق ہوجائے، والدین موافق ہوجائیں، اولاد موافق ہوجائے، بھائی بہن موافق ہوجائیں، قبیلہ کنبہ سارا ہی دیندار بن جائے تو سوچئے دیندار بننا آسان ہوگا یا نہیں؟ بہت آسان ہوجائے گا اور اگر پورے گھرانے میں ایک فرد نیک ہے وہ نوافل بھی بہت پڑھتا ہے تسبیحات بھی پڑھتا رہتا ہے مگر جہاں گناہ چھوڑنے چھڑانے کی بات کرتا ہے تو سارا کنبہ ہی خلاف ہوجاتا ہے، دیندار بننا مشکل ہوگیا، اس لئے لوگوں کو گناہوں سے بچانے کی کوشش کرنے میں اپنا فائدہ یہ ہے کہ خود کہنے والے کے لئے دین پر استقامت آسان ہوجائے گی۔

③ حکومت اسلامیہ کے قیام میں آسانی:

جیسے جیسے مسلمانوں سے اللہ کی نافرمانیاں چھوٹتی جائیں گی حکومت اسلامیہ پوری دنیا پر قائم کرنا آسان ہوجائے گا، اس کی دو وجہیں ہیں، ایک ظاہری دوسری باطنی:

ظاہری وجہ:

ظاہری وجہ تو جیسے میں نے پہلے بتادیا کہ آپ کا گھرانا نیک ہوگا تو آپ کو آسانی

سے دین پر استقامت حاصل ہوجائے گی، دنیا میں مسلمانوں کی، صالحین کی، اللہ کی نافرمانیوں سے بچنے والوں کی جب اکثریت ہوجائے گی تو قوت بڑھے گی جتنی قوت بڑھے گی حکومت اسلامیہ کا قائم کرنا آسان ہوجائے گا۔

باطنی وجہ:

باطنی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوگی، نافرمانیوں سے بچ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی بغاوت چھوڑ رہے ہیں دوسروں سے بھی چھڑانے کی کوشش کر رہے ہیں، یوں اللہ تعالیٰ کی اپنے ایسے بندوں پر رحمت متوجہ ہوگی، رحمت کا اثر یہ ہوگا کہ دنیا پر اللہ تعالیٰ کی حکومت قائم ہوجائے گی، ایسے مدد ہوگی:

﴿وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ﴾ (۲۴-۵۵)

میں قرآن مجید کی آیت تو پڑھ دیتا ہوں مگر اس کی تفسیر میں جب بھی کوئی ایسی بات بتاتا ہوں جو آج کل کے مسلمان کے دل و دماغ میں اترتی ہی نہیں، انہوں نے کبھی سنی ہی نہیں ہوگی تو مجھے پھر وہی شبہہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ کہتے ہوں گے معلوم نہیں یہ کدھر سے قرآن لے آیا ہے، ارے یہی قرآن ہے جو آپ لوگ خوابوں میں پڑھتے ہیں، یہ وہی قرآن ہے میں کوئی الگ سے قرآن نہیں لے آتا۔ فرمایا کہ اگر تم لوگ دو کام کرلو، اپنے عقائد صحیح کرلو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑ دو، اس پر بھی لوگوں کو تعجب ہوگا کہ قرآن میں تو ہے کہ اعمال صالحہ کرو اور میں بتا رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑو، انہیں اعمال صالحہ کا مطلب شیطان نے یہ سمجھا رکھا ہے کہ تسبیح پھراتے رہو، نفل پڑھتے رہو۔ خوب سمجھ لیجئے! اعمال صالحہ کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی

نافرمانی چھوڑ دی جائے، عقائد صحیح کرلیں اور اللہ کی نافرمانیاں چھوڑ دیں، اگر مسلمان یہ دو کام کرلیں گے تو اللہ کا وعدہ ہے اللہ کا وعدہ کہ پوری دنیا پر تمہاری حکومت ہوگی، اللہ تمہیں حکومت دے دے گا بہت مضبوط حکومت، دنیا میں پوری زمین پر تمکین ہوگی، پوری قوت تمہاری ہوگی۔ دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (۳-۱۳۹)

تم مؤمن بن جاؤ تو تم ہی غالب رہوگے، دنیا کی کوئی طاقت تم سے ٹکرا نہیں سکے گی تمہارے مقابلے میں نہیں آسکے گی، یہ فیصلہ فرمادیا۔

دو باتیں:

اس بارے میں دو باتیں اور مزید سمجھ لیں۔

① وعدۂ اقتدار پوری دینداری پر ہے:

ایک تو یہ کہ نیک بننے سے یہ اثر ہوگا کہ دنیا پر اسلام کی حکومت قائم ہوجائے گی، اس کا مطلب یہ نہ سمجھ لیں کہ تھوڑے تھوڑے سے نیک بننے سے بھی ہوجائے گی جسے کہتے ہیں رنگروٹ، آدھا تیتر، آدھا بٹیر صرف نمازیں پڑھ لیں پڑھالیں یا یہ کہ شکل و صورت مسلمانوں جیسی بنالی اور یہ سوچ لیا کہ اب ہم ہوگئے مسلمان، اب ہمیں حکومت مل جائے گی یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے، دیکھئے میں جو کچھ بتاتا ہوں قرآن مجید سے بتاتا ہوں، اللہ کرے کہ آج کے مسلمان کو قرآن پر ایمان آجائے، فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝﴾ (۲-۲۰۸، ۲۰۹)

اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد کچھ مدت چلتے چلتے

مسلمانوں میں ایسا زمانہ آئے گا کہ یہ تھوڑے تھوڑے انڈے کچے بچے بننے کے بعد سمجھیں گے مسلمان بن گئے، پکے مسلمان بن گئے، اللہ کو تو سب علم تھا نا اس چیز کا کہ نماز پڑھ لیں اور شکل وصورت ذرا ذرا بن جائے، حرام خوری چھوڑنے کی ضرورت نہیں، ٹی وی جیسی لعنت سے بچنے کی ضرورت نہیں اور بڑے بڑے گناہوں سے بچنے کی ضرورت نہیں بس تھوڑے تھوڑے چلتے پھرتے کچھ ایسے بن جاؤ۔ اللہ کو تو ہر چیز کا علم ہے اسی لئے تنبیہ فرمادی:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ص﴾

اے ایمان کے دعوے کرنے والو! شروع ہی کیسے فرمایا، اللہ تعالیٰ تنبیہ شروع ہی کیسے فرماتے ہیں: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ یا تو ایمان کے دعوے چھوڑ دو، مسلمان کہلانا چھوڑ دو کون مجبور کرتا ہے کہ مسلمان بنو اور اگر ایمان کے دعوے کرتے ہو تو ان لوگوں کو ہم خطاب کرتے ہیں جو ایمان کے دعوے کرتے ہیں۔ جب ایمان کا دعویٰ کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یا اللہ! ہمیں تیرے ساتھ ایسی محبت ہوگئی کہ ہم تیری ہر بات مانیں گے۔ ہم تیرے عاشق ہوگئے عاشق۔ ارے عاشقو! ایمان کے دعوے کرنے والو! عشق کا دم بھرنے والو! مجھے اگر راضی کرنا چاہتے ہو تو آدھا تیتر آدھا بٹیر نہیں، آدھا مسلمان آدھا ہندو نہیں، میں ایسے دھوکے میں آنے والا اللہ نہیں ہوں، ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ص۔ پورے کے پورے مکمل چوٹی سے ایڑی تک سارے کے سارے ہر قدم پر ہر معاملے میں پکے سچے پورے کے پورے اسلام میں داخل ہوجاؤ، اگر ایسا نہیں کیا اسلام کے لاکھوں احکام میں سے سارے احکام پر عمل کرنا شروع کردیا مگر کسی ایک پر عمل نہیں کررہے تو پھر آپ رحمٰن کا اتباع نہیں کررہے۔ شیطان کا اتباع کررہے ہیں اس لئے فرمایا: وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط۔ شیطان کا اتباع مت کرو، رحمٰن کا اتباع جب ہی ہوگا کہ رحمٰن کے تمام احکام پر عمل کیا جائے۔ یہ تنبیہ فرمانے کے بعد آگے فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ تو بتادیا

کہ تم رحمٰن کے بندے کیسے بنو گے؟ مسلمان کیسے بنو گے؟ اگر اس کے باوجود سب احکام پر عمل نہیں کیا ایک آدھ حکم ایسا بھی ہے کہ جس پر عمل نہیں کرتے، کبھی کبھی ٹی وی دیکھ لیتے ہیں یا کہیں کوئی زاد سامنے آگئی تو اس سے باتیں واتیں بھی کر لیتے ہیں، سالی کو آدھی بیوی سمجھ لیا اس سے بے تکلفی سے بات چیت وغیرہ کر لیتے ہیں اور بھابھی کے لئے دیور گلے کا زیور بنے ہوئے ہیں، ایسے ایسے قصے بھی کر لیتے ہیں اور ساتھ ہی نماز بھی پڑھ لیتے ہیں، اس پر یوں تنبیہ فرماتے ہیں:

﴿فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاجَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ﴾

سن لو! ہمارے احکام کوئی مبہم نہیں مخفی نہیں صاف صاف احکام ہیں صاف صاف، ایسے نہیں کہ کوئی انہیں سمجھ نہ پائے، ایسے صاف صاف احکام آنے کے بعد بھی اگر کسی نے ان میں سے کسی حکم پر عمل نہیں کیا تو:

﴿فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝﴾

فَاعْلَمُوْٓا کے معنی ''جان لو'' صحیح نہیں، عام طور پر علم کے معنی ''جاننا'' کر دیئے جاتے ہیں جبکہ عربی میں علم کے معنی ہیں ''یقین کرنا'' کسی چیز کو یقین کے ساتھ جاننے کو علم کہتے ہیں، یقین نہیں ہوگا تو اسے ظن یا شک کہتے ہیں۔ فَاعْلَمُوْٓا یقین کر لو! اگر اللہ تعالیٰ کی بینات یعنی صاف صاف احکام آنے کے بعد بھی اپنے اعمال کی اصلاح نہیں کی، کوشش نہیں کی تو یقین کر لو! خوب یقین کر لو! کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے۔ کہیں یہ سمجھیں کہ اتنی مدت سے تو گناہ کرتے چلے آرہے ہیں، ٹی وی بھی دیکھتے چلے آرہے ہیں، پردہ بھی گھروں میں شریعت کے مطابق نہیں ہے تو اللہ کی گرفت سے کہیں بچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ڈرا رہے ہیں، متنبہ کر رہے ہیں: عزیز۔ اللہ تمہیں عذاب دینے پر قادر ہے۔ یہ سوچ لیا کریں کہ اللہ کو قدرت ہے یا نہیں؟ کیا اللہ سے چھپ سکتے ہیں؟ اس سے تو کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں، کیا تمہاری طاقت اللہ پر غالب ہے؟ اللہ تم سے ڈر رہا ہے؟ ایسا بھی نہیں، کیا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کہیں باہر جا سکتے

ہیں؟ باہر بھی نہیں جاسکتے، ہاں ایک عقیدہ ہے آج کل کے مسلمان کا وہ یہ کہ کسی بدعمل عامل سے وظیفہ پوچھ لیں گے، اس قسم کی حرکتیں تو یہ لوگ بہت کرتے ہیں نا، کہیں پہنچ گئے کسی عامل کے پاس کہ شادی نہیں ہورہی، کسی نے سفلی کردیا ہے یا رزق کا دروازہ نہیں کھل رہا، جہاں بھی ہاتھ ڈالتے ہیں ناکامی ہوتی ہے، کسی نے بندش لگادی ہے، وہ انہیں کچھ دے دیتا ہے فلیتے پلیتے یا کچھ پڑھنے کو بتادیتا ہے کہ شادی نہیں ہورہی تو مزمل پڑھ لو یا مریم پڑھ لو اتنی اتنی بار اور اگر رزق کی کمی ہے تو اس کے لئے سورۂ واقعہ پڑھ لو، ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جس دروازے کو اللہ نے بند کردیا اسے یہ بدعمل عامل کھول سکتے ہیں۔ یہ ہے ان کا عقیدہ کہ عامل اللہ کے عذاب سے بچالیتا ہے، اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں:

﴿فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝﴾

یقین کرلو اللہ غالب ہے غالب، اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچاسکتا، نہ عامل نہ کوئی اور، کوئی بھی نہیں بچاسکتا، رہی یہ بات کہ جب اللہ غالب ہے تو اتنے سال گزر گئے نافرمانیاں کرتے پھر عذاب آتا کیوں نہیں، اس کے دو جواب ہیں:

❶ اللہ کے نافرمانوں کے پاس جاکر ان کے حالات کو دیکھیں طرح طرح کے عذابوں میں پسے جارہے ہیں، مرے جارہے ہیں سکون تو ان کے قریب بھی نہیں ہوگا، دنیا میں چلیں پھریں ان کے حالات کا جائزہ لیں اور جو خود نافرمان ہیں وہ اپنے حالات کا جائزہ لیں کہ کیا سکون ان کے پاس ہے؟ اللہ کی قسم! سکون ان کے قریب بھی نہیں آسکتا، میرا اللہ کہتا ہے تو میں کیسے اس پر ایمان نہ لاؤں؟ یا اللہ! مجھے تیرے وعدوں پر، تیری وعیدوں پر، تیرے فیصلوں پر پکا یقین، پکا یقین، پکا یقین ہے، میں قسمیں اٹھا کر کہوں گا کہ سکون ان کے دل کے قریب بھی نہیں آسکتا، جب اللہ نے فیصلہ کردیا کہ میں اپنے نافرمانوں کے دلوں میں سکون نہیں آنے دوں گا تو میں کیسے مان لوں کہ ان کے دلوں میں سکون ہے اور اگر کسی کا دعویٰ ہے تو ذرا مجھے نبض تو

دکھائے! چند لمحوں میں کہہ دے گا کہ ہاں ہاں میں پریشان ہوں آپ ہی کوئی تعویذ دے دیں کچھ پڑھنے کو بتادیں بہت پریشان ہوں، ارے آپ تو رہے آپ میں نے تو آپ کے بڑوں سے بھی اقرار کروالیا، بڑے کون؟ امریکا، بے دینوں کو خطاب کر رہا ہوں، بے دینوں کا بڑا کون ہے؟ امریکا، انگلینڈ، کینیڈا، ویسٹ انڈیز۔ جب میں ان ممالک میں گیا تو جہاں بھی جاتے وہاں امیگریشن اور پاسپورٹ وغیرہ کے لئے جانا پڑتا جہاں بھی تھوڑی سی دیر کے لئے ٹھہرتے، میں اپنے ساتھی سے کہتا کہ پہلے اسے میرا تعارف کروائیں میرے بارے میں بتائیں کہ یہ دل کے بہت بڑے اسپیشلسٹ ہیں، میرا ساتھی تعارف کرواتا، میں نے اپنے ساتھی کو سمجھا رکھا تھا کہ تعارف کروانے کے بعد اس سے یہ کہیں کہ اسپیشلسٹ صاحب فرما رہے ہیں کہ آپ کا دل پریشان رہتا ہے، اکثر تو پہلے ہی سوال میں مان لیتے تھے کہ ہاں پریشان ہیں کہیں ایک بار ایسا ہوا کہ کسی نے چھپانے کی کوشش کی کہا کہ نہیں کوئی پریشانی نہیں، اس نے سمجھا کہ ایسے ہی بات ٹل جائے گی، میرے ساتھی نے مجھے بتایا کہ یہ تو کہتا ہے کہ کوئی پریشانی نہیں تو میں نے اپنے ترجمان سے کہا اس سے کہو یہ کیسے ہو سکتا ہے دل کا اتنا بڑا اسپیشلسٹ کہہ رہا ہے کہ تیرے دل میں پریشانی ہے، میں نے کہا اسے ذرا ڈانٹ کر کہو پھر جب وہ اس طرح کہتا تو مان لیتا کہ ہاں پریشان ہوں۔ ہم نے تو بدمعاشوں کے اباؤں سے اقرار کروالیا یہ کیا ہیں؟ کوئی آئے تو سہی ہمارے سامنے چند لمحوں میں کہے گا کہ ہاں پریشان ہوں، اس پر کوئی جنات وغیرہ مسلط نہیں کروں گا، یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے ان لوگوں پر ماننا پڑے گا کہ پریشان ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ امریکا کے ہسپتالوں میں جو بوڑھی عورتیں داخل ہوتی ہیں ان کے علاج میں یہ شامل ہے کہ کچھ لوگوں کو اس کام کے لئے معین کیا جاتا ہے کہ ان کے ساتھ ناچیں وہ انہیں بستروں سے اٹھا اٹھا کر نچاتے ہیں، یہ لوگ بڈھے ہو جائیں تو بھی جب تک ناچتے نہیں، ٹی وی نہیں دیکھ لیتے اس وقت تک زندہ نہیں رہ سکتے، ایسی ایسی چیزیں دیکھ دیکھ کر سن سن کر یہ خوراکیں

لے کر یہ زندہ ہیں، اگر یہ لوگ یہ حرکتیں کرنا چھوڑ دیں تو ایک دن تو کیا ایک لمحہ بھی زندہ نہیں رہ سکتے، یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کا اثر ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کو چھوڑ دیتے ہیں، پوری دنیا میں ثابت کریں پوری دنیا میں کہ اللہ کی نافرمانیوں سے بچنے والا کسی نے پریشان دیکھا ہو، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اسے کبھی نیند نہ آتی ہو، خواب آور گولیاں کھانی پڑتی ہوں وہ تو بڑے آرام سے سوتے ہیں۔ ان انگریزوں کو میں ایک بات اور بھی بتادیتا تھا، میں یہ کہتا تھا کہ جس کے اللہ ہی تین ہوں اسے سکون کہاں سے ملے گا؟ جس غلام کے تین مالک ہوں اسے تو کبھی سکون مل ہی نہیں سکتا، تمہارے اللہ تو تین ہیں ارے کہاں سے آیا سکون تمہارے پاس، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک مثال کے ذریعہ یہ حقیقت واضح فرمادی ہے، ارشاد فرمایا:

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾﴾ (۳۹-۲۹)

مثال یہ بیان فرمائی کہ کسی غلام کے تین چار مالک ہوں، ایک ادھر سے کھینچتا ہے دوسرا ادھر سے کھینچتا ہے، ایک اپنے کام کے لئے بلاتا ہے دوسرا اپنی طرف بلاتا ہے، جس مالک کے حکم کی بجاآوری میں تاخیر کرتا ہے وہ اس کی ٹھکائی لگاتا ہے مارتا ہے، ایسے غلام کو بھی کبھی سکون ملا؟ سکون اسے ملتا ہے جو ایک مالک کا غلام ہو، وہ مالک اگر اسے مارتا بھی رہے تو بھی وہ سکون سے رہے گا، جو ایک کی غلامی اختیار کرے وہ کبھی پریشان نہیں ہوتا اور زیادہ آقاؤں کا غلام کبھی سکون نہیں پاسکتا۔

؎ مصیبت میں ہے جان کس کس کو دیں دل
ہزاروں تو دلبر ہیں اور ہم اکیلے

دلبر ایک ہو تو تجھے سکون رہے، تو نے دلبر تو بنا رکھے ہیں ہزاروں، ہزاروں، ایک

ادھر سے کھینچتا ہے، دوسرا ادھر سے کھینچتا ہے، تیسرا ادھر سے کھینچتا ہے تو تو عذاب سے کیسے بچا ہوا ہے؟ عذاب ہے ان پر عذاب، عذاب سے بچے ہوئے نہیں ہیں۔

❷ دوسری بات اللہ تعالیٰ نے خود ہی اسی آیت میں ارشاد فرمادی:

﴿فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾

اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں پر سے تھوڑی دیر کے لئے عذاب ہٹا دیتے ہیں، فرض کرلیں کہ کوئی عذاب نہیں ہے تو اللہ غالب ہونے کے علاوہ حکیم بھی تو ہے، وہ قادر ہے عذاب دینے پر مگر اس کے ہر کام میں مصلحت اور حکمت ہوتی ہے، ایسے نافرمانوں پر جلدی اور بڑا عذاب اس لئے نہیں آتا، اللہ تعالیٰ اس لئے تباہ و برباد نہیں کرتے کہ اس میں کچھ حکمت ہے، استدراج ہے استدراج، ذرا تھوڑی دیر مزے لے لو پھر آگے چل کر دیکھئے سب کسریں نکالیں گے، اللہ عزیز اور غالب بھی ہے، حکیم بھی ہے، اس کے ہر کام میں حکمت ہوا کرتی ہے۔

ایک بات تو یہ ہوگئی کہ اسلامی حکومت قائم کرنے کے لئے آدھے تیتر آدھے بٹیر بننا کافی نہیں، پورے پورے مسلمان بننے کی کوشش کریں۔

② تلوار اٹھائے بغیر پورے مسلمان نہیں بن سکتے:

دوسری بات یہ کہ کہیں ان آیات سے یہ غلط فہمی ہونے لگے کہ بس ہم منکرات کو چھوڑ کر پورے مسلمان بن جائیں گے تو تلوار اٹھائے بغیر ہی اسلامی حکومت قائم ہوجائے گی، یہ ناممکن اور محال بات ذہن سے نکال دیں اس لئے کہ سب سے بڑا منکر، سب سے بڑا گناہ، اللہ کی سب سے بڑی نافرمانی تو ترک جہاد ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿من مات ولم يغز ولم يحدث به نفسه مات على شعبة

من نفاق﴾ (صحیح مسلم)

ترجمہ: ''جو شخص ایسی حالت میں مرا کہ اس نے نہ کبھی جہاد کیا اور نہ ہی اس بارے میں کبھی کچھ سوچا وہ نفاق کے شعبہ پر مرا۔''

سوچئے! کہ منافقین کی خصلت رکھنے والا صحیح مسلمان بن سکتا ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ نے قتال کے ایسے زوردار احکام کیوں نازل فرمائے؟۔ فرمایا:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ﴾

(۸-۳۹)

قتال کرو قتال، اللہ کے دشمنوں سے قتال کرو، اور کب تک؟ اس وقت تک قتال کرو کہ اللہ کی نافرمانی باقی نہ رہے اور پورے کا پورا دین صرف اللہ کا بن جائے۔ اگر جہاد کے بغیر ہی صحیح مسلمان بننا ممکن ہوتا تو اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور پہلی امتوں کے بڑے بڑے مجاہدین کو ایسے ہی مرواتے رہے؟ کہ خواہ مخواہ مرو، مرو، مرو۔ وہ تو کہتے کہ ہم صحیح مسلمان بن گئے یا اللہ! اب تو قتال کے بغیر ہی اسلامی حکومت قائم فرمادے۔ قرآن مجید میں جہاد کی تاکید اور اس میں غفلت کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سخت عذاب کی وعیدوں کی کچھ تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ ذرا آگے چل کر بتاؤں گا۔

ترکِ منکرات کے بغیر حکومت الٰہیہ کا قیام ممکن نہیں:

مسلمان اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کو جب تک نہیں چھوڑیں گے اور دوسروں سے چھڑوانے کی کوشش نہیں کریں گے اس وقت تک اللہ کے دشمنوں پر غلبہ حاصل نہیں ہوسکتا، دنیا میں حکومت الٰہیہ قائم نہیں ہوسکتی اور جب تک حکومت الٰہیہ قائم نہیں ہوگی دنیا میں امن وامان قائم نہیں ہوسکتا اس لئے مجھے زیادہ سے زیادہ یہ خیال رہتا ہے کہ لوگ گناہوں کو چھوڑیں، نافرمانیوں کو چھوڑیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوجائے،

اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو، اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم ہوجائے۔ یہ بات خوب سمجھ لیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اپنے طور پر گناہوں کو چھوڑ دیں نیک عمل کرتے رہیں، زبانی تبلیغ کرتے رہیں تو ایسے ہی اللہ کی حکومت قائم ہوجائے گی، ایسے نہیں ہوگی۔

اقامت حکومت الٰہیہ کے لئے مسلح جہاد ضروری ہے:

اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرنے کے لئے سب سے پہلی بات یہ ہے کہ تقویٰ کے ساتھ ساتھ مسلح جہاد ہو، جب تک مسلح جہاد نہیں کریں گے، اللہ کی راہ میں جب تک قتال نہیں کریں گے جب تک اللہ کے دشمنوں کی گردنیں اڑانے کے جذبات پیدا نہیں کریں گے صرف جذبات ہی نہیں جب تک ان کی گردنیں نہیں اڑائیں گے اس وقت تک حکومت الٰہیہ قائم نہیں ہوسکتی، یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے شروع سے لے کر قیامت تک۔

تارک جہاد نیک نہیں ہوسکتا:

یہ سمجھ لینا کہ جہاد کی طرف توجہ کئے بغیر کوئی صالح بن سکتا ہے یہ نفس وشیطان کا دھوکا اور فریب ہے، جہاد کئے بغیر تو کوئی شخص صالح اور نیک بن ہی نہیں سکتا یہ ناممکن ہے، اس لئے کہ اتنا بڑا فرض، اتنا بڑا فرض جو انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی فرض تھا اور انہوں نے یہ فرض اداء کیا، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قتال کا کئی جگہ پر ذکر فرمایا ہے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بار بار اس کی تاکید فرمائی: قاتل، قاتلوا، اقتلوا، یقاتلون، یقتلون، یقتلون۔ پورا قرآن قتال، قتال، قتال، قتال سے بھرا پڑا ہے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کرو! قتال اتنا بڑا فرض ہے جو اس کا تارک ہوگا وہ کیسے یہ سمجھ سکتا ہے کہ وہ صالح مسلمان بن گیا جس کی قرآن مجید میں اتنی سخت

تاکید ہوا ایسا مؤکد حکم اس کا تارک کیسے صالح مسلمان بن سکتا ہے؟ بن ہی نہیں سکتا۔ قرآن مجید میں کئی جگہ ترک قتال پر بہت سخت وعیدیں آئی ہیں، بہت سخت وعیدیں، فرمایا:

﴿وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ﴾

(۴۷-۳۸)

اگر تم نے اللہ کے دشمنوں کی گردنیں نہیں اڑائیں، بزدل بن کر بیٹھے رہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں تباہ کردے گا پھر اللہ تعالیٰ اپنے کوئی دوسرے بندے پیدا کرے گا وہ جہاد کریں گے، اللہ کی حکومت قائم کریں گے اور اللہ کے دشمنوں کی گردنیں اڑا اڑا کر انہیں جہنم رسید کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تو سب مسلمان جانتے ہی ہیں ان کے تشریف لانے سے پہلے پہلے کچھ اتنی کوشش تو کرلیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں تو آپ کے حالات کو دیکھ کر خوش ہوجائیں، واہ مجاہدین واہ! واہ مجاہدین واہ! خوش ہوجائیں کہ یہ ہے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ایسی تیاری کریں، اور اگر کلاشنکوف کا نام سن کر ہی دھوتی کی دھلائی کی ضرورت پیش آتی ہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب سے پہلے انہی کی گردنیں اڑانے کا حکم دیں جنہوں نے اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ سنئے! میرا اللہ کیا کہہ رہا ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ١قْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝﴾ (۹-۲۴)

ترجمہ: ”آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور

تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تمہیں اندیشہ ہو اور وہ گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیج دے اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔"

کتنی بڑی دھمکی ہے، آج کا مسلمان اولاً تو قرآن پڑھتا ہی نہیں اور اگر پڑھ بھی لیا تو پھر اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا کہ اس قرآن میں کیا ہے اور اگر سمجھے گا بھی تو پھر جہاں قتال کا حکم ہے ان آیتوں کو نہیں پڑھتا اس لئے کہ اگر قتال کی آیتیں پڑھ لیں تو کہیں جنون قتال دماغ پر سوار ہو گیا تو پھر تو جان چلی جائے گی، مر جائیں گے تو پھر کیا ہوگا؟

ایک بھگوڑا ٹورنٹو میں:

بہت دن ہو گئے یہ قصہ سنایا نہیں، کچھ لوگوں نے تو سنا ہوگا مگر بھول گئے ہوں گے، آگے پہنچایا کریں مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ آپ قصے سن تو لیتے ہیں آگے نہیں پہنچاتے اگر آگے پہنچاتے تو اب تک امریکا فتح ہو چکا ہوتا، آگے پہنچاتے ہی نہیں ہیں، آج یہیں بیٹھے بیٹھے عہد کریں کہ آگے زیادہ سے زیادہ پہنچائیں گے۔ ٹورنٹو میں ایک افغانی ملاقات کے لئے آ گیا، چونکہ افغانی تھا اس لئے میں نے پوچھ لیا کہ آپ مجاہد ہوں گے، کہتے ہیں نہیں میں تو یہیں ٹورنٹو میں رہتا ہوں تو میں نے کہا کہ ارض جہاد افغانستان میں تو جہاد ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کی حکومت قائم کرنے کے لئے اور آپ ایسے بھگوڑے ہیں کہ اسے چھوڑ کر یہاں ٹورنٹو میں پہنچے ہوئے ہیں، یہاں کیسے پہنچ گئے؟ کہنے لگے تبلیغ میں نکلا ہوں، میں نے کہا اللہ کے بندے! تبلیغ کے لئے وہاں

قریب میں کوئی ملک آپ کو نہیں مل سکتا تھا افغانستان میں کرتے، پاکستان میں کرتے، ہندوستان میں کرتے ان سب ملکوں کو چھوڑا اور مغرب کی طرف فرانس بھی انگلینڈ بھی یہ سارے ممالک چھوڑ کر آپ اتنی دور دنیا کے بالکل دوسرے کنارے کینیڈا ٹورنٹو میں آئے ہیں اس لئے کہ آپ جہاد سے بچنا چاہتے ہیں۔ یہ شیطان کے بندے کتنے ہوشیار ہوتے ہیں جہاد کی سرزمین سے جتنی دور جاسکتا تھا وہاں جا کر بیٹھا ہوا ہے تبلیغ کے بہانے، کہتا ہے تبلیغ کرنے آیا ہوں، کچھ تھوڑی سی تبلیغ میں نے بھی اسے کر دی کہ تو تبلیغ کرنے نہیں آیا تو تو جان بچا کر بھاگا ہے۔ وہیں اسی درمیان میں اللہ تعالیٰ نے ایک شعر کہلوادیا، میں شاعر نہیں ہوں مگر اللہ تعالیٰ وقت پر کچھ مصالحہ لگا دیتے ہیں، اس وقت یہ شعر ہو گیا۔

بستر اٹھانا ٹورنٹو پہنچنا
گردن بچانے کے ہیں یہ بہانے

دوسرے دن ہم اپنے مکان سے باہر روڈ پر کھڑے ہوئے تھے وہ بھگوڑا پھر وہاں آگیا جب اس پر میری نظر پڑی تو کھڑے کھڑے ایک اور شعر وارد ہو گیا۔

جھپٹنا پلٹنا پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کے ہیں یہ بہانے

اللہ کا عاشق تو ایسا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ سے عشق مانگا کریں عشق، یا اللہ! ایسا عشق عطاء فرمادے، جیسے ہی میں نے یہ شعر پڑھا تو وہ دو تین قدم پیچھے کو ایسے ہو گیا کہ ابھی گرا، ابھی گرا، بڑی مشکل سے بچا، گر جاتا تو روڈ پر سر لگتا، سر پھٹ جاتا، گرتے گرتے بچ گیا، اس کی آنکھیں الٹ پلٹ ہو رہی تھیں جیسے بے ہوش ہو، اس وقت مجھے قرآن مجید کی دو آیتیں یاد آگئیں جن میں فرمایا کہ جہاد کی بات سن کر منافقوں کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ ان کی آنکھیں دائیں بائیں پھرنے لگتی ہیں، پتھرا جاتی ہیں، یوں لگتا ہے کہ جیسے ان پر موت کی غشی طاری ہو، سورۂ احزاب میں فرمایا:

﴿فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ﴾ (۳۳-۱۹)

یہاں سے جانے کے بعد قرآن مجید میں دیکھیں، ایسی ایسی آیتیں دیکھا کریں، آپ لوگ تو بیٹھے دیکھتے رہتے ہوں گے کہ "یایھا المزمل" پڑھ لیا شادی ہوگئی اور تین سال تک سورہ مریم پڑھ لی پھر بھی شادی نہیں ہوئی، آج کے مسلمان کو تو قرآن سے بس یہی مطلب ہے اور کوئی مطلب تو قرآن سے ہے ہی نہیں، وصیت کرتا ہوں یہاں سے گھر جا کر پہلی فرصت میں جب وضوء ہو تو سورۂ احزاب نکال کر یہ آیت پڑھیں، پھر ذرا سوچیں کہ ایمان کہاں رکھا ہوا ہے، کچھ ایمان ہے بھی یا منافق ہیں منافق، اپنا احتساب کریں کہ مؤمن ہیں یا منافق، یا اللہ! تو اپنی رحمت سے سب کو مؤمن بنالے! نفاق سے بچالے! دوسری جگہ پر سورۂ محمد میں ہے۔

سورۂ محمد کا دوسرا نام سورۂ قتال:

پہلے تو یہ بات سمجھ لیں کہ سورۂ محمد کا دوسرا نام ہے سورۂ قتال، سورۃ کا نام ہی قتال ہے اللہ کی راہ میں اللہ کے دشمنوں کی گردنیں اڑاؤ خوب یاد رکھیں کہ سورۂ محمد کا ایک نام سورۂ قتال بھی ہے، خود بھی یاد رکھیں اور دوسروں کو بھی بتائیں! سورۂ قتال میں فرمایا:

﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴾ (۴۷-۲۰)

ترجمہ: "اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ کہتے رہتے ہیں کوئی سورت کیوں نازل نہ ہوئی، سو جس وقت کوئی صاف صاف سورت نازل ہوتی ہے اور اس میں جہاد کا بھی ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں

(نفاق کی) بیماری ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح (بھیانک نگاہوں سے) دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی غشی طاری ہو پس عنقریب ان کی کم بختی آنے والی ہے۔“

دو قسمیں بیان فرمادیں ایک مؤمنین دوسرے منافقین، ایمان والے یہ کہتے رہتے تھے کہ یا اللہ! قتال کا حکم کیوں نازل نہیں ہوتا، قتال کا حکم نازل ہونے سے پہلے بہت زیادہ کہتے رہتے تھے: یا اللہ! قتال کا حکم نازل ہوجائے تو پھر دیکھ ہم تیرے دشمنوں کی گردنیں کیسے اڑاتے ہیں، حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوسکے تھے اس لئے کہ غزوۂ بدر اچانک ہوا تھا، بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معلوم ہی نہ تھا کہ یہاں کوئی قتال ہوگا، وہ سمجھ رہے تھے کہ تجارتی قافلہ ہے اس کے لئے تو چند صحابہ ہی کافی ہیں انہیں نمٹادیں گے اس لئے بہت مختصر سی جماعت گئی سب نہیں گئے، بعد میں پتا چلا کہ وہاں پر تو زبردست قتال ہوا، کافروں کے بڑے بڑے سرداروں میں سے ستر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر آیندہ کہیں کسی غزوہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے موقع دیا تو:

﴿لیرین اللّٰہ ما اصنع﴾ (متفق علیہ)

یہ تو علماء جانتے ہیں کہ ان الفاظ میں کتنا مزا ہے کیسا جوش ہے: لیرین اللّٰہ ما اصنع۔ اللہ مجھے کافروں سے کہیں ملادے تو کافروں کی گردنیں ایسے اڑاؤں گا کہ میرا اللہ دیکھ لے گا اور کہے گا واہ شاباش میرے بندے شاباش! میرا اللہ دیکھے گا کہ میں کرتا کیا ہوں۔ یہ ایک عاشق کے الفاظ ہیں، مولوی حضرات کو تو پہلے سے یاد ہوں گے ہی مگر شاید ادھر توجہ نہ رہی ہو توجہ کریں، کبھی کبھی کہا بھی کریں، کہنے کے ساتھ ساتھ حوصلہ بلند کریں، ایسا نہ ہو کہ کہہ تو دیا مگر جب کہیں مقابلہ ہوا تو بھاگ گئے، لیرین اللّٰہ ما اصنع۔ لام قسمیہ ہے، اللہ کی قسم! کہیں کافروں سے ملاقات ہوئی تو میرا اللہ دیکھ

لے گا کہ میں کیا کرتا ہوں، کیسے ان کی گردنیں اڑاتا ہوں، پھر غزوہ احد میں جب ایک اجتہادی غلطی کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو عارضی شکست ہوئی اور ان کے پاؤں میدان سے اکھڑ گئے تو حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یا اللہ! میں تیرے سامنے ان اصحاب کے عمل سے معذرت اور ان کفار کے عمل سے براءت پیش کرتا ہوں، پھر آگے بڑھے سامنے سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے، ان سے کہا: اے سعد! جنت، رب نضر کی قسم! میں اس کی خوشبو احد سے اس طرف پارہا ہوں، یہ کہہ کر دشمنوں پر جھپٹے اور اسی حال میں شہید ہوگئے، آپ کے جسم پر تلواروں، نیزوں اور تیروں کے اسی سے زیادہ زخم تھے، کفار نے آپ کی ناک کان وغیرہ اعضاء کاٹ کر صورت ایسی مسخ کردی تھی کہ پہچانے نہیں جارہے تھے، بالآخر آپ کی بہن نے ہاتھوں کی انگلیوں کے پوروں سے پہچانا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے یہ ولولے تھے کہ اللہ کہیں کافروں سے مقابلہ کروائے تو پھر دیکھئے کافروں کا کیا حشر کرتے ہیں اور واقعۃً کر کے دکھایا، بہت زیادہ تمنائیں کہ جہاد کی اجازت کیوں نہیں مل رہی بے تاب ہورہے ہیں، آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنائیں پوری کردیں، جہاد کی اجازت دے دی، کہ چلو دکھاؤ جوہر، اڑاؤ اللہ کے دشمنوں کی گردنیں، پھر اسی رکوع کے آخر میں گردنیں اڑانے کا طریقہ بھی بتایا وہ انشاء اللہ آگے چل کر بتاؤں گا۔

حکم جہاد پر منافقین کی حالت:

اس آیت میں دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہے ایک تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو جہاد کی تمنا کیا کرتے تھے اور جہاد کی اجازت ملی تو ان کی دلی تمنا پوری ہوگئی، دوسری قسم کے لوگ ہیں منافق، جب منافقین نے جہاد کا حکم سنا تو ان کی کیا حالت ہوگئی، سنئے اللہ تعالیٰ ان کی حالت ارشاد فرمارہے ہیں:

﴿رَاَیْتَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یَّنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ نَظَرَ

الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ﴾

جن کے دلوں میں نفاق کا مرض تھا وہ لوگ آپ کی طرف یوں دیکھنے لگے جیسے موت کی غشی طاری ہو، آگے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سن لیجئے:

﴿فَاَوْلٰى لَهُمْ ۝﴾

آئی ان کی تباہی، آئی ان کی تباہی، یہ ڈر ڈر کر آنکھیں پھیر پھیر کر، آنکھوں کو الٹ پلٹ کر کے اور اپنے نفاق کو چھپا چھپا کر کہیں بھی بھاگ جائیں ان کی تباہی آئی، مجاہدین ان کو تباہ کریں گے، سیدھے سیدھے اللہ کے مسلمان بندے بن جائیں، اپنا ایمان صحیح کرلیں ورنہ اللہ کے شیر جھپٹیں گے چھوڑیں گے نہیں، انشاء اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے سے پہلے ہی قصہ تمام ہوجائے گا۔

دجال کو قتل کرنے کی نیت:

میں نے تو یہ طے کر رکھا ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام میری حیات میں تشریف لے آئے تو میں یہ عرض کروں گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور وہ دجال کو قتل کریں گے آپ مجھے اجازت دے دیں میں آپ کی طرف سے وکالۃً دجال کو قتل کروں گا۔ ایک بار ایک بدعتی نے مناظرے کا چیلنج کردیا، میں وہاں تھا نہیں اس نے سمجھا میدان خالی ہے، خالی میدان میں تو گیدڑ بھی بہت بھبکیاں لگاتا ہے، کچھ طلبہ نے مجھے بتایا کہ وہ ایسے ایسے کہہ رہا ہے میں جب وہاں پہنچا تو وہ بھاگ گیا، اس پر ایک نظم ہوگئی جو انوار الرشید میں ہے، اس کا ایک شعر ہے۔

ؔ مسیحا سے پگھلتا جارہا دجال تھا گویا
عجب پر کیف تھا بس وہ فرار بے لگام اس کا

وہ مجھے دیکھ کر ایسے بھاگا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دجال بھاگے گا۔

؎ مسیحا سے پگھلتا جارہا دجال تھا گویا
عجب پرکیف تھا بس وہ فرار بے لگام اس کا

میرا عزم تو یہ ہے اگر اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت عطاء فرمادی تو ٹھیک ورنہ نیت کا ثواب تو ہے ہی، اللہ کی رحمت دیکھئے کیسی ہے کہ نیت کا ثواب عطاء فرمادیتے ہیں، دعاء کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میری نیت پوری فرمادیں، عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں تو میں ان سے یہ کہوں گا کہ آپ مجھے وکیل بنادیں، وکیل کا کام موکل کی طرف ہی منسوب ہوتا ہے آپ کے حکم سے دجال کو قتل کروں گا تو وہ بشارت پوری ہوجائے گی کہ دجال کو آپ قتل کریں گے، پھر دیکھئے دجال کے کیسے پرخچے اڑاتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، اللہ پر کچھ مشکل نہیں۔

بات ہورہی تھی منافقین کی حالت کی، فرمایا: جب ہم نے قتال کی سورۃ نازل کردی تو جن کے دلوں میں نفاق تھا ان کو غشی کے دورے پڑنے لگے، آپ لوگ بھی ذرا اس طرح کیا کریں، کسی کے سامنے جہاد کا ذکر کریں اگر اس میں جوش اٹھتا ہے تو ایمان صحیح ہے اور اگر گھبرا جاتا ہے تو منافق ہے پھر اسے سورۂ احزاب اور سورۂ محمد کی یہ آیتیں بھی دکھادیا کریں کہ دیکھئے اس میں تو یہ ہے کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہوتی ہے جہاد کا نام سن کر ان کے چہرے فق ہوجاتے ہیں، آنکھیں الٹ پلٹ ہوجاتی ہیں اور موت کی سی غشی طاری ہونے لگتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ان لوگوں کو سنادیا کریں۔

عبرت کی بات:

ایک دو روز کی بات ہے کسی نے ٹیلی فون پر مجھ سے پوچھا، یہ ٹیلی فون بھی بڑی نعمت ہے، مسائل بتانے کا ثواب تو ملتا ہی ہے، ساتھ ساتھ عجیب عبرت کی باتیں بھی سامنے آجاتی ہیں، کسی نے کہا کہ فضائل کی کتاب میں اگر دوسری چیزوں کے بارے

میں فضائل کی حدیثیں پڑھتا رہوں اور جہاد کے فضائل کے بارے میں جو حدیثیں ہیں وہ نہ پڑھوں تو قیامت کے دن یہ کتاب میری گردن پکڑے گی یا نہیں؟ کہ تو نے جہاد کی حدیثیں کیوں نہیں پڑھیں؟ میں نے کہا ضرور پکڑے گی اور کتاب پکڑے نہ پکڑے اللہ تو تجھے گردن سے ضرور پکڑے گا۔

سدھر جاؤ! سدھر جاؤ! سدھر جاؤ! اسی لئے تو بتا رہا ہوں کہ آج کل لوگ اولاً تو قرآن پڑھتے ہی نہیں اور پڑھتے ہیں تو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور اگر سمجھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں تو ان آیات کو تو ہاتھ ہی نہیں لگاتے جن میں یہ ہے کہ اگر تم نے اللہ کی راہ میں قتال نہیں کیا تو تباہ ہو جاؤ گے، دنیا اور آخرت میں اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ اب تو یہ ہے کہ یہ لوگ آیات قتال کو پڑھتے نہیں، چھوڑ جاتے ہیں لیکن اگر ان کی طاقت ہوتی تو ان آیتوں کو قرآن سے نکال ہی دیتے، اگر قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے نہ لیا ہوتا تو یہ لوگ ایسا کرتے۔۔

کافروں کی گردنیں اڑاؤ:

سورۂ محمد میں ہی آگے چل کر فرمایا:

﴿فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ﴾ (۴۷-۴)

جب کافروں سے ملو تو ان کی گردنیں اڑاؤ: فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ۔ گردنیں اڑاؤ۔ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ۔ کب تک گردنیں اڑاتے رہو، اس وقت تک کہ خوب خون ریزی کرلو، خون کے دریا بہنے لگیں اتنا خون بہاؤ، اس سے پہلے کوئی بات سوچنے کی اجازت ہی نہیں، رکو مت، بڑھتے ہی چلے جاؤ، اڑاتے چلے جاؤ، اڑاتے چلے جاؤ جب خوب خوب خونریزی ہو جائے تو پھر: فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ۔ پھر

کافروں کی مشکیں باندھ لو، قید کرلو، فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ آپس میں مشورہ کرلو، مفت میں چھوڑ دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو، ضرب و حرب اور پکڑ دھکڑ کا سلسلہ اس وقت تک جاری رکھو کہ دشمن ہتھیار ڈال دے، تسلیم ہوجائے، کون کون سی آیتیں بتاؤں ایک آیت ابھی پوری نہیں ہوتی کہ دوسری سامنے آجاتی ہے، فرمایا:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ﴾

(۸-۶۷)

علماء سمجھتے ہیں کہ قانون کے لحاظ سے اس کا ترجمہ کیا ہے، مَا كَانَ لِنَبِيٍّ کسی بھی نبی کو اس کی اجازت نہیں کہ کافر اس کے پاس قید ہوکر آئیں اور وہ کسی مروت میں آکر انہیں چھوڑ دیں اور انہیں قتل نہ کرائیں حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ۔ خون بہاؤ خون، کافروں کے خون سے اللہ کی زمین بھردو، ندیاں بہاؤ، یہ سورۂ محمد میں ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ کسی کو جبراً مسلمان نہیں کیا جاتا، کسی پر جبر کیا جائے کہ اسلام قبول کرو اگر نہ کیا تو تیری گردن اڑادیں گے، ایسے نہیں ہے لیکن اسلام کی حکومت دنیا پر جبراً قائم کی جائے گی، اسلحہ چھوڑ دو، تسلیم ہوجاؤ، اسلام کی حکومت کو تسلیم کرلو، اسلامی حکومت کے تحت رہنا جزیہ دینا قبول کرلو، مسلمانوں کے سامنے ذلیل ہوکر رہو، یہ کروا کر چھوڑیں گے۔

حکومت صرف اللہ کی ہوگی:

حکومت ہوگی تو صرف اللہ کی، صرف اللہ کی، صرف اللہ کی:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ﴾ (۶-۵۷)

اگر مسلمانوں نے اس کے لئے کوشش نہ کی تو ان کی گردنیں پکڑی جائیں گی کہ کیوں اللہ کی حکومت قائم نہ کی؟

﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ﴾

(۲-۳۰)

حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو بتادیا کہ میں زمین پر اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہوں، زمین پر میری حکومت ہوگی میں ایسا انسان پیدا کروں گا جو زمین پر میری حکومت قائم کرے گا: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ۔ حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنے کا مقصد یہ بیان فرمایا کہ اللہ کی حکومت قائم کریں گے، ارے پھر بات ادھر چلی جاتی ہے، یہ باتیں تو قرآن کی بتارہا ہوں آج کے مسلمان کو تو قرآن سے دشمنی ہے تو انہیں بتا کر کیا کروں؟ دعاء کرلیجئے یا اللہ! جن مسلمانوں کے دلوں میں قرآن مجید سے دشمنی اور عداوت ہے ان کے دلوں کو عداوت قرآن سے پاک کردے، قرآن پر ایمان عطاء فرما، یقین عطاء فرما، اعتماد عطاء فرما اور اپنے احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرما، نفاق سے ان کے دلوں کو پاک فرمادے!

اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرمارہے کہ صرف زبانی تبلیغ کرو! چونکہ زبانی تبلیغ سے سارے لوگ نہیں مانیں گے اس لئے قتال کرو، انہیں اتنا مارو کہ اسلام کی حکومت قائم ہوجائے، وہ کب قائم ہوگی جب پوری دنیا تسلیم ہوجائے یعنی یا تو اسلام قبول کریں ورنہ جزیہ دے کر مسلمانوں کے تابع ہوکر رہیں پھر جو چاہیں اپنا مذہب اختیار کریں مگر حکومت اسلام کی ہوگی یہ حکم عرب کے سوا ہے، عرب کے بارے میں فرمایا:

﴿إما الاسلام و إما السيف﴾

یہاں صرف حکومت کی بات نہیں بلکہ دو کاموں میں سے ایک، یا اسلام یا تلوار بس اور کوئی تیسرا راستہ درمیان میں ہے ہی نہیں، عرب کے لوگ اگر یہ کہیں کہ ہم اسلام کی حکومت کو تسلیم کرتے ہیں مگر مسلمان نہیں ہوں گے تو ان کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اڑاؤ گردنیں: اما الاسلام واما السیف۔ یا اسلام یا تلوار، بس دونوں

میں سے ایک کام کرنا ہوگا، یہ بھی دعاء کرلیں کہ اللہ تعالیٰ عرب کی حکومتوں کو صحیح مسلمان بنادیں، یہ مسلمان بنیں تو پھر آگے کام چلے وہ خود مسلمان بننا نہیں چاہتے، یہود و نصاریٰ سے مرعوب اور ان کے غلام بنے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں اسلام کی محبت وعظمت عطاء فرمادیں، وہ یہ سمجھ لیں کہ اللہ کے فیصلے صحیح ہیں، انہیں اللہ کے فیصلوں پر عمل کرنے کی توفیق مل جائے۔ سورہ محمد میں دشمنوں کی گردنیں اڑانے کے حکم کی تفصیل بتارہا تھا، فرمایا:

﴿فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ﴾ (٤٧-٤)

اس کے بعد فرمایا: ذٰلِكَ۔ "ذٰلِكَ" ایک لفظ ہے، حروف کتنے ذال، لام اور کاف تین حرف ہوئے، تین حرفوں کے لفظ میں اللہ تعالیٰ نے گویا دنیا کو ہلا کر رکھ دیا، جھنجھوڑ کر رکھ دیا بشرطیکہ اللہ پر ایمان ہو، دعاء کرلیں یا اللہ! اپنی ذات پر ایمان عطاء فرمادے، اوپر جب یہ فرمایا کہ کافروں کی گردنیں اڑاؤ جب تک پوری دنیا میں لوگ اللہ کی حکومت کو تسلیم نہیں کرلیتے گردنیں اڑاؤ! یہ حکم دینے کے بعد فرماتے ہیں: ذٰلِكَ "وہ" یعنی یہ جو ہم نے حکم دے دیا بس، جب کسی چیز کی اہمیت بیان کرتے ہیں تو زیادہ تفصیل کی بجائے مختصر کہہ دیتے ہیں: "ارے وہ بات ہے" اس سے بھی مختصر یہ کہ "وہ بات ہے" اس سے بھی مختصر یہ کہ ہاتھ کو زور سے جھٹک کر سامنے کی طرف پھیلا کر چلا کر زور سے کہتے ہیں: "وہ" واہ میرے اللہ واہ! کیا کہہ دیا، اس موقع پر "ذٰلِكَ" کا لفظ پڑھ کر یا سن کر کیسا وجد اور کیسا مزا آتا ہے، اللہ کی قسم میں بتا نہیں سکتا، مجھے مشکل یہ پیش آتی ہے کہ سمجھاؤں کیسے؟ جو بات دل میں ہے وہ دوسروں کے دلوں میں کیسے اتاروں؟ کیسے سمجھاؤں؟

؎ زباں بے دل ہے اور دل بے زباں ہے ہائے مجبوری

بیان میں کس طرح وہ آئے جو دل پر گزرتی ہے
گزرتی ہے ہماری جان پر جو کچھ گزرتی ہے
کسی کو کیا خبر دل پر ہمارے کیا گزرتی ہے

اللہ کرے کہ دلوں میں بات پہنچ جائے، کسی کے دل میں ذرا سی ایمان کی رمق ہو ذرا سی تو قربان ہوجائے اللہ کے اس ایک لفظ پر ''وہ'' یعنی جو ہم نے حکم دے دیا اس پر عمل کرو، یہاں ''ذٰلِکَ'' پر وقف کیا کریں اور اس کی حقیقت کو سوچ کر اپنے اندر جہاد کے جذبات کو بھڑکایا کریں۔

اللہ مسلمانوں کو کیوں مرواتا ہے؟:

منافق تو طرح طرح کے حیلے تلاش کرتے رہے ہیں، ہوسکتا ہے کہیں کسی کو خیال ہو کہ جب اللہ کو پوری زمین پر حکومت قائم کرنی ہے تو مسلمانوں کو کیوں مروار ہا ہے؟ اللہ بھی بڑا عجیب ہے مسلمانوں کو مروار ہا ہے، کہتا بھی ہے کہ مجھے مسلمانوں سے محبت ہے، اپنے بندوں سے محبت ہے، پھر ان کو مروا کیوں رہا ہے؟ ایسے ہی کافروں کو مار دے اور مسلمانوں کو حکومت دے دے۔ اس کا جواب سنئے! اللہ کو معلوم تھا کہ اس دنیا میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو یہ کہیں گے کہ اللہ کیوں مروار ہا ہے، فرمایا:

﴿وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ﴾ (۴۷-۴)

اللہ چاہتا تو تمہیں نہ مرواتا، اللہ تعالیٰ کافروں کو مار دیتا اور تمہیں حکومت دے دیتا، آرام سے بیٹھے بیٹھے حکومت کرتے رہتے، اللہ اس پر قادر ہے مگر اللہ تعالیٰ جو مروا رہا ہے تو وہ تمہارے عشق کے دعوے کا امتحان لے رہا ہے، لیلیٰ کے عاشق دو تھے نا، ایک حقیقی عاشق اور دوسرا مالیدہ کھانے والا عاشق، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ذرا تمہارا امتحان بھی تو لینا ہے کہ ایمان کا دعویٰ کہاں تک صحیح ہے، کہیں وہی قصہ تو نہیں کہ جیسے

ایک شخص درخت کے نیچے بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا یا اللہ! اٹھالے، یا اللہ! اٹھالے، ایک شخص درخت کے اوپر چڑھ گیا وہاں سے رسا نیچے لٹکا کر کہا: میرے بندے اسے گلے میں ڈال لے، اس نے گلے میں ڈال لیا اوپر سے اس نے کھینچنا شروع کیا تو یہ عاشق کہتا ہے: ’’نہیں نہیں، یا اللہ! بس، یا اللہ! بس‘‘ ارے ایمان کے دعوے کرنے والو! اللہ ایمان کا امتحان لیتا ہے۔

﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ ۝﴾ (۲۹-۲،۳)

کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہوں نے آمنا کہہ دیا اور ہم نے امتحان لئے بغیر ہی تسلیم کرلیا کہ ہاں تو مؤمن ہے، دنیا میں کوئی انسان تو امتحان لئے بغیر کسی کا دعوائے محبت قبول نہیں کرتا تو اللہ کیسے قبول کرے گا:

﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾

ہمارا یہ دستور صرف تمہارے لئے ہی نہیں، بلکہ جب سے دنیا کو پیدا کیا ہے اسی وقت سے ہمارا یہ دستور ہے کہ ہم امتحان لے کر سچوں اور جھوٹوں کو الگ الگ کردیتے ہیں، لوگوں کو دکھا دیتے ہیں کہ یہ مؤمن نہیں منافق ہیں جن کا چہرہ جہاد کا نام سن کر مرجھا جاتا ہے اور آنکھیں پتھرا جاتی ہیں، مؤمن وہ ہیں کہ جہاد کے نام سے ہی ان کا خون جوش مارنے لگتا ہے، یہ اصول ہم نے شروع سے رکھا ہوا ہے، فرمایا:

﴿وَلَوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ ۙ وَلٰكِنْ لِّیَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ﴾

اللہ چاہتا تو تمہیں نہ مرواتا ویسے ہی کافروں کو ماردیتا تمہیں حکومت دے دیتا مگر اللہ تمہارے عشق ومحبت اور ایمان کے دعوے کا امتحان لینا چاہتا ہے، پھر کسی کو خیال ہو کہ امتحان تو لے لیا ہم اپنی جانیں بھی دے دیں تو ملا کیا، تجارت بھی چھوٹی، بیوی بیوہ

ہوگئی، بچے یتیم ہوگئے، ہم اپنی جان سے گئے، امتحان تو لے لیا مگر دیا کیا؟ فرمایا:

﴿وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ سَیَهْدِیْهِمْ وَیُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝﴾ (۴۷-۴، ۵)

اللہ پر ایمان آجائے ایمان، جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہوجاتے ہیں اللہ ان کی اس قربانی کو ہرگز ضائع نہیں کریں گے: فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ۔ اللہ ان کے اعمال کو ضائع نہیں کرے گا۔ سَیَهْدِیْهِمْ وَیُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ اللہ تعالیٰ انہیں جنت کی راہ دکھائے گا اور ان کے تمام معاملات کو درست کردے گا اور پیچھے رہ جانے والوں کی بھی مدد کرے گا، اللہ تعالیٰ اپنے عاشق کو چھوڑے گا نہیں، حالانکہ کمال تو کوئی ہے نہیں، جان تو تھی ہی اللہ کی دی ہوئی۔

؎ جان دی دی ہوئی انہی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ارے بندے نے کیا حق اداء کیا؟ کون سا کمال کردیا؟ وہ جان تو تھی ہی اسی مالک کی لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھئے فرمایا: سَیَهْدِیْهِمْ وَیُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝۔ اللہ انہیں جنت کی راہ دکھائے گا اور دنیا و آخرت کے تمام مراحل اور سب معاملات کو درست کردے گا، یہ نہ سوچ کہ پیچھے جو لوگ رہ جائیں گے ان کا کیا بنے گا؟ اللہ ان کے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے کہ اس بندے نے جان کیوں دی ہے؟ آگے فرمایا:

﴿وَیُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝﴾ (۴۷-۶)

اللہ ان کو جنت میں داخل کرے گا۔ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝۔ لمبی لمبی آیتیں تو سن رہے ہیں، ان میں سے خاص خاص دل میں بٹھائیے۔ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝ کی تفسیر توجہ سے سنئے! شہید جب جنت میں جائے گا تو وہاں ایئر ہوسٹس کی طرح کوئی دکھانے والی نہیں ہوگی کہ تیری نشست یہاں ہے، وہاں بتانے والوں کی ضرورت ہی نہیں

ہوگی، بلکہ: عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝۔ اللہ تعالیٰ بغیر کسی کے بتائے ہی شہید کے دل میں یہ القاء فرمادے گا وہ سمجھ جائے گا وہ رہا میرا محل وہ رہا، ارے بھاگتے چلے جاؤ، بھاگتے چلے جاؤ، دیکھئے کتنا مختصر سا لفظ ہے: عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝۔ اور مزا کتنا ہے، اللہ کرے کہ قرآن مجید پڑھنے اور سمجھنے کی توفیق ہوجائے، سمجھیں گے تو پتا چلے گا کہ اس میں کیا فرمایا ہے، یہ میں نے سورہ محمد کی آیتیں پڑھی ہیں ان میں تین جگہیں خاص طور پر یاد رکھیں!

۱ جب سورۂ قتال (محمد) نازل ہوئی تو منافقین کے ہوش اڑ گئے، آنکھیں پتھرا گئیں، غشی طاری ہونے لگی پھر اللہ نے فرمایا: اَوْلٰی لَهُمْ۔ اولی کا لفظ یاد رکھئے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آئی ان کی تباہی، ہم انہیں چھوڑیں گے نہیں۔

۲ ذٰلِكَ، جس کی تفسیر بتاچکا ہوں پھر اسے ذہن میں دھرالیں۔

۳ جب جنت میں داخل ہوں گے تو کیسے: عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝۔ وہاں کوئی گارڈ نہیں ہوگا کوئی بتانے والے نہیں ہوں گے کہ آپ کو وہاں جانا ہے، وہ آپ کا محل ہے، ایسی افراتفری نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ شہید کے دل میں القاء فرمادیں گے، سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نعمتوں کی قدر کی توفیق عطاء فرمائیں، شوق وطن آخرت عطاء فرمائیں، جنت کا شوق عطاء فرمائیں اور صحیح معنی میں شوق تو جب ہی ہوگا کہ اس کے مطابق عمل بھی کریں ایسے نہیں کہ بیٹھے بیٹھے وظیفہ پڑھتے رہیں کہ یا اللہ! جنت دے دے، یا اللہ! جنت دے دے، جیسے ایک شخص بیٹھا وظیفہ پڑھ رہا تھا یا اللہ! گھوڑا دے دے، یا اللہ! گھوڑا دے دے، (یہ آج کل کے مسلمان کی حالت کا نقشہ کھینچنے والا عجیب عبرت آموز قصہ وعظ "ہر پریشانی کا علاج" میں ہے۔ جامع) ایسے جنت نہیں ملے گی کچھ کام کرکے دکھائیں، اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائیں۔

تارکین قتال اللہ کے عذاب کا انتظار کریں:

فرمایا کہ یہ اعلان کردیں کہ اگر اللہ کی راہ میں جہاد یعنی قتال چھوڑ دیا، جان لینے

دینے کی باتیں چھوڑ دیں تو:

﴿فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ﴾ (۹-۲۴)

پھر اللہ کے عذاب کا انتظار کرو، سوچئے کہ دھمکی دینے والا کون ہے؟ کہیں یہ دھمکی ایسی نہ سمجھ لیں جیسے طالبان کو ایران دھمکی دے رہا تھا، ایک شخص نے ٹیلی فون پر کہا کہ ایران طالبان کو دھمکی دے رہا ہے اور اس نے کئی ممالک سے گٹھ جوڑ کرلی ہے، اس سلسلہ میں ایک وفد ایران جارہا ہے تاکہ ان سے کچھ بات چیت کر کے انہیں افغانستان پر حملہ کرنے سے روکے، پھر مجھ سے کہنے لگے کہ آپ کو بھی ساتھ لے جائیں گے، میں نے تو اس کی خوب خبر لی، میں نے کہا: میرا اللہ کہتا ہے کہ یہ دشمن کہتے ہیں کہ ہم نے گٹھ جوڑ کرلی ہے، آپس میں اتفاق کرلیا ہے، انہیں ذرا آنے دو دُبُر پھیر کر بھاگیں گے، میرا اللہ تو یہ کہہ رہا ہے، سورۂ قمر میں ہے:

﴿يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ﴾ (۵۴-۴۴)

تَرجَمَہ: ”دشمن کہتے ہیں کہ ہم بہت سی جماعتیں اکٹھی ہوگئی ہیں۔“

فرمایا:

﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ﴾ (۵۴-۴۵)

میں نے ٹیلیفون پر بار بار بہت چلا چلا کر اور بہت جوش سے کہا: ویولون الدبر۔ اس کے تو طوطے ہی اڑ گئے، دل میں کہہ رہا ہوگا یا اللہ! کب چھوڑے گا، مگر میں دیر تک رگڑائی کرتا رہا اور بار بار بہت دیر تک پرجوش طریقے سے دہراتا رہا: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔

ان کی جماعتیں مغلوب ہوں گی، دم دبا کر بھاگیں گی، دبر یعنی پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے، ابھی بھاگے، ابھی بھاگے، اللہ تو یوں کہہ رہا ہے، بات وہی ہے کہ آج کے مسلمان کو اللہ پر اعتماد نہیں اگر اللہ پر اعتماد ہو تو سارے کام آسان ہوجائیں۔ ایک حدیث سن لیں بلکہ یاد کرلیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿من مات ولم یغزولم یحدث به نفسه مات علی شعبة من نفاق﴾ (مسلم)

جو شخص ایسی حالت میں مرا کہ اس نے کبھی مسلح جہاد بھی نہیں کیا اور مسلح جہاد کرنے کی بات بھی کبھی نہیں سوچی وہ نفاق کے شعبہ پر مرے گا، کتنی زبردست دھمکی کتنا بڑا عذاب ہے۔

اللہ پر توکل کی برکت:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار فارس پر حملے کے لئے نکلے، کسریٰ تک پہنچنے میں دریائے دجلہ حائل تھا، انتہائی کوشش کے باوجود کوئی کشتی نہ مل سکی، ادھر دجلہ میں بہت زبردست طوفان بپا تھا، بہت ہولناک موجوں کے تصادم سے دریا جھاگ پھینک رہا تھا، پانی بالکل سیاہ نظر آ رہا تھا، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دجلہ کے کنارے پر اپنے لشکر سے خطاب فرمایا، پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا:

”دشمن تک پہنچنے کے لئے اس دریا کو عبور کئے بغیر کوئی راستہ نہیں، میں نے اس سمندر کو پار کر کے دشمن تک پہنچنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔“

پورے لشکر نے اس فیصلہ کا پرجوش خیر مقدم کیا، آپ نے حکم دیا:

”دریا میں گھوڑے ڈال دو۔“

دشمن نے یہ منظر دیکھا تو چلانے لگے: ”دیوانے دیوانے۔“

پھر آپس میں کہنے لگے:

”تم انسانوں سے قتال نہیں کر رہے، تمہارے مقابلہ میں جنات ہیں۔“

دریا میں گھوڑے اتارتے وقت حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکر کو یہ کلمات کہنے کا حکم دیا:

﴿نستعین باللّٰه ونتوکل علیه، حسبنا اللّٰه ونعم الوکیل، ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰه العلی العظیم﴾

پھر آپ نے دریا میں گھوڑا ڈال دیا، ساتھ ہی پورے لشکر نے بھی بے دھڑک دریا میں اپنے گھوڑے ڈال دیے، ایک شخص نے دریا میں گھوڑا ڈالتے وقت کہا:

''اس نطفہ سے ڈرتے ہو؟''

پھر اس نے یہ آیت پڑھی:

﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ط﴾

(۳-۱۴۵)

تَرجَمَہ: ''اور اللہ کے حکم کے بغیر کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں، اس کی معین میعاد لکھی رہتی ہے۔''

دریا میں ایسے اطمینان سے باہم باتیں کرتے جارہے تھے جیسے زمین پر چل رہے ہوں، اگر کوئی گھوڑا تھک جاتا تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے دریا میں ٹیلا بلند فرما دیتے، وہ اس پر رک کر تازہ دم ہو کر پھر دریا میں چلنے لگتا، دریا کے سفر میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمارہے تھے:

﴿حسبنا اللّٰه ونعم الوکیل، واللّٰه لینصرن اللّٰه ولیه، ولیظهرن اللّٰه دینه ولیهزمن اللّٰه عدوه، ان لم یکن فی الجیش بغی اوذنوب تغلب الحسنات﴾

تَرجَمَہ: ''اللہ کی قسم! اللہ اپنے دوستوں کی ضرور مدد کرے گا اور اپنے دین کو ضرور غالب کرے گا اور اپنے دشمنوں کو ضرور مغلوب کرے گا جب تک لشکر میں ظلم نہ ہو اور نیکیوں پر گناہ غالب نہ ہو جائیں۔''

اللہ تعالیٰ کی مدد سے پورا لشکر صحیح سلامت دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا، گھوڑے دریا سے نکلے تو پھریریاں لے کر اپنی گردنوں کے بال جھاڑ رہے تھے اور مستی

سے ہنہنا رہے تھے۔

لشکر مدائن میں داخل ہوا تو اسے بالکل خالی پایا، کسریٰ اپنی فوج سمیت وہاں سے بھاگ گیا تھا، مسلمانوں نے بے حد وحساب، بے بہا خزانے پائے۔

اللہ کے بندے یہ ہوتے ہیں، یہ ہوتا ہے توکل، جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتے ہیں:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝﴾ (۴۷-۷)

تم اللہ کے دین کے لئے کھڑے ہوجاؤ، اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرنے کے لئے اسلحہ لے کر نکل پڑو تو: یَنْصُرْكُمْ۔ اللہ تمہاری مدد کرے گا اور جو اٹھتا ہی نہیں، بلکہ یہ تو ایسا نالائق ہے کہ جہاد کا نام سن کر زمین میں دھنستا چلا جاتا ہے اس کا علاج تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ دعاء کرلیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے پہلے مسلمان سدھر جائیں تاکہ پھر انہیں ان پر محنت نہ کرنا پڑے، ان کا کام ذرا آسان ہوجائے۔

تارکین جہاد کے نزدیک اللہ مجرم:

مخالفین جہاد کہتے ہیں کہ مجاہدین کافروں کو مار مار کر جہنم میں پھینک رہے ہیں، اس بارے میں ایک حدیث سن لیں! ویسے تو جو قرآن کی صاف صاف آیتوں کو نہ مانیں وہ رسول کی بات کیسے مانیں گے؟ سنئے! صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿تقاتلون الیهود حتی یختبئ احدهم وراء الحجر فیقول: یا عبدالله هذا یهودی ورائی فاقتله﴾

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اور یہودیوں سے قتال ہوگا تو

یہودی پتھر کے پیچھے چھپے گا، وہ پتھر آواز دے گا ارے اللہ کے بندے! میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے اسے قتل کر۔ مسلح جہاد کی مخالفت کرنے والوں کے خیال میں وہ پتھر بڑے مجرم ہوں گے جو یہودی کو پناہ نہیں دیں گے، عیسیٰ علیہ السلام بھی مجرم ہوئے کہ یہودیوں کو قتل کروا کروا کر جہنم میں پھینکیں گے اور ان کے نزدیک سب سے بڑا مجرم تو اللہ ہے کہ کافروں کو قتل کروانے کے لئے پورا قرآن حکم قتال سے بھر دیا قتل کرو، قتل کرو، قتل کرو، کبھی گن کر تو دیکھیں قرآن میں قتل کا لفظ کتنی جگہ ہے میرا خیال ہے کہ آپ لوگ نہیں گنیں گے کہ اگر قتل قتل قتل تین بار کہہ دیا تو کہیں خود ہی بیٹھے بیٹھے قتل نہ ہو جائیں۔

⑧ اسبابِ عبرت:

جتنی عمر زیادہ ہوگی دنیا میں عبرت کے نمونے، انقلابات، تغیرات اس کی نظر میں زیادہ ہوں گے، یہ پوری کی پوری دنیا عبرت کی جگہ ہے۔

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے
مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بو نے
کبھی غور سے یہ بھی دیکھا ہے تو نے
جو معمور تھے وہ محل اب ہیں سونے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

دنیا عبرت کی جگہ ہے عبرت کی جگہ، جب یہ ہے ہی عبرت کی جگہ تو عبرت حاصل کرنے کے واقعات اس میں بہت ہوتے رہتے ہیں اس لئے جس کی عمر جتنی زیادہ لمبی ہوگی ہر وقت اس کے سامنے عبرت کی چیزیں ہوں گی، عمر لمبی ہونے کے باوجود اگر اسے یہ فکر نہیں ہوتی کہ جہنم سے بچنے بچانے کی کوشش کی جائے تو اس جیسا

سیاہ دل کون ہوسکتا ہے؟ یہ کیسی شقاوت اور بدبختی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنی ڈھیل دے دی، اتنی لمبی عمر ہوگئی پھر بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ ہم خود جہنم سے بچیں اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کریں۔

﴿اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ﴾

(۳۵-۳۷)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی کہ کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو اسے نصیحت مل سکتی تھی، کیا اتنی عمر نہیں دی؟ یہ عمر ہی کافی تھی نصیحت حاصل کرنے کے لئے پھر اس کے ساتھ ساتھ دوسری بات یہ کہ ہم نے ڈرانے والا بھی بھیجا، یہ ڈرانے والا کون ہے؟ اور اس لمبی عمر سے کیا مراد ہے؟ اس کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔

”نذیر“ کی پانچ تفسیریں:

پہلی تفسیر:

نَذِیْرٌ (ڈرانے والا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور عمر وہ مراد ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوت کا علم ہوجائے۔

دوسری تفسیر:

ڈرانے والا قرآن ہے اور عمر یہ کہ قرآن کا کلام اللہ ہونے کا دعویٰ معلوم ہوجائے۔

تیسری تفسیر:

عمر سے مراد ہے ساٹھ سال کی عمر اور ڈرانے والا کیا ہے؟ بال سفید ہوجانا، آج کے مسلمانوں نے کیا کیا کہ ڈاڑھی تو ویسے ہی منڈوادو تا کہ سفیدی نظر ہی نہ آئے اور

سر کے بالوں پر خضاب لگالو، ارے! سفیدی چھپانے کے لئے ڈاڑھی منڈانے کی کیا ضرورت ہے؟ جیسے سر پر خضاب لگاتے ہیں ڈاڑھی پر بھی رنگ کرلیں، سر یا داڑھی بالکل سیاہ نہ کریں، بالکل سیاہ کرنا حرام ہے، ڈرانے والا آچکا، بالوں میں سفیدی آگئی، بالوں کی سفیدی باعث رحمت ہے۔

بالوں کی سفیدی باعث رحمت ہے نہ کہ زحمت:

سفیدی سے ڈرنے والو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ سفید بالوں والے مسلمان کا سوال پورا نہ کرنے سے حیاء کرتے ہیں۔'' (السنۃ لابن ابی عاصم، ابن النجار)

اللہ کی رحمت تو کوئی بہانہ تلاش کرتی ہے۔

؎ رحمت حق بہانہ می جوید
رحمت حق بہا نمی جوید

ان کی رحمت کو بہانہ چاہئے، کم سے کم اللہ والوں کی نقل ہی بنالیں ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس نقل کو اصل بنادیں۔

؎ ترے محبوب کی یا رب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں

نہ جانے کس چیز پر ان کی رحمت متوجہ ہوجائے۔

؎ نہ گوری سے مطلب نہ کالی سے مطلب
پیا جس کو چاہے سہاگن وہی ہے

جس کی عمر ساٹھ سال ہوگئی اس سے یہ پوچھا جائے گا کہ کیا تیرے پاس ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ یعنی تیرے بال سفید نہیں ہوگئے تھے؟ یہ جھنڈی ہے موت کی کہ بس موت آیا ہی چاہتی ہے۔

چوتھی تفسیر:

’’نذیر‘‘ سے اولاد کی اولاد مراد ہے۔

اولاد کی اولاد موت کی جھنڈی:

سفید بال آئیں یا نہ آئیں اولاد کی اولاد ہو جائے تو یہ اشارہ ہے کہ اب پلیٹ فارم خالی کریں اس پلیٹ فارم پر کب تک بیٹھے رہیں گے؟ اب مسافروں کی دوسری کھیپ آگئی ہے، للہ! اب جاؤ، اولاد کی اولاد، پوتے، نواسے یہ ’’نذیر‘‘ ہیں، موت کا پیغام ہیں، خوش ہو جانا چاہئے کہ وطن پہنچنے کا سامان بن رہا ہے اور اس مسافر خانے سے جانے کے اسباب پیدا ہو رہے ہیں، سبحان اللہ! کیا کہتا ہے، یا اللہ! ہم سب کو شوق وطن عطاء فرما، کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

؎ اذ الرجال ولدت اولادها
وجعلت اسقامها تعتادها
تلك زروع قد دنا حصادها

ترجمہ: ’’جب اولاد کی اولاد پیدا ہو جائے اور امراض ایک دوسرے کے پیچھے بار بار آنے لگیں تو سمجھ لو کہ کھیتی پک چکی ہے درانتی پڑنے کی دیر ہے۔‘‘

یہ تو بوڑھوں کی کیفیت ہے، ذرا نوجوان سوچیں کہ ان سے کم عمر والے کتنے قبروں میں پہنچ گئے اور ایسے بچوں کی کمی نہیں جو مرتے پہلے ہیں اور پیدا بعد میں ہوتے ہیں، ماں کے پیٹ ہی میں مر گئے اور پیدا بعد میں ہوئے، آپ کو ہزاروں ایسے ملیں گے کہ دادا پوتے یا پڑپوتے کو قبر میں اتار رہا ہے، اس لئے نوجوانوں کو بڑھاپے کی موت پر نظر نہیں رکھنی چاہئے وہ یہ سوچیں کہ ان کے ہم عمر اور کم عمر والے کتنے قبروں میں جا رہے ہیں۔

پانچویں تفسیر:

عمر سے مراد ہے بالغ ہونے کی عمر اور ڈرانے والے سے عقل مراد ہے۔

حقیقی بالغ کون؟

درحقیقت بالغ تو وہ ہوتا ہے جسے اپنے مالک کو پہچاننے کی عقل آ جائے، بلوغ تو عقل سے ہوتا ہے نہ کہ عمر سے، جس کی عقل نے مسافر خانے اور وطن کا فرق معلوم کرلیا وہ بالغ ہے، جس کی عقل نے حال اور مستقبل کی نوعیت کو جان لیا کہ جس زمانہ میں گزر رہے ہیں وہ حال ہے، مستقبل آگے ہے، آگے کی زندگی یعنی آخرت کا ذخیرہ کیا ہے؟ اسے جس کی عقل نے پہچان لیا وہ ہے بالغ۔ لڑکی بالغ ہوجاتی ہے ۱۱، ۱۲ سال کی عمر میں اور لڑکا ۱۳، ۱۴ سال کی عمر میں۔ دنیا کا بلوغ تو تیتر بٹیروں کی طرح جلدی جلدی ہو رہا ہے اصل بلوغ ہے آخرت کا بلوغ، یا اللہ! تو سب کو آخرت کے بالغ بنادے، آخرت کے بالغ کون ہوتے ہیں؟ پوچھیے اللہ تعالیٰ سے، وہ فرماتے ہیں:

﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (٢٤-٣٧)

دنیا کی بڑی سے بڑی تجارت اور منافع ان کو مالک سے غافل نہیں کرتے، یہ ہیں آخرت کے بالغ۔ اس تفسیر کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں کہ ”کیا ہم نے اتنی عمر نہیں دی تھی جو نصیحت حاصل کرنے کے لئے کافی ہوجاتی“ کونسی عمر مراد ہے؟ بالغ ہوجانے کی عمر وہ جو بھی ہو، بہرحال جب بالغ ہوگیا تو اتنی عمر دے دی کہ اس میں نصیحت حاصل کرسکتا تھا اور فرمایا: ”تمہارے پاس ڈرانے والا بھی بھیجا“ ڈرانے والا کون؟ عقل، ہم نے عقل بھی عطاء کی تھی جس کے ذریعہ سے انسان پہچان سکتا تھا کہ اس کا کوئی مالک حقیقی ہے، محسن ہے، یہ دنیا گزرگاہ ہے، مسافر خانہ ہے، اس کی منزل آگے ہے، اسے آگے جانا ہے، اپنے وطن پہنچنا ہے، اتنی عقل دے دی تھی مگر پھر بھی اسے سمجھ نہ آئی، کچھ حاصل نہ کیا، کیوں؟ یہ سوال ہوگا آخرت میں۔ جس شخص

کے قلب میں اللہ تعالیٰ ان چیزوں کا استحضار عطاء فرمادیتے ہیں اس کا جیسے جیسے وقت گزرے گا عمر زیادہ ہوگی آخرت کی فکر بڑھتی جائے گی کہ جتنی زیادہ مہلت مل رہی ہے اس کا فائدہ اٹھایا جائے، خود جہنم سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کی کوشش زیادہ کی جائے، اس کی فکر اور درد بڑھتا ہی جائے گا۔

اسبابِ عبرت کی تفصیل:

① اموات:

عبرت حاصل کرنے کے اسباب میں سے ایک موت ہے۔ موتیں کتنی ہو رہی ہیں۔

؎ مرا درمنزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم
جرس فریاد می دارد کہ بربندید محملھا

ہر وقت یہ گھنٹے بج رہے ہیں کہ وہ گیا، وہ گیا، وہ گیا۔ ایسے حالات میں امن سے، سکون سے، چین سے کون بیٹھ سکتا ہے، دنیا میں ہر وقت گھنٹہ بج رہا ہے کہ وہ گیا تو بھی جائے گا۔

؎ رنگالے ری چنری گندھا لے ری سی
نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی
تو کیا کیا کرے گی گھڑی کی گھڑی
تو رہ جائے گی ری کھڑی کی کھڑی

جب وقت آجائے گا تو ایک لمحہ کی مہلت نہیں دی جائے گی ہوش کرو کچھ ہوش۔
موت سے عبرت حاصل ہوتی ہے جتنی عمر زیادہ ہوگی زیادہ اموات کی خبریں اس کے سامنے آئیں گی، دیکھے گا، سنے گا فلاں جگہ کوئی مرگیا، فلاں جگہ مرگیا، کئی جنازوں میں شریک ہوگا۔ موت تو ایسی چیز ہے کہ ایک ہی خبر انسان کی اصلاح کے لئے کافی ہے

اور ایک بھی خبر نہ ہو تو خود اپنے بارے میں کہ کبھی نہ کبھی موت آنے والی ہے یہی سوچ لینا کافی ہے۔ آج کل تو ذرائع ابلاغ بھی بہت ہیں، پوری دنیا میں جہاں جہاں موتیں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ سب کی خبریں جمع کر کے پہنچا دیتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ آج کے مسلمان میں جیسے جیسے غفلت بڑھ رہی ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے عبرت حاصل کرنے کے اسباب زیادہ پیدا فرما رہے ہیں، موت عبرت حاصل کرنے کا بہت بڑا سبب ہے اسی لئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اصلاح اعمال کے لئے جابجا بہت کثرت سے موت کا بیان فرمایا۔ اس دنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا ایک دن موت آئے گی، قبر میں اتریں گے، حشر ہوگا اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوگی پھر جنت یا جہنم۔ یہ واقعات اللہ تعالیٰ نے بہت کثرت سے بیان فرمائے ہیں۔

موت تمام لذتوں کو ختم کر دیتی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿اکثروا من ذکرھا زم اللذات الموت﴾ (ترمذی)

ترجمہ: ”موت جو تمام لذتوں کو یکسر ختم کر دینے والی ہے اس کا ذکر بہت کثرت سے کیا کرو۔“

بہت کثرت سے موت کو یاد کیا کرو۔ گناہوں پر اکسانے والی چیز نفس کی لذتیں ہیں یہ انسان کو تباہ کر دیتی ہیں اس لئے فرمایا کہ موت ایسی چیز ہے کہ تمام تر لذتوں کو ختم کر دے گی اس لئے موت کو زیادہ سے زیادہ یاد کیا کرو، یاد کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ تسبیح پر گن گن کر پڑھتے رہیں، وظیفہ بنالیں موت موت موت بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ سوچا کریں، چوبیس گھنٹے میں کم از کم ایک بار رات کو سونے سے پہلے بستر پر لیٹ کر سوچا کریں کہ ایک روز مرنا ہے، اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بستر پر لیٹتے ہی فوراً نیند آجاتی ہے تو لیٹنے سے پہلے بیٹھ کر کچھ تھوڑی

دیر سوچ لیا کریں، یہ مطلب ہے موت کو یاد کرنے کا۔

موت سب سے بڑا واعظ:

دوسری حدیث میں فرمایا:

﴿كفى بالموت واعظا﴾ (طبرانی)

یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر فکر آخرت پیدا کرنے کے لئے موت کی یاد کا نسخہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ نصیحت حاصل کرنے کے لئے موت کا تصور یا موت کو دیکھنا بہت کافی ہے۔

دنیا میں بڑے بڑے واعظ یعنی نصیحت کرنے والے ہیں، بہت سے انسان بھی لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں، اس کے علاوہ دنیا میں ہونے والے حوادث و واقعات بھی نصیحت کا ذریعہ ہیں، سب چیزیں انسان کو نصیحت کرتی ہیں سدھر جاؤ، سدھر جاؤ بہت چیزیں نصیحت کرنے والی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر موت کو یاد رکھا جائے تو کسی اور نصیحت کی ضرورت ہی نہیں: كفى بالموت واعظا۔ موت نصیحت حاصل کرنے کیلئے کافی ہے، یہ یاد رکھا جائے کہ ایک دن مرنا ہے۔

قدم سوئے مرقد نظر سوئے دنیا
کہاں جارہا ہے کدھر دیکھتا ہے

جدھر جارہے ہیں نظر بھی ادھر ہی رہنی چاہئے ورنہ کسی چیز سے ٹکرا کر یا کسی کھڈے میں گر کر ہلاک ہوجائے گا، موت سے غفلت نہ آنے پائے۔

دوست کا انتظار:

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر ہے۔

كل امرئ مصبح في اهله
والموت ادنى من شراك نعله

عربی میں صبح کے وقت ایک دوسرے کو کہتے ہیں: صبحك الله بالخیر۔ آپ لوگ کیا کہتے ہیں: گڈ مارننگ۔ اپنی زبان تو مسلمان نے سیکھی ہی نہیں، تھوڑی بہت جو سیکھی تو وہ بھلادی انگریز کے عشق میں۔ عرب میں کہتے ہیں: صبحك الله بالخیر۔ یا: صباح الخیر۔ اللہ تعالیٰ تیری صبح خیریت سے کریں، شام ہوتی ہے تو کہتے ہیں: مساء الخیر۔ اللہ تعالیٰ تیری یہ شام خیریت سے گزاریں، ایسے دعائیں دیتے ہیں اور جو تکئے سر کے نیچے لے کر سوتے ہیں ان پر اس طرح کے دعائیہ کلمات لکھے ہوئے ہوتے ہیں: صبحك الله بالخیر۔ تیری صبح خیریت سے ہوجائے، کسی تکیہ پر لکھا ہوتا ہے: نوم الراحۃ۔ آرام کی نیند سوجائیں۔ ایک بار مدینہ منورہ میں مجھے بیان کے لئے کہا گیا وہیں اسی مجلس میں کچھ دیر آرام کیا وہاں جو تکئے رکھے ہوئے تھے ان پر اسی طرح کی دعائیں لکھی ہوئی تھیں، بیان اسی پر شروع ہوگیا کہ ہزاروں دعائیں لیتے دیتے رہیں جب پہنچ گیا دوست، دوست کون ہے؟ ''ملک الموت۔'' ملک الموت بہت بڑا دوست ہے جو دوست کو دوست سے ملادے وہ کتنا بڑا دوست ہوگا؟ اللہ کے بندے کو مسافر خانے سے نکال کر وطن اصلی میں پہنچادے، اللہ کے بندے کو اللہ سے ملادے وہ کتنا بڑا دوست ہے، وطن آخرت کا شوق ایسا رہے کہ ملک الموت کا انتظار رہے کہ کب تشریف لائیں گے اور جب تشریف لائیں تو کہیں ارے دوست! بہت دیر سے تشریف لائے ہم تو تیرا انتظار کرتے کرتے تھک گئے تو نے بہت انتظار کروایا۔

کاٹے نہیں کٹتا تیری فرقت کا زمانہ
ہوتی نہیں اب شام جو مر مر کے سحر کی
پھنکتا ہوں شب و روز پڑا بستر غم پر
ہوتی ہے بری ہائے لگی آگ جگر کی

اللہ تعالیٰ کی محبت ایسی غالب رہے، ایسی غالب رہے کہ ایک ایک لمحہ پہاڑ لگے

جس کوایسی لگی ہوگی اس کا تو یہ حال ہوگا۔

؎ کاٹے نہیں کٹتا تیری فرقت کا زمانہ
ہوتی نہیں اب شام جو مر مر کے سحر کی

اس کے سامنے جب ملک الموت آئیں گے تو وہ کتنا خوش ہوگا؟ زندہ رہنے کی تمنا ہو تو اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لئے، وطن آخرت بنانے کے لئے، محبوب کی یاد جب تڑپائے، پریشان کرے کہ دیر ہو رہی ہے، وطن کی یاد ستانے لگے تو پھر تسلی کے لئے یہ دعاء ہے: یا اللہ! تیری رضا کے لئے، کچھ اور کام کرنے کے لئے، وطن آخرت بنانے کے لئے، کچھ اور سامان مہیا کرنے کے لئے جو لمحات مل جائیں وہ فراق کے لمحات برداشت کریں گے اس لئے کہ تیری رضا میں ترقی ہو رہی ہے۔

؎ اگرچہ دور افتادم بدین امید خرسندم
کہ شاید دست من بار دگر جانان من گیرد

دور تو ہیں مگر تسلی ہو رہی ہے کہ یا اللہ! کسی نہ کسی دن تو بلا ہی لے گا، دور ہونے سے پریشانی تو بہت ہوتی ہے کہ کب پہنچیں گے مگر یہ سوچ کر تسلی ہو جاتی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ جائیں گے، وہ چھوڑے گا تو نہیں اور جب تک چھوڑے ہوئے ہے تو اس وقت تک تیری رحمت یہ ہے کہ تیری رضا کے اسباب اور زیادہ ملتے جائیں اور زیادہ اور زیادہ۔

؎ جینا چاہوں تو کس بھروسے پر
زندگی ہو تو بر در محبوب

زندگی ہو تو آخرت بنانے کے لئے ہو، اللہ تعالیٰ کی رضا میں ترقی کے لئے ہو اگر ایسا نہیں تو پھر زندگی سے موت بہتر ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر بتا رہا تھا۔

؎ کل امرئ مصبح فی اھلہ
والموت ادنی من شراك نعلہ

ترجمہ: "ہر شخص روزانہ صبح کو لوگوں سے دعائیں لیتا ہے اور موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔"

؎ یا صاحبی لا تغترر بتنعم
فالعمر ینفد و النعیم یزول
واذا حملت الی القبور جنازة
فاعلم بانك بعدها محمول

اے دوست! دنیا کے عیش ونشاط میں پڑ کر دھوکے میں مبتلا نہ ہو جانا، اس لئے کہ زندگی ایک دن ختم ہو جائے گی اور عیش وعشرت کا یہ سارا سامان تمہارے ہاتھ سے چھن جائے گا، یہ چیزیں اول تو دنیا میں ہی تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گی، اگر رہ بھی گئیں تو زیادہ سے زیادہ موت تک رہیں گی، موت آتے ہی دنیا کی ہر چیز چھوٹ جائے گی۔ جب تم قبرستان کی طرف کوئی جنازہ لے کر چلو تو چلتے ہوئے سوچتے جایا کرو کہ کسی روز ہمیں بھی لوگ یونہی اٹھا کر لے جائیں گے۔

فانی چیزوں کی محبت مصیبت:

جن چیزوں کی محبت میں آکر اپنے محبوب حقیقی کو ناراض کر رہے ہیں وہ ساری بے وفا ہیں، فانی ہیں، محبت تو اس محبوب سے رکھنی چاہئے جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔

؎ عشقہائے کز پئے رنگے بود
عشق نبود عاقبت ننگے بود
عشق بامردہ نباشد پائیدار
عشق را با حی با قیوم دار

دنیوی چہل پہل کی وجہ سے، رنگ وروغن کی وجہ سے، زیب وزینت کی وجہ سے جو محبتیں ہوتی ہیں وہ عشق نہیں عنقریب موت آئے گی تو پتا چل جائے گا کہ یہ تو

ساری کی ساری مصیبت ہے مصیبت۔

؎ عشق بامردہ نباشد پائیدار

عشق را با حی با قیوم دار

مردہ سے عشق کتنی بڑی حماقت؟ مرنے والی چیزوں سے فانی چیزوں سے عشق و محبت کس کام کی؟

؎ ارے یہ کیا ظلم کر رہا ہے کہ مرنے والوں پہ مر رہا ہے

جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوق نظر نہیں ہے

یہ خود بھی فانی اور جن چیزوں کے عشق میں مرا جارہا ہے وہ بھی فانی اس لئے فرمایا کہ حی و قیوم کے ساتھ محبت پیدا کرو، محبت کے لائق تو بس وہی ہے۔

ع تیرے سوا محبوب حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

وہی تو ہے جو ہمیشہ ہمیشہ رہنے والا ہے، محبت کرنے والا اور محبت کی قدر کرنے والا ہے اس کے ساتھ محبت قائم کیجئے۔

ع عشق را با حی و با قیوم دار

دوسروں کی موت سے عبرت حاصل کریں:

کسی کی موت کی خبر سنیں تو اپنی موت کو سوچ کر فکر آخرت پیدا کریں۔

؎ واذا سمعت بهالك فتيقنن

ان السبيل سبيله فتزود

دنیا میں کہیں بھی کسی جانے والے کی خبر سننے میں آئے تو اس کی موت پر غم کرنے کی بجائے عبرت حاصل کریں کہ جہاں وہ گیا ہمیں بھی جانا ہے، کسی بھی مرنے والے کی خبر سننے میں آئے تو یقین کرلو یقین یعنی اس یقین کا استحضار کرلو، بات دل میں اتار دو، عبرت حاصل کرو کہ جہاں وہ جارہا ہے وہی معاملہ موت کا تیرے ساتھ بھی

پیش آنے والا ہے، ملک الموت تجھے کسی حال میں بھی چھوڑے گا نہیں۔ حضرت سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

؎ خیرے بکن فلاں و غنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

اس سے پہلے کہ لوگوں میں تیرے بارے میں یہ بات چلے کہ فلاں مرگیا، اس سے پہلے پہلے آخرت بنانے کی تیاری کرلے، دل سے غفلت کے پردے ہٹالے، اپنے مالک کو راضی کرلے، اپنی نفسانی خواہشات کا علاج کرلے ورنہ جب وہ وقت آگیا کہ لوگ کہنے لگیں کہ فلاں مرگیا تو اس کے بعد تیرا کیا بنے گا؟ پھر تدارک کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی، اس وقت کو غنیمت سمجھ۔

؎ اک جنازے پر میں گزرا اور حسرت سے کہا
میں بھی مل لیتا اگر یہ اور جیتا ایک دن
بولی مایوسی ارے نادان! جب آجاتی ہے موت
ایک دم بھی زندگی مشکل ہے کیسا ایک دن

؎ رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

دوسروں کے حالات سے عبرت حاصل کیا کریں۔

؎ کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے
خوب ملک روس اور کیا سرزمین طوس ہے
گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجئے زندگی

اس طرف آواز طبل ادھر صدائے کوس ہے
صبح سے تا شام چلتا ہوئے گلکوں کا دور
شب ہوئی تو ماہرویوں سے کنارو بوس ہے
سنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشا میں تجھے
چل دکھاؤں تو جو قید آز کا محبوس ہے
لے گئی یکبارگی گور غریباں کی طرف
جس جگہ جان تمنا ہر طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے
پوچھ تو ان سے کہ جاہ و حشمت دنیا سے آج
کچھ بھی ان کے پاس غیر از حسرت وافسوس ہے

دنیائے مردار کے عاشقوں کا حال:

آج کل لوگوں میں بیرونی ممالک جانے کا شوق بہت ہوگیا ہے کیا سوچتے ہیں؟ امارات جائیں گے، سعودیہ جائیں گے، مدینہ کا عشق کھینچے لئے جارہا ہے، مرجاؤں مدینے کی خاک میں پیوند ہوجاؤں اور روضۂ مبارک کی گردوغبار کا سرمہ بنالوں، مدینے کی ہوا بالوں کی کنگھی بن جائے اور مکہ میں جاجا کر طواف کروں، وہیں مرجاؤں۔ یہ اللہ تعالیٰ کو فریب دینے والی باتیں ہیں۔

اپنی حقیقت کو خوب سمجھتا ہے کہ یہ جذبات کا اظہار تو اوپر اوپر سے ہے اصل میں مال کمانے جارہا ہے، کچھ نہ پوچھئے ریالوں پر ریال جو پکار رہا ہے ناریال کچھ نہ پوچھئے ریال مل جائیں ریال (حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ لطیفے کے طور پر رال کی جمع ریال بتاتے ہیں۔ جامع)

عمرۃ متقبلۃ:

ایک بار میں ریاض کے مطار پر امیگریشن کی قطار میں کھڑا ہوا تھا ایک افسر خود ہی میرے پاس چلے آئے اور بڑے جوش سے کہنے لگے:

﴿عمرة متقبلة﴾

تَرْجَمَۃ: ”اللہ تعالیٰ آپ کا عمرہ قبول فرمائیں۔“

بس ان کا اتنا کہنا تھا میری محبت کو شہ آگئی۔

نظر نظر سے جو ٹکرا گئی تو کیا ہوگا
مری محبت کو شہ آگئی تو کیا ہوگا

میں نے عربی کے دو تین عشقیہ اشعار پڑھ دیئے تو انہوں نے اچھل کر زور سے کہا:

”زد ـــــ اور سنائیے۔“

میں نے کہا کہ ٹھیک ہے سنتے جائیے جب میں نے یہ اشعار پڑھے۔

علی بربع العامریة وقفة
یملی علی الشوق والدمع کاتب
ومن دیدنی حب الدیار لاهلها
وللناس فیما یعشقون مذاهب

محبوب کے مکان پر جا کر چکر کاٹنا میری عادت بن چکی ہے اور جب وہاں جاتا ہوں تو محبوب کی نشانیوں کو دیکھ کر شوق کچھ لکھواتا ہے اور میرے آنسو لکھتے ہیں تو وہ افسر بڑے تعجب سے کہتے ہیں:

”الدمع یکتب؟ ـــــ کیا آنسو بھی لکھا کرتے ہیں؟“

میں نے کہا:

''ابو دموعی تکتب ـــــ ہاں میرے آنسو لکھتے ہیں۔''

اس کے بعد وہ کہنے لگے کہ یہ جو اتنی لمبی لمبی قطاریں ہیں ان میں عمرہ کرنے والے صرف آپ ہیں باقی سب کمانے جارہے ہیں۔ یہ ہے ریاض میں امیگریشن کے ایک افسر کا تبصرہ۔

مدینہ منورہ میں ایک قاری صاحب ہیں انہوں نے مجھے یہاں کے ایک شخص کا خط دکھایا جس میں لکھا ہوا تھا کہ آپ مجھے مدینے میں بلالیں پھر اس میں عشق ومحبت کے اشعار لکھے ہوئے تھے، ایسی ایسی باتیں کہ مدینے میں رہ جاؤں پھر مدینے ہی کی مٹی میں پیوند ہوجاؤں، آپ مجھے ضرور بلالیں اور میرا نام استعمال کیا کہ اس کا مرید ہوں، آپ کا پیر بھائی ہوں۔ قاری صاحب نے مجھے خط دکھایا اور پوچھا کہ اسے بلالوں، میں نے کہا کہ اس خط پر آپ میرے حوالے سے اسے لکھئے کہ میں نے انہیں خط دکھایا تھا تو انہوں نے یہ جواب لکھوایا ہے کہ چلو محاذ پر تین چلے لگا کر آؤ، اس کے بعد قاری صاحب سے بات کرنے کی بجائے مجھ سے بات کریں پھر میں یہ بتاؤں گا کہ ابھی تجھ سے اور چلے لگواتا ہوں یا مدینہ بھیجتا ہوں، بس پھر کوئی جواب نہ ملا خاموش، معلوم نہیں کہاں چلا گیا شاید وہ یہ سن کر کہ محاذ پر جانا پڑے گا پہلے ہی مر گیا ہو، محاذ کا نام سن کر خوف سے جان نکل رہی ہے اور مغربی ممالک کی محبت میں مرے جارہے ہیں بس کسی طرح ویزا مل جائے امریکہ کا، کینیڈا کا، انگلینڈ کا، فرانس کا، آسٹریلیا کا، سعودیہ کا، امارات کا، بہت سے لوگ ان سے پیسے لے لے کر کھا جاتے ہیں پھر وہ نہ ویزا دیتے ہیں نہ پیسے دیتے ہیں پھر بھی مرے جارہے ہیں وظیفے پوچھتے پھرتے ہیں، ملک سے باہر جانے کی ایسی ایسی امنگیں دلوں میں اٹھتی ہیں ان لوگوں کا خیال ہے کہ پاکستان میں کوئی اور اللہ ہے اور بیرونی ملکوں میں کوئی دوسرا اللہ ہے، مرے جارہے ہیں کہ باہر جاکر زیادہ سے زیادہ مال کمائیں، فلاں ملک میں خوب آمدنی ہے، فلاں ملک میں نوکری بہت اچھی مل جائے گی، نکلو نکلو یہاں سے، یہاں کا

تو معیار زندگی بہت پست ہے دوسرے ممالک کا معیار زندگی بلند ہے۔

؎ کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے
خوب ملک روس اور کیا سرزمین طوس ہے

طوس تو اب دنیا میں شاید ہے نہیں، ہو سکتا ہے کہ اس ملک کا نام بدل گیا ہو مجھے معلوم نہیں، رہ گیا روس تو اسے مجاہدین نے چنے چبوا دیئے۔

؎ کل روس بکھرتے دیکھا تھا اب انڈیا ٹوٹتا دیکھیں گے
ہم برق جہاد کے شعلوں سے امریکا جلتا دیکھیں گے

انشاء اللہ تعالیٰ، روس کو چنے چبوا دیئے امریکا انتظار کر رہا ہے، بہت ہی انتظار ہے امریکا کو، نیندیں اڑی ہوئی ہیں کہ مجاہدین اب پہنچے، اب پہنچے، دنیا کے عاشق امریکا جانے کے لئے مرے جا رہے ہیں۔

؎ کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے
خوب ملک روس اور کیا سرزمین طوس ہے

ارے کہیں باہر نکلو باہر کہیں روس میں پہنچو، طوس میں پہنچو، امریکا میں پہنچو، انگلینڈ میں پہنچو اور امارات تو بہت ہی قریب ہے۔ کسی نے بتایا کہ جو لوگ دوبئی میں رہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر دوبئی کو پہیے لگ جائیں تو ہم اسے کھینچ کر لے جائیں، ارے واہ! فری ڈیوٹی ہے، فری ڈیوٹی، کتنا سامان ڈھوئیں، کتنا اٹھا اٹھا کر جہازوں کے جہاز بھر بھر کر لے جائیں، کاش کہ دوبئی کو پہیے لگ جائیں اسے کھینچ کر لے جائیں۔ ایک بار ہم عمرے سے واپسی پر جہاد کے ایک اہم کام کے لئے دوبئی میں اتر گئے، وہاں سے جب یہاں کراچی ایئر پورٹ پر پہنچے تو یہاں امیگریشن کا عملہ دوبئی سے آنے والے جہاز کا سامان دیکھ کر بہت خوش ہو رہا تھا، یہ لوگ دوبئی سے آنے والے سامان کو دیکھ دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں کچھ نہ پوچھئے ان کا وزن کئی کئی کلو بڑھ جاتا ہے، بیگم بھی کہتی ہوگی کہ دیکھئے دوبئی سے جہاز آئے گا کہیں ان کو چھوڑ نہ دیجئے گا۔ ہم

جب ان کے قریب سے گزر رہے تھے تو ایک نے بلالیا خوشی سے چہرہ کھلا ہوا باچھیں پھٹ رہی تھیں اور منہ رال سے بھرا ہوا، میز پر خوشی کی مستی سے بہت زور سے ہاتھ مار کر بریف کیس رکھنے کا اشارہ کیا، بڑا خوش ہو رہا تھا، میں نے کہا دیکھ لیں کچھ بھی نہیں ہے، وہ بہت پریشان ہوا پھر اس کو میری بات پر یقین آگیا کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، کہنے لگا اچھا اچھا جایئے، اس کا مطلب یہ تھا کہ ان سے تو کچھ ملے گا نہیں اور ان کا سامان دیکھنے میں دو تین منٹ لگیں گے تو دوسرے جو بڑے بڑے مرغے ہیں ان کا سامان دیکھنے میں تاخیر ہو جائے گی، اپنا اتنا بڑا نقصان کیسے کریں اس لئے ہمیں جلدی سے رخصت کر دیا۔

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے
خوب ملک روس اور کیا سرزمین طوس ہے

ارے جاؤ روس میں، طوس میں، دوبئی میں، مسقط میں، بحرین میں، ارے فلاں جگہ جاؤ، فلاں جگہ جاؤ۔ اگر خود آپ لوگوں کو یہ خیال نہیں آتا تو اپنے اردگرد دوسروں کے بارے میں تو سنتے ہی رہتے ہوں گے کچھ عبرت حاصل کیا کریں۔ یہ ہوس کے بندے جب کہیں باہر جانے لگتے ہیں تو بیگم سے کہتے ہیں کہ میں تو باہر جا رہا ہوں لیکن ابھی آپ کو لے جانے کا انتظام تو نہیں ہو سکے گا آپ اکیلی کیسے رہیں گی؟ وہ کہتی ہے نہیں نہیں آپ ضرور جائیں کوئی پروا نہیں، بیگم کو مال سے اتنی محبت اتنی محبت کہ دین جائے، عزت جائے، راحت جائے، ہر قسم کا سکون جائے کوئی بات نہیں، میں اکیلی رہ لوں گی، ہاں راجا جائیں، آرام سے جائیں، کوئی فکر نہ کریں، یہاں بہت ہیں سنبھالنے والے آپ تو بس کما کما کر لائیں، پیسا چاہئے پیسا۔

گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجئے زندگی
اس طرف آوازِ طبل اودھر صدائے کوس ہے
صبح سے تا شام چلتا ہو مئے گل گوں کا دور

شب ہوئی تو ماہرویوں سے کنارو بوس ہے
سنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشا میں تجھے
چل دکھاؤں تو جو قید آز کا محبوس ہے
لے گئی یکبارگی گور غریباں کی طرف
جس جگہ جان تمنا ہر طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے
پوچھ تو ان سے کہ جاہ وحشمت دنیا سے آج
کچھ بھی ان کے پاس غیراز حسرت وافسوس ہے

اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ توفیق سے عبرت کی بات سامنے آجاتی ہے، ہوس نے تقریر کی کہ فلاں ملک میں چلو، فلاں ملک میں چلو، یہ انگلینڈ وغیرہ میں جا کر بیت الخلاء کی صفائی یا ہوٹلوں وغیرہ میں برتن ورتن مانجھتے ہیں، وہاں ایسے ایسے کام کرتے ہیں اور یہاں آکر کہتے ہیں انگلینڈ سے آئے ہیں انگلینڈ سے، امریکا سے، کینیڈا سے اور وہاں ہوٹلوں میں برتن مانجھتے ہیں۔ ہوس نے تقریر کی کہ چلو کماؤ چلو کماؤ معیار زندگی بلند کرو، اتنا کماؤ کہ پاکستان میں جا کر خوب جائیدادیں خریدیں، بہت بڑی بلڈنگ بنائیں۔ جب اتنا کمالے گا تو پھر دوسری شادی کا سوچے گا وہ پہلی جس نے کہہ کہہ کر کمانے کے لئے بھیجا اس کو کہتا ہے کہ تو بوڑھی ہوگئی، اب میں دوسری شادی کروں گا بلکہ بہت سے تو وہیں باہر ہی دوسری شادی کر لیتے ہیں اور پہلی بیوی چیختی چلاتی رہ جاتی ہے، اس لئے خواتین کو نصیحت کرتا ہوں کہ شوہروں کو زیادہ کمانے کے لئے مت بھیجا کرو، وہ جب زیادہ کما لیتا ہے تو پہلی بیوی کو چھوڑ دیتا ہے یا رکھتا بھی ہے تو اس کو خادمہ کی حیثیت سے رکھتا ہے پھر دوسری شادی پھر تیسری پھر چوتھی، چار چار شادیاں کر لیتا ہے، یہ عورتیں مال کی ہوس میں خود ہی اپنے سر مصیبت ڈالتی ہیں۔

شیخ چلی پچیس پیسے اجرت پر کسی کا گھی کا مٹکا اٹھا کر لے جارہا تھا اور ساتھ ساتھ یہ سوچتا جارہا تھا کہ اس کی اجرت سے انڈے خریدوں گا، ان کی تجارت میں ترقی ہوگی تو مرغیاں پھر ترقی کر کے بکریاں پھر گائے، بھینس، اونٹ، گھوڑے وغیرہ، پھر شادی کروں گا، اس سے بچے پیدا ہوں گے وہ مجھ سے پیسے مانگیں گے تو ہاتھ کو جھٹک کر کہوں گا، ہٹو پرے، یہ سوچتے ہوئے ہاتھ کو ایسا جھٹکا دیا کہ مٹکا گر کر ٹوٹ گیا، مالک نے کہا کہ اگر کہیں تو پھسل کر یا ٹھوکر کھا کر گرتا اور مٹکا ٹوٹ جاتا تو تو معذور تھا، تو نے تو قصداً جھٹکے سے مٹکے کو گرا کر توڑا ہے، مٹکے اور گھی کی قیمت نکالو۔ شیخ چلی نے کہا کہ آپ کا تو ایک مٹکا ہی گیا، جبکہ میرا تو سارا کنبہ ہی تباہ ہوگیا۔ ایسے ہی یہ باہر جانے والے ہیں، بالکل ایسے یہ سوچتے ہیں کہ فلاں جگہ جائیں گے پھر فلاں جگہ جائیں گے پھر کئی تو باہر جا کر مہینوں مہینوں پریشان رہتے ہیں جو پیسے ساتھ لے جاتے ہیں وہ بھی خرچ کر لیتے ہیں پھر خالی ہاتھ واپس آجاتے ہیں، یہاں آکر بھیک مانگتے ہیں۔

ہوس نے برباد کردیا:

انسان کو ہوس نے تباہ کردیا۔

صبح تا شام چلتا ہو مئے گل گوں کا دور
شب ہوئی تو ماہرویوں سے کنار و بوس
سنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشا میں تجھے
چل دکھاؤں تو جو قید آز کا محبوس ہے

''آز'' حرص کو کہتے ہیں۔ عبرت بولی کہ تجھ پر حرص وہوس سوار ہوگئی وہ تجھے ایسے ٹھڈے لگا رہی ہے جیسے فٹ بال کو ٹھڈے لگائے جاتے ہیں، ارے ہوس کے بندے! تو ادھر آ کچھ میری بات بھی سن لے، ہوس نے تو تجھے یہیں بستر پر لیٹے لیٹے ساری دنیا کی سیر کروادی، میں تجھے پکڑ کر ساتھ لے چلوں گی۔

؎ لے گئی یکبارگی گور غریباں کی طرف
جس جگہ جان تمنا ہر طرح مایوس ہے

دنیا میں انسان آرزوؤں اور تمناؤں کے سہارے جی رہا ہے کہ یہ ہو جائے، وہ ہو جائے یا یہ کہ ابھی تو مجھے یہ کرنا ہے اور وہ کرنا ہے، ان جھوٹی تمناؤں کا انجام دیکھنا ہے تو ذرا قبرستان چلے جاؤ ساری حسرتیں، تمنائیں اور آرزوئیں خاک میں ملی ہوئی ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ عبرت پکڑ کر مجھے قبرستان لے گئی۔

؎ مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے

سکندر، دارا اور کیکاؤس یہ سب کے سب مشہور بادشاہ گزرے ہیں۔ بڑے بڑے نامور اور مشہور بادشاہوں کی قبریں دکھا کر کہنے لگی کہ یہ سکندر ہے، یہ دارا ہے، یہ کیکاؤس ہے۔

؎ پوچھ تو ان سے کہ جاہ و حشمت دنیا سے آج
کچھ بھی ان کے پاس غیر از حسرت و افسوس ہے

یہ لفظ حِشمت ہے لوگوں نے کہنا شروع کر دیا حَشمت پھر نام رکھنا شروع کر دیا حشمت علی اور نام رکھتے ہیں عابد علی ''علی کی عبادت کرنے والا'' عابد حسین ''حسین کی عبادت کرنے والا'' حشمت تو ہونی چاہئے صرف اللہ کی، دین کی، نام رکھتے ہیں حشمت علی ''علی کی حشمت'' اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تھوڑی سی عقل دے دیں تھوڑی سی، کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر کہیں سے صفر اعشاریہ صفر صفر صفر ایک ملی گرام عقل ایک کروڑ روپے میں مل جائے تو میں وہ بھی خرید کر ایسے احمقوں کو پلا دیتا، سب کو عقل دے دیتا، اس پر یہ سوال ہوگا کہ اتنی تھوڑی سی عقل سب کو کیسے پلاؤں گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چائے میں گھول گھول کر پلا دوں گا، چائے کے تو لوگ عاشق ہیں نا، ہر وہ چیز جو نقصان کرتی ہے آج کا انسان اس کا عاشق ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

عذاب ہے، چائے کی پیالی میں اس تھوڑی سی عقل کو گھول کر ایک بہت بڑی سی دیگ میں ڈال دوں گا پھر پیالیاں بھر بھر کر سب کو پلا دوں گا۔

؎ پوچھ تو ان سے کہ جاہ و حشمت دنیا سے آج
کچھ بھی ان کے پاس غیر از حسرت و افسوس ہے

ذرا ان سے پوچھو! تمہاری تمناؤں سے بڑھ کر ان کی تمنائیں تھیں۔ اس زمانے کے بادشاہوں کو آج کل کے کسی صدر یا وزیر پر مت قیاس کیجئے، یہ لوگ ان کے سامنے بونے ہیں، آج کا بڑے سے بڑا صدر بھی اس زمانے کے چھوٹے سے چھوٹے بادشاہ سے بھی چھوٹا ہے، یہ وہ بادشاہ تھے جن کی آدھی آدھی دنیا پر حکومت تھی بلکہ بعض نے تو پوری دنیا پر حکومت کی۔ عبرت بولی ان بادشاہوں سے پوچھو! انہوں نے تمناؤں اور آرزوؤں کے کیسے کیسے محل تعمیر کر رکھے تھے لیکن موت نے آکر سارے محل زمیں بوس کر دیئے ان نامور سلاطین کو ان کی آرزوؤں سمیت خاک میں ملا دیا۔

؎ جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے
مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بو نے
کبھی غور سے یہ بھی دیکھا ہے تو نے
جو معمور تھے وہ محل اب ہیں سونے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
نہ دلدادۂ شہرہ جوئی رہے گا
نہ گرویدۂ شعر گوئی رہے گا
نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا
رہے گا تو ذکر نکوئی رہے گا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
ملے خاک میں اہل شاں کیسے کیسے
مکیں ہوگئے لامکاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے
مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہ زمین بڑے بڑے آسمانوں کو کھا گئی، بڑے بڑے آسمان، شجاعت و بہادری کے آسمان، مال و دولت کے آسمان، علم و عقل اور فنون و ہنر کے آسمان، حسن و جمال کے آسمان، دنیا میں جتنے کمالات کا آپ تصور کر سکتے ہیں کرلیں ان تمام باکمال لوگوں کو زمین کھا گئی۔

موت کا وقت معلوم نہیں:

یہاں کراچی میں ایک بہت مشہور ڈاکٹر صاحب تھے، اول نمبر شمار ہوتے تھے۔ یہ بہت مدت کی بات ہے عبرت کی باتیں مجھے یاد رہتی ہیں، پھر عمر بھی لمبی ہوگئی تو عبرت کے واقعات بہت سامنے آتے ہیں، اللہ تعالیٰ برکت عطاء فرمائیں، ان لمحات کو قیمتی بنادیں، زیادہ سے زیادہ فکر آخرت عطاء فرمائیں۔ آخرت بنانے کے لئے زیادہ سے زیادہ اسباب عطاء فرمادیں۔ جب اللہ نے اتنی لمبی عمر دے دی تو اتنی تو ہوجائے کہ میری حیات میں امریکا فتح ہوجائے اور ساری دنیا پر اسلام کی حکومت ہوجائے، میرے لئے یہی دعاء کیا کریں، ایک ہی تمنا رہ گئی ہے ایک ہی تمنا۔

؎ ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی، صرف ایک ہی تمنا رہ گئی کہ میری حیات میں امریکا فتح ہوجائے، اب تو گرمی کا موسم بھی آرہا ہے، گرمیوں میں کراچی میں سیب نہیں ملتے، واشنگٹن کے سیبوں کی ضرورت پیش آرہی ہے، اللہ کرے کہ مئی کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے امریکا فتح ہوجائے، وہیں جا کر آپ لوگوں کو بھی سیب کھلاؤں گا پکی بات ہے مسجد میں بیٹھ کر وعدہ کرتا ہوں ایسے اوپر اوپر سے نہیں کہہ رہا، فتح ہوجائے تو جس باغ سے میرے لئے سیب آتے ہیں سب کو اس باغ میں لے جا کر سیب کھلاؤں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

قصہ بتا رہا تھا کہ ایک بہت مشہور ڈاکٹر صاحب تھے، ان کے بارے میں یہ معلوم ہوا کہ ایک مریض معاینہ کروانے گیا ڈاکٹر صاحب اپنی شاندار کرسی پر بیٹھے اس کی نبض دیکھ رہے تھے اسی دوران ملک الموت ڈاکٹر صاحب کو لے گیا، مریض بیٹھا رہ گیا اور ڈاکٹر کا قصہ ختم، کچھ معلوم نہیں کہ کب جانے والے ہیں، اس کے باوجود موت سے اتنی غفلت اتنی غفلت، اللہ تعالیٰ کچھ عقل عطاء فرمائیں، عبرت عطاء فرمائیں۔

ایک شخص نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا کہ آج ملک الموت مجھے بہت گھور گھور کر دیکھ رہے تھے۔ عام لوگ موت کے فرشتے کو عزرائیل کہتے ہیں یہ صحیح نہیں، ملک الموت کا یہ نام نہ کہیں قرآن میں ہے نہ کسی حدیث میں، تعویذ اور فتیلے لکھنے والوں نے خود ہی گھڑ لیا ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ ہوا کو حکم دیں کہ مجھے ہندوستان لے جائے، سلیمان علیہ السلام نے سوچا کہ اگر اس کی موت آئی ہے تو یہ دنیا میں کہیں بھی چلا جائے ملک الموت چھوڑے گا تو نہیں دنیا سے رخصت ہوتے ہوتے اس کی تمنا تو پوری کر ہی دوں، ہوا کو حکم دیا کہ اسے ہندوستان پہنچادو۔ تھوڑی دیر بعد ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچے، سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تجھے اس کی جان قبض کرنے کا حکم تھا تو ایسے ہی قبض کر لیتے، پہلے گھور گھور کر بیچارے کو پریشان کیوں کیا؟ ملک الموت نے کہا کہ میں نظر

عجب سے دیکھ رہا تھا، اس نے سمجھا کہ نظر غضب سے دیکھ رہا ہوں، میں تو تعجب سے دیکھ رہا تھا کہ مجھے آج اتنے بجے ہندوستان میں اس کی روح قبض کرنے کا حکم ملا ہے اور یہ یہاں ہے میں یہ سوچ رہا تھا کہ اسے ہزاروں پر لگ جائیں تو بھی یہ اس وقت تک ہندوستان نہیں پہنچ سکتا آپ نے یہ مسئلہ حل کر دیا وہ آپ کے پاس پہنچا آپ نے ہوا کو حکم دیا اس نے وہاں پہنچا دیا میں اس کی روح قبض کر کے آ رہا ہوں۔

۲ اولاد:

عبرت کے اسباب میں دوسری چیز اولاد ہے۔ بندشیں لگانے کے باوجود کتنے بچے پیدا ہو رہے ہیں، حکومتیں پوری طاقتیں خرچ کر رہی ہیں کہ بچے پیدا نہ ہوں۔ کچھ مدت پہلے کہتے تھے ''بچے تین ہی اچھے'' ایک دو سال کے اندر پھر بورڈ نظر آنے لگے: ''بچے دو ہی اچھے'' اب میں تو باہر نکلتا نہیں شاید کر دیا ہو: ''بچہ ایک ہی اچھا'' اور ہو سکتا ہے کہ کبھی کہہ دیں: ''بچہ ایک بھی نہ ہو تو اچھا'' جو رفتار چلی آ رہی ہے اس سے کچھ بعید نہیں کہ ایسے کریں، پورا زور لگا دیا کروڑوں روپے خرچ ہو رہے ہیں کہ بچے پیدا نہ ہوں اس کے باوجود دھڑا دھڑ دھڑا دھڑ دھڑا دھڑ اللہ تعالیٰ بھیج رہے ہیں مجاہد بھی تو اللہ تعالیٰ کو پیدا کرنے ہیں نا:

﴿تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾

(۳-۲۷)

میرے اللہ کا کرم دیکھئے والدین نافرمان بے دین اور اولاد جا جا کر اللہ کی راہ میں شہید ہو رہی ہے۔ بہت سے لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہم جہاد پر جانا چاہتے ہیں مگر والدین اجازت نہیں دے رہے۔ میں ان سے کہا کرتا ہوں کہ جہاد پر والدین کو بھی ساتھ لے جائیں، امی تو وہاں بیٹھ کر نفل پڑھ پڑھ کر دعائیں کریں گی اور ہو سکے تو مجاہدین کے لئے کھانا بھی پکائیں اور ابو کو ''چھل میلہ'' پر بٹھا دو، انہیں چھل میلہ نہ ملے

تو میرے پاس آئیں میں دلوادوں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ ہوسکتا ہے کہ کسی مفتی کو یہ خیال پیدا ہو کہ والدین کی اجازت کے بغیر جہاد پر جانا صحیح نہیں، جس مفتی کو یہ خیال پیدا ہو وہ پہلے تو فوراً تین بار استغفار کرے، یہ گناہوں کا وبال ہے کہ ان کو مسائل سمجھ نہیں آتے، تین بار استغفار کے بعد پھر اگر مسئلہ حل نہ ہو تو مجھ سے پوچھ لے پھر میں بتادوں گا اور اگر استغفار نہیں کریں گے تو مسئلہ بتانے کے بعد بھی سمجھ میں نہیں آئے گا، اللہ کبھی نافرمانی کرنے والے کے دل میں اپنے قانون کا علم عطاء نہیں فرماتے، استغفار کرلیں اولاً تو اللہ تعالیٰ خود بخود ہی ایسے مفتی کے دل کو کھول دیں گے کہ اس میں والدین سے اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں، اس جہاد میں جواب چل رہا ہے اس کے بارے میں بتا رہا ہوں، اگر پھر بھی مسئلہ سمجھ میں نہ آئے تو استغفار کرنے سے دل میں اتنی صلاحیت تو پیدا ہو ہی جائے گی کہ بتانے پر بات سمجھ میں آجائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

اولاد کی بات ہو رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کتنے انسان پیدا فرما رہے ہیں اگر ان کی بندشیں کارگر ہو جاتیں بچے پیدا ہونے ختم ہو جاتے اور بڑے جہاد کرتے نہیں بچے بھی پیدا نہ ہوتے تو جہاد کون کرتا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جہاد ''قتال دجال'' تک جاری رہے گا، ایک روایت مشہور ہے کہ قیامت تک جاری رہے گا مگر حدیث میں ''قیامت'' کا لفظ نہیں حدیث میں یہی الفاظ ہیں کہ ''قتال دجال'' تک جاری رہے گا بات ایک ہی ہے صرف الفاظ کی بات کر رہا ہوں دجال کے قتال کے بعد پھر آگے جہاد کی ضرورت نہیں رہے گی، آخری جہاد اور قتال وہی ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کے مقابلے کے لئے کریں گے، دنیا کی کوئی بھی حکومت جہاد کو ختم نہیں کرسکتی۔ سوچئے! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی غلط ہوسکتی ہے؟ اگر کسی کا یہ خیال ہے کہ غلط ہوسکتی ہے تو وہ اپنے ایمان کی خیر منائے، دوبارہ ایمان تازہ کرے، استغفار کرے اور تجدید نکاح بھی کرے۔

اولاد کی بات ہو رہی تھی، اولاد کا پیدا ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

ارے! اور تو کیا ڈاڑھی منڈے مردوں کے پیٹوں سے بھی اولاد پیدا ہونا شروع ہوگئی ہے، ڈاڑھی منڈوں کے پیٹوں سے پیدا ہونے والی اولاد کو بھی شاید اللہ تعالیٰ مجاہد بنادیں، اللہ تعالیٰ پر کیا مشکل پھر اس کے آگے بھی اس کی جتنی نسلیں ہوں اولاد، اولاد کی اولاد قیامت تک سب جہاد کرتے رہیں۔

اولاد میں تغیرات، اولاد کا پیدا ہونا، مرنا، پھر ان کے حالات میں بھی فرق، کوئی صالح کوئی فاسق، کوئی کیسا، کوئی کیسا، اولاد میں کیسے کیسے تغیرات اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے ہیں:

ولادت کا انجام:

ولادت کے انجام کو سوچئے ع

لدوا للموت وابنوا للخراب

ہر ولادت کا انجام موت اور ہر تعمیر کا انجام تخریب ہے۔

؎ جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے
رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے

جیسے ہی بچہ پیدا ہو تو اسی وقت سوچ لیا کریں کہ یہ مرے گا۔ ایک شخص نے بتایا کہ جب ہم برتن خریدتے ہیں تو وہیں دکان پر ہی برتن اٹھانے سے پہلے ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ یہ برتن کبھی ٹوٹے گا بھی، ابھی سے تیار ہوجاؤ، کہیں بعد میں اچانک ٹوٹنے پر افسوس کرو۔ ایسے ہی جو بھی بچہ پیدا ہو تو یہ سوچ لیا کریں، یہ سالگرہیں لگانے والے، اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت پر اللہ کی نافرمانیاں کرنے والے، اللہ کو ناراض کرنے والے یہ نہیں سوچتے کہ جس نے بچہ دیا ہے وہ لے بھی سکتا ہے بلکہ ایک

نہ ایک دن لے لے گا، اس لئے اس بچے کے آنے کی خوشیاں اس طریقے سے منائیں کہ اللہ ناراض نہ ہو، لوگ اس کے برعکس کرتے ہیں، انتظار کرتے رہتے ہیں کہ جب سال پورا ہوگا تو سالگرہ منائیں گے، جتنے سال اتنی موم بتیاں لگاتے ہیں، یہ سالگرہ نہیں سالگرا ہے گرا۔ اگر کوئی ساٹھ سال کی عمر لے کر آیا اور ایک سال گزر گیا تو اس کا ایک سال گر گیا پہلے عمر تھی ساٹھ سال، اب رہ گئی انسٹھ سال، اسی طرح ہر سال دنیا میں رہنے کی مدت ایک سال کم ہوتی جائے گی، سال تو گر رہے ہیں اور یہ لوگ فکر آخرت کرنے کی بجائے، کچھ عبرت حاصل کرنے کی بجائے ناجائز طریقوں سے خوشیاں منا رہے ہیں اللہ تعالیٰ کو ناراض اور شیطان کو خوش کر رہے ہیں۔ جس طرح اموات میں عبرت کے اسباق ہیں اسی طرح اولاد میں بھی عبرت کے بڑے اسباق ہیں، والدین کو اولاد کی کتنی تمنا ہوتی ہے؟ کتنی آرزوؤں اور تمناؤں کے بعد اولاد ملی تو نافرمان اور نالائق، جس اولاد کی خاطر یہ اللہ کو ناراض کرتے ہیں اس کا وبال یہ پڑتا ہے کہ وہ اولاد ان کے لئے عذاب بن جاتی ہے، والدین کو طرح طرح سے تکلیفیں پہنچاتی ہے، حتیٰ کہ ایسے واقعات بھی سننے میں آرہے ہیں کہ اولاد نے والدین کو قتل کر ڈالا، اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائیں۔

(۳) ازواج:

پہلے تو صرف ولادت کی سالگرہ ہوا کرتی تھی، اب شادی کی بھی سالگرہ ہونے لگی ہے۔ ذرا سوچئے! دنیا میں کتنی شادیاں ہوئیں کتنی شادیاں، ان شادیوں کا انجام کیا ہوا؟ جب میرے بڑے بیٹے کی شادی ہوئی تو حضرت ڈاکٹر عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے، فرمایا کہ جب اولاد کی شادی ہو تو سوچنا چاہئے کہ کبھی ہماری بھی شادی ہوئی تھی، میں نے عرض کیا کہ حضرت! اکابر کی برکات ہیں، میں صرف اپنی شادی نہیں سوچ رہا بلکہ میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ کسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی بھی شادی ہوئی

تھی پھر ان کی اولاد کی شادیاں ہوئیں اسی طرح آج تک یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ یہ سوچیں کہ ان شادیوں کا انجام کیا ہوا، ویسے تو آپ لوگوں کو بھی حالات کا خوب علم ہوگا مگر شاید مجھے آپ لوگوں سے زیادہ علم ہو اس لئے کہ لوگ مجھ سے مسائل پوچھتے ہیں، دنیا میں چلتے پھرتے تو آپ لوگ زیادہ ہیں، تعلقات آپ لوگوں کے زیادہ ہیں لیکن مسائل مجھ سے زیادہ پوچھتے ہیں، اور مصیبتوں میں دعائیں بھی کرواتے ہیں اس لئے شادیوں کے حالات مجھے زیادہ معلوم ہیں۔

بے دین لوگوں کے مسائل:

❶ جس سے منگنی ہوئی تھی وہ ابھی بیوی نہیں بنی، بننے والی تھی کہ اس کو یہ لفظ کہہ دیا، اس سے اب نکاح ہو جائے گا یا نہیں؟ نکاح سے پہلے ہی قصے ختم ہو رہے ہیں۔

❷ بعض مسائل ایسے آ رہے ہیں کہ نکاح تو ہوا تھا مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی اور طلاق دے دی۔

❸ رخصت ہو کر لڑکی شوہر کے گھر چلی گئی ابھی آپس میں ملے بھی نہیں تھے کہ طلاق دے دی۔

❹ رخصتی کے بعد ابھی ایک ہی دن گزرا تھا کہ تین طلاقیں دے دیں اور آگے پھر دو دن، تین دن، ایک ہفتہ، ایک مہینہ آگے اسی طرح بڑھاتے جائیں، یہ ہیں اللہ کے نافرمانوں کی شادیوں کے انجام۔

یہ تو ہو گیا کہ طلاق دے دی اور سنئے شادیوں کے بارے میں:

❶ شادی کر کے لائے تھے تو بیوی کر چلی چلا رہی ہے، دولتی لگا رہی ہے، بیویوں نے بہت پریشان کر رکھا ہے، بہت پریشان کر رکھا ہے کچھ پڑھنے کو بتا دیں۔ میں کہتا ہوں کہ ٹھیک نہیں ہوتی تو طلاق دے دو، کہتے ہیں نہیں نہیں! بیوی کا ابا یہ کہتا ہے کہ اگر میری بیٹی کے لئے تو نے کبھی طلاق کا نام بھی لیا تو تیری جان کی خیر نہیں، طلاق دینے

کی بات تو رہی الگ اگر کبھی طلاق کا نام بھی لیا تو تیری خیر نہیں۔

● بہت سی خواتین چلا رہی ہیں شوہر بڑا ظلم کرتا ہے، خرچ نہیں دیتا، مارتا پیٹتا ہے، بہت تکلیف پہنچاتا ہے، دوسری عورتوں سے ناجائز تعلقات قائم کیے ہوئے ہیں گھر میں آتا ہی نہیں۔

● شوہر چھوڑ کر کہیں بیرون ملک چلا گیا ہے معلوم نہیں کہاں ہے، خرچ تو کیا دیتا، پتا ہی نہیں کہاں ہے اب ہم کیا کریں؟

● عدالت سے خلع لے لیا ہے، جبکہ عدالت کے خلع وغیرہ کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، خلع لے کر پھر کہیں دوسرا نکاح کر لیتی ہیں عمر بھر بدکاری ہوتی رہتی ہے۔

● تین طلاقیں دے دیں۔ اب کوئی کہتا ہے کہ حلالہ کروالو، بس ایسے لوگوں کا علاج بھی ہے کہ طالبان کی حکومت جلدی سے آجائے سب سے پہلے ان کی گردنیں اڑائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے:

﴿لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المحلل والمحلل له﴾ (دارمی، ابن ماجه)

ترجمہ: ”حلالہ کرنے والے پر بھی لعنت، حلالہ کروانے والے پر بھی لعنت۔“

حدیث میں ان دونوں پر لعنت کی تو صراحت ہے لیکن ایسا حرام کام کرنے والی عورت لعنت سے کیسے بچ سکتی ہے، تینوں پر لعنت۔ ”حرامہ“ کا نام ”حلالہ“ رکھ کر خوب خوب حرام کاریاں کی جارہی ہیں، کیسے دیوث لوگ ہیں، ایسی دیوثی کو اسلام کی طرف منسوب کر کے پوری دنیا میں اسلام کو بدنام کر رہے ہیں، ایسی بے غیرتی تو دنیا میں کسی بدترین سے بدترین مخلوق میں بھی نہیں، کتا اور خنزیر بھی ایسی بے غیرتی کو برداشت نہیں کرتا، یہ بے غیرت اور دیوث لوگ زبانی روکنے سے تو رکتے نہیں، ڈنڈے سے روکنے کی جب ہم میں استطاعت ہوگی تو پھر دیکھئے کیسے روکتے ہیں، ابھی تو زبان سے کہہ

رہے ہیں جب آگئی کلاشنکوف تو سارے ٹھیک ہوجائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

کئی لوگ تین طلاقیں دینے کے بعد کسی غیر مقلد سے فتویٰ لے آتے ہیں کہ ایک ہی طلاق ہوئی ہے اس لئے رجوع کرسکتے ہیں۔ بیوی کی خاطر مذہب بدل لیتے ہیں اور عمر بھر بدکاری کرتے رہتے ہیں، چندروز کے عیش کے لئے آخرت تباہ کررہے ہیں، اس بارے میں چند باتیں بتاتا ہوں یادرکھیں:

❶ دنیا کی چندروزہ لذت کے لئے اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرنا اور آخرت کو برباد کرنا کتنی بڑی بدبختی ہے؟

❷ غیر مقلدین کا مذہب بس یہ ہے کہ دوسرے سب مذاہب کی مخالفت کرو، ان کے مذہب کی حقیقت کی کچھ تفصیل میرے رسالہ "السبک الفرید" اور رسالہ "نیل المرام" میں ہے، پہلا رسالہ احسن الفتاویٰ جلد اول میں ہے اور دوسرا احسن الفتاویٰ جلد رابع میں ہے، اس بارے میں دو کیسٹیں بھی ہیں: "غیر مقلدین نمبر۱ اور نمبر۲۔"

❸ تین کو ایک قرار دینے جیسی حماقت صرف عیسائی مذہب میں ہے کہ وہ تین خداؤں کو ایک کہتے ہیں، تین چیزیں ایک کیسے بن سکتی ہیں؟ ان کا علاج یہ ہے کہ انہیں تین تھپڑ لگا کرکہیں کہ ایک ہی تو لگایا ہے یا کسی غیر مقلد سے تین ہزار لے کر ایک ہزار واپس کیجئے، اگر وہ زیادہ کا مطالبہ کرے تو کہیئے کہ میں نے ایک ہزار ہی لئے ہیں۔

❹ ان کا یہ انوکھا مذہب نقل وعقل اور اجماع امت کے خلاف ہے۔

❺ یہ لوگ اپنی خرافات کی تائید میں سعودیہ کے علماء کا نام لیتے ہیں حالانکہ حکومت سعودیہ کے دارالافتاء (ریاض) سے وہاں کے سب علماء کا متفقہ فتویٰ شائع ہوا ہے کہ تین طلاقوں کو ایک قرار دینا غلط ہے، ان کا یہ فیصلہ ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ہے جو احسن الفتاویٰ جلد خامس میں ہے۔

❻ اگر کسی نفس کے بندے کو لذات نفسانیہ کے لئے غیر مقلدین کا مذہب اختیار کرنا

ہی ہے تو پھر ان کا پورا مذہب اختیار کرے، ان کے مذہب میں تو یہ بھی ہے کہ معاذ اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ جانا شرک ہے۔ کیا کوئی مسلمان ایسا خیال کرسکتا ہے؟ غیر مقلد بننا ہی ہے تو پورے بنیں، یہ کیا کہ آدھا تیتر آدھا بٹیر۔

ہمدم گلہ اختصار مے باید کرد
یک کار ازین دو کار مے باید کرد
یا تن برضائے دوست می باید داد
یا قطع نظر زیار می باید کرد

محبوب کے حکم کے تابع ہو کر رہو، اس کی رضا کے لئے دنیا بھر کی لذات کو لات مار دو ورنہ محبت کے دعوے چھوڑ دو۔

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہوجا
سراسر موم یا پھر سنگ ہوجا

④ اقارب:

والدین، بھائی بہن، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ اور ان سب کی اولاد، یہ سب رشتے منقطع ہونے والے ہیں، کوئی نہیں رہے گا اور جس کی عمر بڑی ہوگئی اس نے تو اپنی آنکھوں سے میدان خالی دیکھ لیا، پھر قیامت میں:

﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝﴾ (۸۰-۳۴ تا ۳۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وفات کے بعد یہ شعر پڑھے۔

كنا كندماني جذيمة حقبة
من الدهر حتى قيل لن يتصدعا

فلما تفرقنا کأنی ومالکا
لطول اجتماع لم نبت لیلة معا

''ہم دونوں ایک طویل زمانے تک یوں اکٹھے رہے کہ گویا کبھی بھی فراق نہیں ہوگا، اور جب فراق ہوا تو یوں لگ رہا ہے کہ گویا ہم ایک رات بھی اکٹھے نہیں رہے۔''

ہر بھائی، بھائی سے جدا ہونے والا ہے۔

؎ وکل اخ مفارقه اخوه
لعمر ابیك الا الفرقدان

شاعر کہتا ہے کہ ہر بھائی اپنے بھائی سے جدا ہونے والا ہے لیکن فرقدین میں جدائی نہیں ہوگی، اگر یہ شاعر مسلمان تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ فرقدین میں قیامت سے پہلے جدائی نہیں ہوگی ورنہ بروز قیامت تو سب ستارے بھی ٹوٹ کر گر پڑیں گے:

﴿وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝﴾ (۸۲-۲)

اللہ تعالیٰ عبرت کی آنکھیں عطاء فرمائیں۔

⑤ احباب:

دنیا کے تغیرات اور اسباب عبرت میں سے احباب میں بھی بہت بڑی عبرت ہے۔ اس بارے میں پہلی بات تو یہ کہ اس زمانے میں کہیں بھی محبت میں اخلاص نہیں، صرف دکھاوے کی محبت ہے۔

؎ یاران این زمانہ ہم چوں گل انارند
پر رنگ آشنائی بوئے وفا ندارند

انار کے پھول کی طرح بظاہر بہت جاذب نظر مگر وفا کی خوشبو سے بالکل خالی۔

؎ نہ یاروں میں رہی یاری نہ بھائیوں میں وفاداری
محبت اڑگئی ساری زمانہ کیسا آیا

آج کل سب محبتیں دنیوی ہوں، خودغرضی اور نفس پرستی پر مبنی ہیں، جب تک کسی سے کوئی دنیوی طمع وابستہ ہے تو محبت میں گویا مرے ہی جا رہے ہیں اور جہاں کام نکلا تو گویا کبھی کوئی آشنائی تھی ہی نہیں، اگر کسی نے یوں یاد دلانے کی کوشش کی۔

ع کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

تو جواب ملے گا:

''ہم نے آج تک کبھی آپ کا نام تک بھی نہیں سنا۔''

کسی کے پاس مال و منصب ہو تو ہر وقت دوستوں کا مجمع لگا رہتا ہے اور اگر کوئی گردش آگئی تو سب دوست ایسے بھاگتے ہیں کہ تلاش کرنے پر بھی کوئی نظر نہیں آتا۔

؎ بوقت تنگدستی آشنا بیگانہ می گردد
صراحی چوں شود خالی جدا پیمانہ می گردد

صراحی میں جب تک پانی ہوتا ہے اس کے اردگرد لوگ جمع رہتے ہیں لیکن پانی ختم ہونے کے بعد صراحی کا قریب ترین اور دائمی ساتھی یعنی پیالہ بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے الگ ہوجاتا ہے۔

تجوری کو سلام:

ایک حکیم صاحب پہلے مسکین تھے پھر مالدار ہوگئے تو لوگ آآ کر انہیں سلام کہتے:

''حکیم صاحب! السلام علیکم۔''

وہ جواب میں کہتے:

''بہت اچھا پہنچا دوں گا۔''

کسی نے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب؟ لوگ تو آپ کو سلام کہتے ہیں آپ ان کے سلام کا جواب دینے کی بجائے کہتے ہیں: ''پہنچا دوں گا'' ان کا سلام کس کو پہنچاتے

ہیں؟ حکیم صاحب نے جواب دیا: ’’یہ لوگ مجھے سلام نہیں کہتے میری تجوری کو سلام کہتے ہیں، اس لئے میں جواب میں کہتا ہوں: ’’پہنچا دوں گا‘‘ مطلب یہ کہ تجوری کو پہنچادوں گا، میں جب مسکین تھا تو کوئی مجھے سلام نہیں کہتا تھا بلکہ میں کسی کو سلام کہتا تھا تو کوئی جواب بھی نہیں دیتا تھا، اب اللہ تعالیٰ نے مجھے مال دے دیا تو ہر طرف سے سلام پہنچنے لگے ہر وقت:

’’حکیم صاحب! السلام علیکم۔‘‘

اس سے ثابت ہوا کہ یہ سلام مجھے نہیں، میری تجوری کو کہے جا رہے ہیں۔‘‘

یہ سب مال و دولت کے کرشمے ہیں۔

؎ رأیت الناس قد مالوا الی من عنده مال
ومن لا عنده مال فعنه الناس قدمالوا
رأیت الناس قد ذهبوا الی من عنده ذهب
ومن لا عنده ذهب فعنه الناس قد ذهبوا
رأیت الناس منفضة الی عن عنده فضة
ومن لا عنده فضة فعنه الناس منفضة

ان اشعار کا مطلب بھی وہی ہے کہ لوگ مالدار کی طرف بھاگے جا رہے ہیں اور مسکین سے دور بھاگتے ہیں۔ آج کے انسان کو کسی انسان سے دوستی نہیں، مال و دولت اور سونے چاندی سے دوستی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عجیب تعلیم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی دوستی اور دشمنی کے بارے میں بہت عجیب تعلیم دی ہے:

﴿احبب حبیبك هونًا ما، عسی ان یکون بغیضك یومًا ما

وابغض بغيضك هونًا ما، عسى ان يكون حبيبك يومًا ما﴾
(ترمذی)

مطلب یہ کہ دوستی اور دشمنی میں اعتدال رکھو، اس لئے کہ اغراض دنیویہ پر مبنی دوستی اور دشمنی کو بدلتے دیر نہیں لگتی۔

دنیا کی محبتوں کے بارے میں دوسری بات یہ کہ اگر بالفرض اس میں تغیر نہ بھی آیا تو آخر کب تک؟ موت تو ضرور کسی نہ کسی دن جدائی کرا ہی دے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿احبب من شئت فانك مفارقه﴾ (اوسط طبرانی)

ترجمہ: ''جس سے چاہو محبت کرو بالآخر یقیناً فراق ہوگا۔''

سچی اور پائیدار محبت صرف وہ ہوتی ہے جو اللہ کی خاطر ہو۔

؎ عشقہائے کز پئے رنگے بود
عشق نبود عاقبت ننگے بود
عشق بامردہ نباشد پائیدار
عشق را باحی و باقیوم دار

ظاہری رنگ وروغن اور چمک دمک کا انجام بہت خراب ہوتا ہے۔

ع چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات ہے

؎ رنگ رلیوں پہ زمانے کی نہ جانا اے دل
یہ خزاں ہے جو بانداز بہار آئی ہے

؎ ارے یہ کیا ظلم کر رہا ہے کہ مرنے والوں پہ مر رہا ہے
جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوق نظر نہیں ہے

؎ یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی
تخیل کر بلند اپنا کہ یہ باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ بن جائے

؎ یہ دنیا اہل دنیا کو بسی معلوم ہوتی ہے
نظر والوں کو یہ اجڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے

دائمی، پائیدار، ہمیشہ رہنے والی اور دنیا و آخرت دونوں میں کام آنے والی محبت ہے اللہ کی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اللہ والوں کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ثلاث من کن فیه وجدحلاوة الایمان ان یکون الله و رسوله احب الیه مما سواهما و ان یحب عبدًا لایحبه الا لله وان یکره ان یعود فی الکفر کما یکره ان یلقی فی النار﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”جس میں تین چیزیں ہوں وہ ایمان کی حلاوت محسوس کرتا ہے، ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے پوری دنیا سے زیادہ محبوب ہوں، دوسری یہ کہ اللہ کے کسی بندے سے صرف اللہ کے لئے محبت رکھے، تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف لوٹنے سے ایسے ڈرے جیسے آگ میں پھینکے جانے سے ڈرتا ہے۔“

اور فرمایا:

﴿سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لاظل الاظله، امام

عادل و شاب نشأفي عبادة الله عزو جل و رجل قلبه معلق بالمساجد و رجلان تحابافي الله اجتمعا عليه و تفرقا عليه و رجل دعته امرأة ذات حسن و جمال فقال انى اخاف الله و رجل تصدق بصدقة فاخفاها حتى لاتعلم شماله ما تنفق يمينه و رجل ذكر الله خاليا ففاضت عيناه﴾ (متفق علیہ)

تَرجَمہ: ''اللہ تعالیٰ سات قسم کے لوگوں کو اس دن اپنے سائے میں جگہ دیں گے جب کہ اور کوئی سایہ نہیں ہوگا:

❶ عادل بادشاہ، عام لوگ ''عادل'' کے معنی صرف یہ سمجھتے ہیں کہ فیصلے میں انصاف کرے لیکن شریعت میں اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر معاملہ میں دین پر قائم رہے، اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی نافرمانی سے بچے۔

❷ وہ جوان جس کی اٹھان ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوئی ہو۔

❸ وہ شخص جس کا دل مسجدوں سے معلق رہے۔

❹ ایسے دو شخص جو باہم صرف اللہ کے لئے محبت رکھتے ہوں بوقت ملاقات بھی اور غائبانہ بھی۔

❺ جس شخص کو کسی حسن و جمال والی عورت نے گناہ کی دعوت دی تو اس نے کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

❻ جس نے اس طرح مخفی صدقہ دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتا نہ چلا (البتہ بعض اوقات علانیہ صدقہ کی فضیلت بڑھ جاتی ہے جیسے جہاد وغیرہ کی ترغیب کے لئے، جیسا کہ ایک غزوہ کے موقع پر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے ایک نے کل اور دوسرے نے نصف مال صدقہ کیا)

⑤ جس کی خلوت میں اللہ کی یاد سے آنکھیں بہ پڑیں۔
بعض حضرات کے لئے جلوت بھی خلوت ہے۔

ے حسینوں میں دل لاکھ بہلا رہے ہیں
مگر ہائے پھر بھی وہ یاد آرہے ہیں

ے ہمہ شہر پر زخوبان منم و خیال ما ہے
چہ کنم کہ چشم یک بین نکند بکس نگا ہے

ے دور باش افکار باطل دور باش اغیار دل
سج رہا ہے ماہ خوباں کے لئے دربار دل

ے انی جعلتك فی الفؤاد انیسی
وابحت جسمی لمن یکون جلیسی
فالجسم منی للجلیس مؤانس
وحبیب قلبی فی الفؤاد انیسی

ے اے خیال دوست اے بیگانہ ساز ما سوا
اس بھری دنیا میں تو نے مجھ کو تنہا کردیا

⑥ عمارات:

ذرا عبرت کی نگاہ سے دیکھئے، غور کیجئے دنیا میں کتنی عمارتیں بنیں اور پھر گریں۔

ع لدوا للموت و ابنوا للخراب

''ہر ولادت کا انجام موت اور ہر تعمیر کا انجام تخریب ہے۔''

کتنی بستیاں برباد ہو گئیں، کتنے محلات کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے۔

ع یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

لیکن اللہ کے نافرمانوں، اپنی جان کے دشمنوں نے ان عبرت کے مقامات کو بھی تماشا گاہ بنا رکھا ہے، درس عبرت کی بجائے سیر و تفریح بلکہ لہو ولعب اور خرمستیوں کا ذریعہ بنا رکھا ہے، ان کی ظاہری آنکھیں تو دیکھ رہی ہیں لیکن دل کی آنکھیں چوپٹ:

﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾ (۲۲-۴۶)

غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عذاب سے تباہ شدہ بستی ''حجر'' پر گذر ہوا تو فرمایا کہ عذاب سے تباہ ہونے والی بستیوں پر مت جایا کرو، کہیں تم پر بھی عذاب نہ آجائے، کبھی وہاں سے گذرنا ہی پڑ جائے تو روتے ہوئے گذرا کرو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر ڈھانک کر جلدی سے گذر گئے۔ (بخاری)

لیکن یہ سیاہ دل لوگ جو ایسے مقامات پر تفریح کے لئے جاتے ہیں اللہ کے عذاب سے کیسے نڈر اور کیسے جری ہیں:

﴿فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ﴾ (۲-۱۷۵)

⑦ زراعات:

دنیا کے انقلابات وتغیرات میں دروس عبرت میں سے زراعت بھی ہیں، پہلی بات تو یہ کہ زمین میں تخم ڈالنے کے بعد اسے اگاتا کون ہے؟ اللہ چاہے تو تخم زمین کے اندر ہی جل جائے، اللہ تعالیٰ نے تخم کو اگایا، پودا بنایا، لہلہاتی ہوئی دل ربا فصلیں، سرسبز وشاداب باغ، برگ وبار کی بہاریں، پھر وہ چاہیں تو سب کچھ چند لمحات میں ایسے تباہ کر دیں کہ گویا یہاں کچھ تھا ہی نہیں، اور اگر فصل پکنے تک باقی رہ گئی تو درانتی

پڑنے پر صاف چٹیل میدان، یہ ہے حیات دنیا عبرت ہی عبرت، عبرت ہی عبرت، عبرت ہی عبرت، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ زراعات سے عبرت کے اسباق دیئے ہیں:

❶ ﴿اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝﴾ (۱۰-۲٤)

❷ ﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝﴾ (۱۸-٤٥)

❸ ﴿نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝﴾ (٥٦-٥٧ تا ٧٤)

تمہیں قطرہ منی سے کس نے پیدا کیا؟ تخم سے کھیتی کس نے اگائی؟ بادلوں سے پانی کس نے برسایا؟ تمہارے فائدے کے لئے آگ کا درخت کس نے پیدا کیا؟ اس رب عظیم کے بندے بن جاؤ۔

⑧ امارات:

حکومتوں کے بدلنے میں، چڑھنے اترنے میں کتنی بڑی عبرتیں ہیں:

❶ ﴿اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾ (۳-۲۶)

❷ ﴿وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ﴾ (۳-۱۴۰)

بہت ہی عجیب عبرت کے اسباق ہیں۔

؎ تو شاہوں کو گدا کردے گدا کو بادشاہ کردے
اشارہ تیرا کافی ہے گھٹانے اور بڑھانے میں

کتنے بڑے بڑے جابر بادشاہ اپنی رعیت ہی کے کسی فرد کی قید میں گرفتار، بے بس ولاچار، ذلیل وخوار حسرت سے کہہ رہے ہیں۔

؎ وکنا نسوس الناس والامر امرنا
اذا نحن فیھم سوقة نتنصف
فناء لدنیا لایدوم نعیمھا
تقلب تارات و طورًا تصرف

ایک شخص کی گاڑی میں ایک کرسی بہت زیادہ ہل رہی تھی، اس پر جب کوئی بیٹھنے لگتا تو وہ کہتے:

''خیال سے بیٹھیں صدارت کی کرسی ہے کہیں گر نہ جائے۔''

صدر اور وزیر اپنی حیات ہی میں اپنا عبرت ناک انجام دیکھ رہے ہیں، اور اگر کوئی قائم رہا بھی تو آخر کب تک؟ موت آکر صفایا کردے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان حالات سے عبرت حاصل کرنے کی بار بار تنبیہ فرمائی ہے:

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ۝﴾ (۳-۱۳)

یہی آیت دوسری جگہ بھی ہے (۲۴-۴۴)

اور فرمایا:

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى ۝﴾ (۲۰-۵۴)

یہی آیت دوسری جگہ بھی ہے (۲۰-۱۲۸)

اور فرمایا:

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ ۝﴾ (۳۹-۲۱)

جس کی عمر جتنی زیادہ لمبی ہوگی اسی قدر اس کے سامنے یہ اسباب عبرت زیادہ آئیں گے۔ میری عمر زیادہ لمبی ہوگئی دنیا کے انقلابات وتغیرات اور اسباب عبرت بہت زیادہ دیکھے، اسی لئے تو لوگوں کو دنیا وآخرت کی جہنم سے نکالنے کی فکر بڑھ رہی ہے۔

⑨ اکابر:

مضمون یہ چلا آرہا ہے کہ میں خود کو اور دوسروں کو جہنم سے بچانے کے لئے اتنی زیادہ کوشش کیوں کرتا ہوں، اس کی وجوہ کا بیان چل رہا ہے آٹھ وجوہ کا بیان ہوچکا نویں وجہ ہے ''میرے اکابر۔''

میں بار بار سوچتا رہتا ہوں کہ میرے اکابر، والدین، اساتذہ اور مشائخ نے میری تربیت میں کیسی کیسی محنتیں اور مشقتیں برداشت کیں، کتنی دعائیں کیں اور مجھ سے کیسی کیسی تمنائیں اور توقعات وابستہ رکھیں، ان اکابر کے دلوں کی آواز میرے کانوں میں یوں گونج رہی ہے۔

؎ پھلا پھولا رہے یارب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خوں دے دے کر یہ پودے میں نے پالے ہیں

میں نے ان کا کیا حق اداء کیا، اگر میں ان کی تمناؤں اور دعاؤں کے مطابق نہ بنا، اشاعت دین کا کام نہ کیا، امت کو جہنم سے نکالنے کی کوشش میں ذراسی بھی غفلت کی تو میں روز قیامت اپنے ان اکابر کو کیا منہ دکھاؤں گا، شرم میں ڈوب ڈوب جارہا ہوں، بس اس تصور سے میری ہمت کو مہمیز لگ جاتی ہے، تازہ دم ہوجاتا ہوں اور اہل دنیا کی ملامت کی پروا کئے بغیر کام میں لگ جاتا ہوں، اپنے بھائیوں کو جہنم سے بچانے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرتا ہوں، اس لئے زیادہ سے زیادہ تنبیہات کرنے پر مجبور ہوں۔

یا اللہ! اس بندۂ عاجز کو روز قیامت اپنے اکابر کے سامنے رسوانہ کیجیو!

﴿رب لا تخزنی یوم یبعثون﴾

(۱۰) تغیر زمان:

عمر بہت لمبی ہوگئی، اس طویل عرصہ میں زمانہ کے حالات میں بہت حیرت انگیز تغیر اور انقلاب عظیم آگیا ہے، سب دیکھ ہی رہے ہیں کہ روز بروز بلکہ لحظہ بلحظہ آزادی، بے دینی اور فسق و فجور کا سیلاب بڑھتا ہی چلا جارہا ہے، اس سے اندازہ لگائیں کہ تقریباً ایک صدی میں کتنا انقلاب آیا ہوگا، میں نے جس زمانے میں آنکھ کھولی اس میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ مسلمانوں میں ایسی بے حیائی پیدا ہوجائے گی، کہیں دور دور تک وہم و گمان بھی نہ تھا کہ کبھی شیطان مسلمانوں کو یوں ننگا کرکے ان کے ساتھ یوں کھیلے گا، اور انہیں یوں نچائے گا، دور نہ جائیں اپنے ہی ماضی قریب کے حالات پر ہی ایک سرسری نظر ڈال کر کچھ عبرت حاصل کریں پھر معلوم کریں کہ جس نے تقریباً سو سال پہلے کے حالات دیکھے ہیں اس پر موجودہ حالات دیکھ کر کیا گذر

رہی ، ہے۔

؎ گذرتی ہے ہماری جان پر جو کچھ گذرتی ہے
کسی کو کیا خبر دل پر ہمارے کیا گذرتی ہے

ہمارے خاندان میں یہ دستور تھا کہ اگر کبھی کبھار کسی خاتون کو کسی مجبوری سے گھر سے نکلنا پڑتا تھا تو بیل گاڑی یا تانگے پر موٹے کپڑے کا پردہ باندھا جاتا، پھر گاڑیبان گاڑی کو گھر کے صحن میں کھڑی کر کے خود باہر چلا جاتا، جب اس میں خواتین بیٹھ جاتیں تو گاڑی بان کو بلوایا جاتا وہ گاڑی لے جاتا، منزل مقصود پر پہنچتے تو بھی پردے کا ایسا ہی اہتمام ہوتا، گھر کے مرد کہیں ایک طرف ہو جاتے تو گاڑی صحن میں داخل ہوتی، گاڑی بان باہر نکل جاتا تو خواتین گاڑی کے پردے سے باہر نکلتیں۔

ماضی قریب ہی میں خواتین کی آمدورفت کے لئے ڈولی کا انتظام تو کئی لوگوں نے دیکھا ہوگا یا بہشتی زیور میں پڑھا ہوگا، ڈولی اٹھانے والوں کو ''کہار'' کہتے تھے، وہ ڈولی ڈیوڑھی میں رکھ کر باہر نکل جاتے خواتین اس میں بیٹھ جاتیں پھر کہاروں کو بلایا جاتا تو وہ اٹھا کر لے جاتے تھے، ڈولی میں تو پھر بھی یہ نقص ہے کہ اٹھانے والوں کو اندر بیٹھی ہوئی خاتون کے وزن کا اندازہ ہو جاتا ہے، بیل گاڑی میں یہ اندیشہ نہیں، لیکن بیل گاڑی کی سہولت ہر شخص کو میسر نہیں، ہمارا خاندان تو زمیندار ہے اس لئے بیل گاڑی کی سہولت تھی، ایسی سہولت نہ ہونے کی صورت میں ڈولی بھی غنیمت تھی، لیکن اب تو اسے تنگ نظری، بنیاد پرستی اور دقیانوسیت جیسے خطابات سے نوازا جا رہا ہے۔

پاکستان بنانے سے مقصد تو یہ تھا کہ مسلمان ہندوؤں کی غلامی سے نجات پا کر آزادی سے اپنے اللہ کی عبادت کریں، اللہ تعالیٰ کے سب احکام پر مکمل طور پر پوری آزادی سے عمل کر سکیں، کوئی رکاوٹ نہ ہو لیکن انہوں نے پاکستان میں پہنچ کر اس مقصد کے بالکل برعکس اللہ تعالیٰ کی علانیہ بغاوتیں شروع کر دیں، اللہ تعالیٰ کے ایک ایک حکم کو توڑ رہے ہیں، مقصد تو یہ تھا کہ شیطان سے آزاد ہو کر رحمٰن سے جڑیں لیکن یہ

رحمٰن سے آزاد ہو کر شیطان سے جڑ رہے ہیں، ان کی اولاد اور نئی پود کا تو کیا کہنا دیندار لوگ خود ہی باغی ہو رہے ہیں، جو خواتین ڈولی کے بغیر گھر سے باہر پاؤں نہ رکھتی تھیں ان کی اولاد تو بے حیائی میں انگلینڈ اور امریکا کو شرما ہی رہی ہے، لیکن خود ان کا اپنا بھی یہ حال ہے کہ جب چاہتی ہیں جہاں چاہتی ہیں نکل جاتی ہیں، شتر بے مہار کی طرح آزاد پھر رہی ہیں، ان کے رشتہ دار مرد بھی اندھے ہوگئے، ان دیوثوں کو بھی شرم نہیں آتی، غیرت کا جنازہ نکل گیا۔ حاصل یہ کہ میں پرانے زمانے کا بنیاد پرست مسلمان ہوں اور آج کے مسلمان نئے دور کے ترقی یافتہ وسیع النظر، روشن دماغ، نئی روشنی کے دل دادہ، جن کے خیال میں حیاء و غیرت بہت بڑی گالی ہے، ایسے میں انہیں کیسے سمجھاؤں؟

؎ بنے کیوں کر جو ہو سب کار الٹا
ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

؎ میں رونا اپنا روتا ہوں تو وہ ہنس ہنس کے سنتے ہیں
انہیں دل کی لگی اک دل لگی معلوم ہوتی ہے

دنیا و آخرت کی جہنم اور ذلت و رسوائی سے بچانے کے لئے چیخ رہا ہوں، چلا رہا ہوں مگر۔

ع مری فریاد کی برچھی کسی دل میں نہیں گڑتی

آخری بات:

اگر میری یہ فریاد اور چیخ و پکار کسی کے دل پر کچھ اثر کر رہی ہے تو ان ہدایات پر عمل کریں۔

❶ میری کتاب ''اکرام مسلمات'' غور سے پڑھیں، بار بار پڑھیں، پڑھتے ہی

رہیں اور اس میں دی گئی ہدایات پر عمل کریں۔

❷ بہشتی زیور غور سے پڑھا کریں اور اس پر عمل کریں، بڑے درد کی بات ہے کہ بہشتی زیور پڑھنے پڑھانے والے اور اس سلسلہ سے تعلق رکھنے والے لوگ اس کی مخالفت کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دیں۔

❸ کسی ایسے بزرگ سے اصلاحی تعلق قائم کریں جو حدود اللہ پر مضبوطی سے قائم ہوں، زمانے کی رو میں بہنے والے نہ ہوں بلکہ زمانے کا رخ موڑنے کے حوصلے اور عزائم رکھتے ہوں، متعلقین کی کوتاہیوں اور غفلتوں پر روک ٹوک کرتے رہتے ہوں اور انہیں ہر قسم کے منکرات و بدعات سے بچنے بچانے کی تاکید کرتے رہتے ہوں۔

❹ جہاد میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں اور یہ حقیقت خوب سمجھ لیں، دلوں میں اتار لیں کہ مسلح جہاد کے بغیر کفر اور فسق و فجور سے بچنے کی کوئی صورت ممکن نہیں، قرآن و حدیث، اجماع امت اور عقل سلیم کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مسلح جہاد کے بغیر اللہ کے عذاب سے بچ نکلنا ناممکن، ناممکن، ناممکن۔

❺ آخر میں نہایت ہی دردمندانہ وصیت کررہا ہوں کہ للہ! میری چیخ و پکار پر کان دھریں، میں تو اب عمر کے لحاظ سے رخت سفر باندھنے والے مہمان کی طرح ہوں، رخصت ہونے والے مہمان کی قدر کیجئے:

اکرموا الضیف المرتحل

اس سے جسمانی خدمات مراد نہیں، مقصد یہ ہے کہ میری بتائی ہوئی باتوں پر عمل کریں۔

؎ نصیحت گوش کن جاناں کہ از جان دوست تر دانند
جوانان سعادت مند پند پیر دانا را

ایک بار امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے منبر پر چڑھ کر اہل اصلاح سے عوام کی بے اعتنائی اور غفلت پر بہت زبردست تنبیہ فرمائی اور یہ شعر پڑھا۔

ے المرء ماکان حیا یستھان بہ
ویعظم الرزء فیہ حین یفتقد

ترجمہ: ’’انسان کی حیات میں اس کی قدر نہیں کی جاتی اور اس کے مرنے پر بہت زیادہ رنج وغم کیا جاتا ہے۔‘‘

ذرا غور کیجئے کہ کسی کے مرنے کے بعد اس کے مناقب بیان کرکر کے اس پر واویلا کرنے سے کیا فائدہ؟ اگر واقعۃً کسی کے ساتھ عقیدت ومحبت ہے تو اس کی حیات میں اس سے ہدایات حاصل کرکے ان کے مطابق عمل کرکے اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کی کوشش کیجئے، ان لمحات کو غنیمت سمجھئے۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے سب کو اپنی مرضی کے مطابق سچے اور پکے مسلمان بنادیں، نفس وشیطان، برے ماحول اور برے معاشرے سے مقابلے کی ہمت وتوفیق عطاء فرمائیں، اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرنے کے لئے اس کی راہ میں جان لینے دینے کے جذبات عطاء فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارك وسلم علی عبدك ورسولك محمدٍ
وعلی اٰلہٖ وصحبہ اجمعین.
والحمد للّٰہ رب العٰلمین.

عرضِ مرتب:

یہ وعظ ’’دردِ دل‘‘ کئی ہفتوں سے مسلسل چل رہا تھا، وعظ پورا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ درمیان میں ہی حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کو اسی ’’دردِ دل‘‘ کے اثر سے آواز بیٹھنے کا عارضہ لاحق ہوگیا جس سے زبانی وعظ وارشاد کا سلسلہ منقطع ہوگیا، حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس وعظ کے بقیہ حصے کی بذریعہ تحریر تکمیل فرمائی ہے، والحمد للّٰہ علی ذلك۔

آواز بیٹھنے کے عارضہ کے دوران حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں چند تحریرات سپردِ قلم فرمائی تھیں جن میں ہدایت وفکر آخرت کا بہت بڑا ذخیرہ ہے، بالخصوص علاج کے بارے میں بہت ہی قیمتی نصائح ہیں، ان سب تحریرات کا مجموعہ ''تنبیہات'' کے نام سے مستقل کتابچے کی صورت میں شائع ہو چکا ہے جس کے بارے میں حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اگر کسی کو مجھ سے محبت ہے تو وہ اس کتابچے کو زیادہ سے زیادہ شائع کرے۔''

اس تفصیل کے پیش نظر کتابچہ ''تنبیہات'' کو اس وعظ ''دردِ دل'' کے آخر میں لگا دیا ہے، امید ہے کہ دردِ دل رکھنے والے حضرات کو جیسے اس وعظ سے نفع ہوگا ویسے ہی کتابچہ ''تنبیہات'' سے بھی ہوگا، اس لئے اس پورے کتابچے کو خوب غور سے پڑھیں، بالخصوص تحریر نمبر ۵ سے حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کے دردِ دل کا کچھ اندازہ لگانے اور عبرت و ہدایت حاصل کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کریں، اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائیں۔

مسیحائے زماں

تمہیں بیٹھے جو دیکھا تو کوئی پیرِ مغاں دیکھا
تمہیں چلتے جو پایا تو جوانوں سے جواں دیکھا

نہیں دیکھا کوئی تم سا بہت دنیا جہاں دیکھا
تمہارے حُسن میں مَیں نے عجب نوری سماں دیکھا

ہزاروں دل کئے سیراب تیری مست آنکھوں نے
ترے ہی روپ میں سب نے مسیحائے زماں دیکھا

جو اہلِ باطل و شیطاں کے دل کو بھی جلا ڈالے
تمہارے وعظ میں ہم نے وہی آتش فشاں دیکھا

تو فخرِ ظاہر و باطن کا ایسا شمسِ کامل ہے
ستارے ماند پڑتے ہیں جہاں تجھ کو عیاں دیکھا

"عمرؔ" کے زور سے باطل پہ سناٹا رہا ہر دم
قلم میں آپ کے سب نے وہی تاب و تواں دیکھا

یہ عالَم آج تو تیری محبت میں مٹا ایسا
تمہی کو دل، تمہی کو جاں، تمہی کو جانِ جاں دیکھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ (۲۶-۳)

"شاید آپ اس غم میں اپنی جان ہی دے دیں گے کہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے"

پھنکتا ہوں شب و روز پڑا بستر غم پر
ہوتی ہے بُری ہائے لگی آگ جگر کی

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم کو ابتداء محرم سنہ ۱۴۲۰ھ سے لاحق ہونے والے آواز بیٹھنے کے طویل عارضہ پر لکھی گئیں حضرت اقدس کی چھ تحریروں سمیت چند اہم تحریروں کا گرانقدر مجموعہ جن میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت و فکرِ آخرت کا بہت ذخیرہ جمع کروا دیا ہے اس لئے حضرت اقدس کے بقول اگر کسی کو حضرتِ اقدس سے محبت ہے تو وہ اس کتابچے کو زیادہ سے زیادہ شائع کرے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسباقِ معرفت

① یہ مرض ایک دُنیا بھر میں بہت مشہور مقوی مشروب سے شروع ہوا، نفع کی بجائے نقصان، یہ سبب ظاہری تھا سبب باطنی کی تفصیل تحریر نمبر ۵ میں ہے۔

② تقریباً آٹھ ماہ تک اعتدال سے مختلف حکیموں اور ہومیو پیتھک ڈاکٹروں کا علاج ہوتا رہا مگر کسی دَوا سے کوئی فائدہ نہ ہوا، بالآخر حضرتِ اقدس کی نظرِ انتخاب ہومیو پیتھی کی ایک بہت ہلکی پھلکی دَوا کی طرف گئی، اللہ تعالیٰ نے اس سے شِفا عطاء فرمادی۔

③ پھر چھ ماہ بعد ایک مشہور ڈاکٹر نے ایک بہت مقوی مشروب کا مشورہ دیا جس سے مرض پھر لوٹ آیا۔

④ پھر تقریباً آٹھ ماہ بعد حضرتِ اقدس کے قلبِ مُبارک میں خواب میں منجانب اللہ ایک ہومیو پیتھک دَوا کا اِلقاء ہوا جو چند روز کھانے سے پچھتر فیصد آواز کُھل گئی اور مزید فائدہ ہو رہا تھا۔

⑤ اسی دوران ایک بہت مشہور حکیم صاحب کے اصرار پر ایک عام مقوی مشروب شروع کر دیا جس سے آواز پھر بیٹھ گئی، اسے چھوڑنے سے صحت کافی بہتر ہو رہی ہے۔

حاصل:

۱ــــ ماہرینِ فن کے منتخب مقوی مشروبات سے بہت سخت نقصان پہنچا۔

۲ــــ مجموعہ تقریباً سولہ ماہ مختلف حکیموں اور ڈاکٹروں کے علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ ایک حکیم صاحب کے علاج سے بہت نقصان ہوا۔

۳ــــ حضرتِ اقدس کی خود تجویز فرمودہ معمولی سی دواء سے فائدہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ کے یہ تصرفات سبق دے رہے ہیں کہ حکیموں اور ڈاکٹروں کا علم اور دَواؤں وغذاؤں کا اثر سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔　　مُرتّب

۷ر محرم ۱۴۲۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم کی طرف سے آواز بیٹھنے کے عارضہ سے متعلق کچھ وضاحت

عرض مرتب:
محرم ۱۴۲۰ھ کی ابتداء میں حضرت اقدس کو آواز بیٹھنے کی شکایت شروع ہوئی حسب معمول معتدل علاج سے فائدہ نہ ہوا بلکہ مسلسل وعظ و تقریر کا سلسلہ جاری رہنے کی وجہ سے اس عارضہ نے ایسی شدت اختیار کرلی ہے کہ وعظ اور ٹیلیفون پر مسائل بتانے کا سلسلہ بند کرنا پڑ گیا ہے۔ احباب حضرت اقدس کی آواز بیٹھنے کی خبر سن کر بہت پریشان ہو رہے ہیں اس لئے حضرت اقدس نے اپنے دست مبارک سے ایک وضاحت تحریر فرمائی ہے جو درج ذیل ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ میری صحت بہت بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسے سکون و راحت سے نوازا ہے کہ شاید ہی دنیا میں کسی کو میسر ہو، رہا آواز بیٹھنے کا عارضہ تو اس سے بھی بحمد اللہ تعالیٰ مجھے کوئی ذرا سی بھی پریشانی نہیں، اس کی دو وجہیں ہیں:

① میرے اللہ نے مجھے اپنی ہر تقدیر پر رضائے کامل کی نعمت سے نوازا ہے "ماقدر اللہ" پر ایمان کامل عطاء فرمایا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ، میں اس نعمت سے بے نیازی کا دعویٰ کر رہا ہوں، میں تو سراسر بندۂ محتاج ہوں اور اپنے رب کی رحمت کا طلبگار۔ مقصد یہ ہے کہ اس رب کریم کی طرف سے جو حالت بھی گذر رہی ہے بحمد اللہ تعالیٰ مجھے اس سے کوئی پریشانی نہیں، اس میں بھی میرا کوئی کمال نہیں محض الٰہی کی عطاء ہے، ولاحول ولا قوۃ الا بہ.

② اللہ تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے میرے مواعظ کی کتابیں، کیسٹیں اور جہاد کا علمبردار "ضرب مؤمن" پوری دنیا میں پھیلا دیئے ہیں، اگر میری آواز بیٹھ گئی تو کوئی فکر کی بات نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ "صوت الرشید" کو پوری دنیا میں پہنچا رہے ہیں اور یہی مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں اور تا قیامت صدقۂ جاریہ بنائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی پیشانی مبارک پر بوسہ دے کر کہا:

لن یجمع اللہ علیك موتتین. ——— "اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں ہرگز جمع نہ کریں گے۔"

مطلب یہ کہ آپ پر تو موت آگئی مگر آپ کے ذریعہ امت تک پہنچنے والی ہدایات پر موت نہیں آئے گی، وہ قیامت تک زندہ رہیں گی، مجھے بھی اپنے اللہ پر یقین ہے کہ اس نے محض اپنی رحمت سے مجھ جیسے ناکارہ سے اپنے دین کی جو خدمات لی ہیں وہ انہیں قیامت تک جاری رکھیں گے، وماذلك عليه بعزيز.

حکمت:

اس عارضہ میں اللہ تعالیٰ کی پوری حکمتوں کو تو وہی جانتا ہے لیکن دو حکمتیں بہت واضح ہیں:

① تحریرات علمیہ کے لئے فرصت مل گئی۔

② متعلقین کو قدر ہو، اپنی اور دوسروں کی زیادہ سے زیادہ اصلاح کی فکر ہو۔

مُتعلّقین کو وَصِیّت:

دنیا میں نہ کوئی رہا ہے نہ رہے گا، اس لئے میں اپنے سب متعلقین کو بہت تاکید سے وصیت کرتا ہوں کہ اگر انہیں واقعۃً مجھ سے محبت ہے تو میری کسی تکلیف پر یا میری موت پر رنج وغم کرنے کی بجائے ان ہدایات پر عمل کریں جو اللہ تعالیٰ نے میری زبان اور قلم سے اُمت تک پہنچائی ہیں، میرے مواعظ کی کتابوں، کیسٹوں اور جہاد کے علمبردار "ضرب مؤمن" کو زیادہ سے زیادہ شائع کریں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد بھی یاد رکھیں:

من كان منكم يعبد محمدًا فان محمدًا قد مات ومن يعبد الله وحده فان الله حي لا يموت.

"تم میں سے اگر کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا سو وہ تو وفات پاگئے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو بے شک اللہ ہمیشہ زندہ رہے گا، کبھی بھی نہیں مرے گا۔"

اس سے قبل میں نے "وصیت کا پیغام علماء امت کے نام" لکھا تھا جو "ضرب مؤمن" میں اور الگ سے مستقل بھی شائع ہو چکا ہے اسے زیادہ سے زیادہ شائع کریں، اس کے مطابق خود بھی جہاد میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں اور دوسروں کو بھی زیادہ سے زیادہ جہاد میں لگانے کی کوشش کریں ——— میرے لئے دعاء کا معمول بھی جاری رکھیں۔

رشید احمد

یوم الاحد ۲۲ محرم ۱۴۲۰ھ

علاج سے متعلق حضرت اقدس کا وعظ "علاج یا عذاب؟" پڑھ کر دنیا و آخرت کا سکون حاصل کریں۔

وصیّت کا پیغام علماءِ اُمّت کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دینی لحاظ سے کسی مشہور شخصیت کے انتقال کے موقع پر رنج وغم اور مناقب شائع کرنے کا دستور ہے، میں اس کی بجائے یہ وصیت کرتا ہوں:

① نسخۂ صبر وسلون:

ان للہ ما اخذ ولہٗ ما اعطیٰ وکل شیء عند اللہ باجل مسمی (نسائی)

"بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ اس نے لے لیا اور اسی کا ہے جو کچھ اس نے دیا اور اللہ کے نزدیک ہر چیز کا وقت معین ہے۔"

② درسِ عبرت:

دردانگیزی کی بجائے ایسے سوانح سے عبرت حاصل کرکے اپنی حیات کے بقیہ لمحات کو غنیمت سمجھتے ہوئے اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے اپنی مساعی اور جدوجہد کو تیز کردیں، باہمی اختلافات کو بھلا کر سب متحد ہوکر دنیا سے فسق وفجور، منکرات و بدعات کو مٹانے اور اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرنے کے لئے جہاد میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں۔

میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میرے انتقال کے موقع پر اظہارِ رنج وغم اور رسمی تعزیت کی بجائے میرا یہی مضمون زیادہ سے زیادہ شائع کیا جائے۔

رشید احمد

غرۂ محرم ۱۴۲۰ھ

آواز بیٹھنے کا عارضہ (تحریر ۲)

آواز بیٹھنے کے عارضہ کو اگر علاج کے باوجود جلدی فائدہ نہ ہو تو یہ کوئی تشویش کی بات نہیں، ایسے کئی قصے سننے میں آرہے ہیں کہ کسی کو بہت اونچے علاجوں کے باوجود چھ مہینے کے بعد اور کسی کو انگلینڈ اور امریکا سے علاج کروانے کے باوجود ایک سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی معمولی سی چیز سے صحت عطاء فرمادی۔ بعض حضرات نے میری رضا کے بغیر حلق کے اسپیشلسٹ کو بلوالیا میں نے بادلِ نخواستہ مروّۃً اجازت دے دی۔ اسپیشلسٹ صاحب نے بتایا کہ کوئی تشویش کی بات نہیں، میں نے کہا پہلے تو کوئی تشویش کی بات نہیں تھی مگر ایلوپیتھک علاج مجھے موافق نہیں آتا اس لئے اب تشویش ہوگئی کہ خدانخواستہ پھر وہی وظیفہ نہ پڑھنا پڑے کیف لم أمت وفی بطنی حبۃ الدکتور "میرے اللہ کی قدرت کہ میرے پیٹ میں ڈاکٹر کی گولی چلی گئی میں پھر بھی نہیں مرا۔" (یہ ایک اعجوبۂ قدرت کی طرف اشارہ ہے، اس کی تفصیل بلکہ اس سے بھی بہت بڑے بہت سے عبرت آموز عجائب قدرت کی تفاصیل وعظ "علاج یا عذاب؟" میں ہے۔ مرتب) مجھے دَواء کھانے کی ہمت نہیں ہورہی تھی لیکن بعض مخلصین کے کہنے پر شروع کردی مگر نفع کی بجائے نقصان۔ دو ہفتے کی دَواء دی تھی بڑی مشکل سے نو دن کھا کر چھوڑ دی۔ مجھے ایلوپیتھی کی دَواء کے تصور سے ہی وطن یاد آنے لگتا ہے۔ دواء کے استعمال کے دوران روزانہ کئی بار کہتا رہا، لبیك اللّٰھم لبیك مطلب یہ کہ دواء سے وطن جانے کا ٹکٹ تو مل گیا ہے میرے اللہ! میں تیار ہوں۔ دُعاء کیجئے کہ جب تک حیات مقدر ہے اللہ تعالیٰ خدمتِ دین سے محروم نہ فرمائیں ؎

جینا چاہوں تو کس بھروسے پر زندگی ہو تو بر درِ محبوب

میں سمجھتا ہوں کہ یہ نقصان ٹیلیفون سے پہنچا ہے، ایک گھنٹا صبح اور آدھا

گھنٹوں کو فون پر مسلسل بولنا پڑتا ہے ایک لمحہ بھی توقف نہیں ہوتا، پھر فون بھی کارڈلیس ہے جس کے بارے میں بعض کا کہنا ہے کہ اس سے کانوں کو نقصان پہنچتا ہے، اللہ کا شکر ہے کہ کان تو صحیح ہیں، فون کرنے والے بھی جذبۂ محبت میں ضرورت سے کچھ زیادہ ہی کرتے ہیں۔ انہیں کے بچہ ہوا اس نے چوم چوم کر مار دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے میری اس ذراسی تکلیف کو ایک ہومیو پیتھک ہسپتال اور کالج کے پورے ماحول بلکہ ان کے جاننے والے بے شمار لوگوں کی بھی ہدایت کا ذریعہ بنایا ہے ؎

سینکڑوں کو دُخترِ رَز نے مسلماں کر دیا

یہ سودا بہت سستا ثابت ہوا ؎

متاعِ جانِ جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

میں علاج کے سلسلہ میں یہ قاعدہ بتاتا رہتا ہوں:

"معمولی علاج سے فائدہ ہو جائے تو دو نفل شکرانے کے پڑھیں فائدہ نہ ہو تو دو نفل توبہ کے پڑھیں۔ اُونچے علاج سے فائدہ ہو جائے تو دو نفل توبہ کے پڑھیں؛ فائدہ نہ ہو تو دو نفل شکرانے کے پڑھیں۔"

مجھے معمولی علاج سے فائدہ نہیں ہوا تو دو نفل توبہ کے پڑھے، پھر اسپیشلسٹ کے علاج سے فائدہ نہیں ہوا تو دو نفل شکرانے کے پڑھے، ان شاء اللہ تعالیٰ کسی معمولی چیز سے فائدہ ہو جائے گا تو پھر دو نفل شکرانے کے پڑھوں گا۔

و اذا مرضت فھو یشفین۔

رشید احمد

یوم الاحد ۱۴/ صفر ۱۴۲۰ھ

آواز بیٹھنے کا عارضہ (تحریر ۳)

علاج میں مزاج شناسی کی اہمیت

بعض مخلصین نے ایک مشہور حکیم صاحب کو بُلا لیا، انہوں نے غذاء تبدیل کر دی، جس سے اصل مرض کو تو کوئی افاقہ نہ ہوا، مزید ہاضمہ کی کچھ تکلیفیں پیدا ہو گئیں۔

میری اغذیہ معتادہ کو تبدیل کرنا ایسا ہے جیسے اسبابِ حیات کو منقطع کرنا، صورت تبدیل میں ذاتی تجربہ کی بناء پر ضرر یقینی ہے اور تبدیل نہ کرنے میں طبیب کی رأی میں جو ضرر ہے وہ ظنی ہے، دواء اور غذاء کے سلسلے میں مریض کے تجربہ کو طبیب کی رأی پر ترجیح ہے

میرا ایک خاص مزاج ہے، دوسرے معمولات کی طرح خورو نوش بھی ایک خاص نظم و ضبط کے تحت ہیں، جو معالج بھی میرے اس خاص نظم طبعی کی رعایت نہیں کرے گا، اس کے علاج سے مجھے نفع کی بجائے نقصان ہوگا ؎

آگاہ نۂ تپ درون را
نشتر چہ زنی رگ جنون را

ہومیو پیتھک علاج میں کبھی کوئی چیز خلاف مزاج پیش نہیں آئی، شفاء اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

"ضعفِ ایمان" کے مُہلک مرض میں مُبتلا مریضوں کا علاج

بعض ضعیف الایمان لوگ میری آواز بیٹھنے کے عارضہ کے بارے میں خبریں اُڑا رہے ہیں کہ کسی نے جادو کر دیا ہے، ان کا یہ خیال سَراسر باطل

ہے، اس بارے میں دو باتیں،

① بحفظ اللہ تعالیٰ مجھ پر کسی کا کوئی جادو قطعاً نہیں چل سکتا، اس پر اشکال وجواب اور تفصیل "انوار الرشید" جلد ثانی کے باب "کشف وکرامات" میں ہے۔

② دین کے جس فتنے کے بارے میں بھی جو کچھ بھی کہنے کی ضرورت تھی اور مجھے اس بارے میں جو کچھ بھی کہنا تھا وہ بعون اللہ تعالیٰ خوب کھول کھول کر کہہ چکا ہوں اور وہ سب کچھ بحمد اللہ تعالیٰ میری کتابوں، مطبوعہ مواعظ اور کیسٹوں میں محفوظ ہے جو پوری دنیا میں شائع ہو رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک شائع ہوتا رہے گا، اس لئے اب کسی شیطانی تصرف سے میری للکار سننے سے بچ گئے تو کیا فائدہ؟ دین میں اُبھرنے والے ہر فتنے کی سرکوبی کے علاوہ طالبینِ ہدایات کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بہت کچھ کہلوا دیا، محفوظ کروا دیا اور پوری دُنیا میں پھیلا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو خدمات مقدر فرمائی تھیں بظاہر ان میں سے بلند آواز سے متعلق کوئی اہم کام باقی نہیں رہا البتہ تحریری خدمات کی ضرورت باقی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس عارضہ کو ان کے لئے فرصت کا ذریعہ بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی کے مطابق زیادہ سے زیادہ کام لے لیں، اپنی رحمت سے قبول فرمائیں، اُمت کے لئے نافع بنائیں اور تا قیامت صدقۂ جاریہ بنائیں۔ آخر دم تک خدماتِ دینیہ سے محروم نہ فرمائیں ؎

جینا چاہوں تو کس بھروسے پر
زندگی ہو تو بر درِ محبوب

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

یہ دوسری بات تو میں نے محض "ضعیف الایمان" لوگوں کی خاطر کہہ دی ورنہ حقیقت وہی ہے کہ بحفظ اللہ تعالیٰ مجھ پر کسی بڑے سے بڑے شیطان اور کسی بڑے سے بڑے خبیث کا کسی بھی قسم کا کوئی جادو قطعاً نہیں چل سکتا، اگر کسی خبیث شیطان میں اتنا حوصلہ ہے تو اپنے شیاطین کے تمام لشکروں کو ساتھ لے کر سامنے آئے۔ اس سلسلہ میں وعظ "آسیب کا علاج" ضرور پڑھیں اور اپنے "ضعفِ ایمان" کے بہت خطرناک اور دین و دنیا دونوں کو تباہ کر دینے والے مُہلک مرض کے علاج کے لئے "انوار الرشید" بار بار بہت غور سے پڑھیں اور اس وقت تک پڑھتے رہیں جب تک کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس مہلک مرض سے شفاء کامل نہیں عطاء فرما دیتے۔

رشید احمد

جمعہ ۱۰ ربیع الاوّل ۱۴۲۰ھ

آواز بیٹھنے کا عارضہ (تحریر ۴)

انتخاب معالج کے بارے میں ھدایت

دوسرے معاملات کی طرح علاج کے سلسلہ میں بھی دیندار معالج منتخب کرنا چاہئے، اگر خدانخواستہ اس سے فائدہ نہ ہو اور معالج بدلنا پڑے تو اس کی اہمیت اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ دوسرا معالج پہلے سے دینداری میں کم نہ ہو، اس لئے کہ اگر اس سے فائدہ ہوگیا تو اس میں یہ قباحتیں ہیں:

① دیندار پر بے دین کی فوقیت۔

② دینداروں کی حوصلہ شکنی اور بے دینوں کی حوصلہ افزائی۔

③ یہ قصہ سن کر لوگوں کا رجوع بے دین معالج کی طرف زیادہ ہوگا تو دیندار معالج کی بنسبت بے دین کی شہرت، عزت اور مال میں ترقی ہوگی بالخصوص جبکہ دونوں معالج ایک ہی طریق علاج سے تعلق رکھتے ہوں تو دیندار اور بے دین کے درمیان تقابل زیادہ واضح ہے اس لئے یہ زیادہ قبیح ہے (اس بارے میں حضرت اقدس کے ایک بہت ہی عبرت آموز معمول کی تفصیل جواہر الرشید جلد اول کے جوہر ۲ میں ہے)

میری آواز بیٹھنے کے عارضہ کی خبر سن کر لندن سے فون آرہے ہیں کہ ہم نے یہاں ماہر ڈاکٹروں سے بات کرلی ہے، یہاں آجائیں۔ ان لوگوں نے یہ نہیں سوچا کہ جب میں یہاں رہتے ہوئے بے دین معالج سے بچتا ہوں اور زیادہ اونچے علاج سے بھی احتراز کرتا ہوں تو وہاں کافروں کے ملک میں کیسے جاسکتا ہوں؟ البتہ اگر میرے علاج کے خواہشمند ڈاکٹر اسلام قبول کرکے محاذ پر چلّہ لگائیں پھر میرے علاج کے لئے یہاں آنے کی اجازت چاہیں تو اس پر میں غور کرسکتا ہوں۔

رشید احمد

۱۸ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

(صدر امریکا کا قصہ جواہر الرشید جلد اول کے جوہر ۳۹ میں دیکھیں۔ جامع)

آواز بیٹھنے کا عارضہ (تحریر ۵)

ایک مشہور ہومیو پیتھک ڈاکٹر نے میرے لئے غم و فکر سے پیدا ہونے والے عوارض کی مشہور دوا "اگنیشیا" تجویز کی، ڈاکٹر صاحب کی یہ تشخیص بالکل صحیح ہے، مجھے دو چیزوں کی فکر نے نڈھال کر رکھا ہے:

میری حیات ہی میں پوری دنیا پر میرے اللہ کی حکومت قائم ہوجائے، اس مقصد کے لئے اللہ کے دشمنوں پر جھپٹنے اور اس کی راہ میں جان لینے دینے کے بہت شدید جذبات مجھے قرار نہیں لینے دیتے۔

خود کو اور پوری امت کو دنیا و آخرت کی جہنم سے بچانے کی فکر، جہاد کے جذبات بھی اسی لئے بھڑک رہے ہیں کہ اس کے سوا دنیا سے فسق و فجور کا خاتمہ ناممکن ہے، اپنے بھائیوں کو جہنم میں گرتے ہوئے دیکھ کر مجھے ناقابلِ برداشت صدمہ ہوتا ہے، پھر اس سے یہ صدمہ اور بھی بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے کہ بہت سے بظاہر دیندار لوگ بھی میری باتیں سن کر چیخ رہے ہیں کہ یہ لوگوں کو جہنم سے نکالنے کی اتنی کوشش کیوں کررہا ہے بس "لعلك باخع نفسك الا یکونوا مؤمنین"[1] (۲۶-۳) سوچ سوچ کر زندہ ہوں۔

چنانچہ اس بارے میں کئی ہفتوں سے مسلسل وعظ "دردِ دل" چل رہا تھا، وعظ پورا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ درمیان میں ہی اسی "دردِ دل" کے اثر سے آواز بیٹھنے کا عارضہ لاحق ہوگیا، بتوفیق اللہ تعالیٰ میں نے بذریعہ تحریر اس وعظ "دردِ دل" کی تکمیل کردی ہے، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ہر قسم کے فسق و فجور سے توبہ کرکے دنیا و آخرت کی جہنم سے بچنے کی فکر عطاء فرمائیں اور مسلح جہاد میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

رشید احمد

۲۲ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

---

[1] اللہ تعالیٰ اس آیت میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دے رہے ہیں کہ کہیں اس کے غم میں آپ اپنی جان ہی نہ دے دیں۔

جہاد کا پیغام اُمّتِ مُسلِمہ کے نام

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (۸-۳۹)

"اور اُن سے قتال کرو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے اور پورا دین اللہ کا ہو جائے۔"

مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنْ نِّفَاقٍ. رواہ مسلم

"جو شخص ایسی حالت میں مرا کہ اس نے نہ کبھی جہاد کیا اور نہ ہی اس بارے میں کبھی کچھ سوچا وہ نفاق کے شعبہ پر مرا۔"

من این علم و فراست با پرکاہی نمی گیرم
کہ از تیغ و سپر بیگانہ سازد مرد غازی را

بغیر زرخ این کالا بگیری سود مند افتد
بضربِ مؤمن دیوانہ دہ ادراک رازی را

"جو علم و فراست مردِ غازی کو تیغ و سپر سے بیگانہ کر دے میرے نزدیک اس کی قیمت گھاس کی خشک پتی جتنی بھی نہیں۔
پوری دنیا کی دولت لٹا کر اس خزانے کو حاصل کر لے تو بھی سودا سستا ہے، مؤمن دیوانہ کی ضرب سے ان مولویوں کو بھی سبق پڑھا دو جو بزعم خود امام رازی بنے بیٹھے ہیں۔"

رشید احمد

دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

لیلۃ السبت ۸ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم کی طرف سے

محبّت کا پیغام تبلیغی بھائیوں کے نام

تبلیغی بھائیوں کے بارے میں بعض خرابیوں کی خبریں بہت مشہور ہیں، اس لئے اس سے قطع نظر کہ یہ خبریں کہاں تک صحیح ہیں صرف ازراہ محبت اس طرف متوجہ کرنا مقصود ہے کہ اگر کسی میں ایسی کوئی خرابی ہو تو اپنی اصلاح کی فکر کرے۔ اس سلسلے میں ان ہدایات پر عمل کریں:

① جہاد کی مخالفت نہ کریں۔

② مسلح جہاد کے بارے میں قرآن وحدیث کے کھلے اور واضح ارشادات کو توڑ مروڑ کر تبلیغی جماعت پر چسپاں نہ کریں۔

③ جوڑ پیدا کرنے کی خاطر کوئی ناجائز کام نہ کریں۔ مثلاً جس مجلس میں گناہ کا کام ہو رہا ہو وہاں نہ جائیں۔

④ صرف اور صرف اپنی ہی جماعت کے بارے میں یہ دعویٰ نہ کریں کہ یہی جماعت بنہج رسالت پر ہے۔

⑤ جس خلوص و محبت سے فضائل کی تعلیم کرتے ہیں بالکل اسی طرح ترک منکرات کی بھی تبلیغ کریں۔

⑥ اپنے بیوی بچوں کی اصلاح کی بھی فکر کریں۔

⑦ اہل حقوق کے حقوق ضائع نہ کریں۔

رشید احمد

دار الافتاء والارشاد۔ ناظم آباد۔ کراچی

لیلۃ السبت ۸ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ

اِصلاحِ امّت کے دو طریقے:

① عوام کے لئے عمومی وعظ و تذکیر یعنی بیان کا مروّجہ طریقہ۔

② خاص اہلِ سلسلہ کے لئے خانقاہی نظام۔

اہلِ سلسلہ کے لئے وعظ کے مروّجہ طریقہ کی ضرورت نہیں، بلکہ باضابطہ اصلاحی تعلق رکھنا، بتائے گئے طریقِ کار اور اس کے اصول و ضوابط کی مکمل پابندی کرنا لازم ہے۔ وعظ کے عام مروّج دستور سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔

وعظ کے مروجہ طریقہ کے ذریعہ عوام کو وعظ و تذکیر کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھ سے ہر موضوع پر اتنا کام لیا ہے کہ کوئی ضروری بات باقی نہیں رہی، سوچنے پر بھی کوئی ایسی بات خیال میں نہیں آرہی جس کے کہنے کی ضرورت باقی ہو، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں اور تاقیامت صدقۂ جاریہ بنائیں، اللہ تعالیٰ نے میرے یہ سب مواعظ کیسٹوں اور کتابچوں میں محفوظ کروادیئے ہیں، مجھ سے استفادہ کی طلب رکھنے والوں کے لئے یہی کیسٹیں اور مطبوعہ مواعظ کافی ہیں، اس لئے یہاں یہی سنانے کا سلسلہ رہے گا۔ اگر کسی کو براہِ راست بیان سننے سے زیادہ فائدہ ہوتا ہو تو وہ کہیں براہِ راست بیان والی مجلس میں چلے جایا کریں، مقصد تو دینی فائدہ ہے اس لئے جس کو جہاں فائدہ ہو وہ وہیں تعلق رکھے۔ یہ تفصیل ان عوام کے لئے ہے جن کا مجھ سے اصلاحی تعلق نہیں، اصلاحی تعلق رکھنے والوں کے لئے یہ اُصول ہے کہ اپنے مُصلِح کے سوا کسی دوسری جگہ جانا جائز نہیں، اس سے فائدہ کی بجائے نقصان ہوتا ہے، اصلاح کا اصل طریقہ یہی ہے کہ کسی ایک شیخ سے باضابطہ اصلاحی تعلق رکھا جائے، عام وعظ و تذکیر سے بھی اصل مقصد یہی ہے کہ عوام میں کسی شیخ سے اصلاحی تعلق رکھنے کا شعور پیدا ہو، اس کے بغیر مکمل ہدایت نہیں ہوسکتی۔ وعظ "بیعت کی حقیقت" غور سے پڑھیں

رشید احمد

یوم الاحد ۲ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

اور ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فسادِ عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ ہی کا ہو جائے (۸ ــــ ۳۹)

روایاتِ ضعیفہ اور تحصیلِ فضائل

— وعظ —

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

— ناشر —

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ کراچی

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: روایاتِ ضعیفہ اور تحصیلِ فضائل

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ:

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ربیع الاول ۱۴۱۹ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

روایاتِ ضعیفہ اور تحصیل فضائل

(۱۹/شعبان ۱۴۱۴ھ)

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین.

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم.

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (۹-۱۲۸)

آج روایات ضعیفہ سے متعلق کچھ کہنے کا ارادہ ہے اس مضمون کو جلد از جلد شائع کریں اور زیادہ سے زیادہ ہاتھوں تک پہنچائیں۔

دین کے وسائط:

ہم تک جو دین پہنچا ہے اور انشاء اللہ تا قیامت یہ دین محفوظ رہے گا، اس کے بارے میں یہ سوچنا چاہئے کہ ہم تک اس دین کے پہنچنے میں وسائط کیا کیا ہیں؟ تو پتا چلے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک یہ دین پہنچایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امت پر بہت شفقت تھی، ہر خیر و برکت کی بات امت تک پہنچانے میں بہت حریص تھے پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسی جذبہ سے تابعین تک پہنچایا، تابعین نے تبع تابعین تک، پھر انہوں نے آگے، اس طرح سے یہ دین چلا آ رہا ہے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جو فضائل احادیث ضعیفہ سے ثابت ہیں ان کے بارے میں آخر کوئی قوی روایت کیوں نہیں ملتی؟ کچھ عقل سے کام لیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی روایات کو عام مجامع میں کیوں نہیں بیان فرمایا، اگر بیان فرمایا تھا تو جو راوی قوی تھے انہوں نے ان احادیث کو کیوں نہیں لیا؟

وسائط کی اقسام:

وسائط والی بات یاد رکھیں، وسائط ہی سے تو ہم تک دین پہنچا ہے، ان وسائط کی دو قسمیں ہیں:

1. قوی جو قابل اعتماد ہیں۔
2. ضعیف جو نا قابل اعتماد ہیں۔

جو فضائل روایات ضعیفہ سے ثابت ہیں آخر ان کے بارے میں کوئی قوی روایت کیوں نہیں ملتی؟ تھوڑی سی عقل سے کام لیں، اس بات کو سمجھنے کے لئے تھوڑی سی بھی عقل کافی ہے۔

قابل اعتماد راویوں نے ایسی احادیث کیوں نہیں لیں؟:

قابل اعتماد راویوں نے ان روایات کو کیوں نہیں لیا، اس بات کو سوچا جائے! یہ تو

نہیں کہا جاسکتا کہ انہیں فضائل اور عبادات نافلہ کی رغبت نہیں تھی، یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ وہ عبادات نافلہ اور فضائل کی تحصیل سے غافل تھے، ادھر انہیں توجہ نہیں تھی، جو ایسی چیزوں سے غافل ہوں بھلا وہ دین کے وسائط ہی کیا ہوئے پھر انہیں قوی بھی کہا جاتا ہے، کیا معاذ اللہ! وہ سارے کے سارے فضائل کے حاصل کرنے سے غافل تھے؟ اس طرح تو ان پر یہ الزام آتا ہے کہ وہ غافل تھے۔ انہیں یہ خیال نہیں تھا کہ ہم خود بھی زیادہ سے زیادہ فضائل حاصل کریں اور امت تک بھی پہنچائیں، جب اس طرح غور کیا جائے تو پتا چلے گا کہ یہ بات تو کسی طرح بھی معقول نہیں کہ ضعیف راویوں کو فضائل کی زیادہ فکر تھی اور قوی راویوں کو فضائل کی فکر ہی نہیں تھی، وہ حریص ہی نہ تھے، انہیں رغبت وشوق بھی نہیں تھا، اس بات کو سوچیں۔

؎ شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

روایات موضوعہ کی علامات:

حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے روایت کے موضوع ہونے کی کچھ علامات بیان فرمائی ہیں جن میں سے اس وقت دو علامتیں بتاتا ہوں:

1. تیسری صدی کے بعد شائع ہونے والی روایات۔
2. وہ روایات جن میں عمل قلیل پر اجر عظیم کی بشارات ہیں۔

اس موضوع پر میرا رسالہ ”حدیث ضعیف پر عمل کرنے میں مفاسد“ دیکھئے۔

ارشادات صحیحہ کچھ کم نہیں:

قربات کے درجات زیادہ سے زیادہ طے کرنے کے لئے حصول فضائل اور عبادات نافلہ سے متعلق قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات صحیحہ جو صحیح اور قوی وسائط سے ثابت ہیں، قوی اور قابل اعتماد حضرات سے ہم تک پہنچے ہیں وہ کچھ کم نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جو فضائل کی چیزیں قرآن مجید میں ارشاد فرمائی ہیں اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ وہ فضائل جو روایات صحیحہ سے ثابت ہیں، قابل اعتماد قوی رجال ثقات نے بیان فرمائیں ہیں، اگر ان میں کوئی کمی ہوتی تو پھر مسلمان سوچتا کہ ان سے مقصد پورا نہیں ہوتا چلیں کوئی ضعیف روایت بھی لے لیں، یہ قوی روایات کچھ کم ہیں چلو پھر کچھ کمزور روایات بھی لے لو، ان قوی روایات میں تو کوئی کمی ہے نہیں، جب ان میں کمی نہیں تو پھر ضعیف روایات کی طرف توجہ کیوں جاتی ہے؟

ضعیف روایات کی طرف التفات کا مطلب:

جو لوگ ضعیف روایات کے سہارے سے فضائل لیتے ہیں، یہ فضیلت اور وہ فضیلت، ان کے اس عمل سے یوں لگتا ہے گویا کہ وہ قوی روایات سے ثابت شدہ اللہ تعالیٰ کے بیان فرمودہ فضائل کو کافی نہیں سمجھتے، اسی لئے تو اِدھر اُدھر بھی بھاگتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ انہیں ان قوی روایات پر اعتماد نہیں، جسے گھر بیٹھے پوری غذا مل رہی ہو اسے کچھ اور تلاش کرنے کی کیا ضرورت؟ وہ تو اسی پر شکر اداء کرے گا۔

آخرت میں سؤال ہوگا:

اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے فضائل اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ وہ فضائل جو روایات قویہ وصحیحہ سے ثابت ہیں، انہیں کافی کیوں نہیں سمجھتے؟ کیا آخرت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پوچھیں گے نہیں کہ ہم نے جو چیزیں بتائی تھیں اور صحیح وقوی رجال ثقات سے تم تک پہنچی تھیں، تمہیں ان پر صبر کیوں نہ آیا؟ فضائل سے متعلق ضعیف ضعیف باتیں نکال کر تمہاری توجہ ان کی طرف کیوں جا رہی تھی؟ ذرا ابھی سوچ لیں کہ اس سوال کا کیا جواب ہوگا؟

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ملفوظ:

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک ملفوظ نقل کرتا ہوں میرے ذہن سے تو یہ بات نکل گئی تھی لیکن آج ہی ایک مولوی صاحب نے یاد دلائی، اسی لئے کہہ رہا ہوں کہ ان سب باتوں کو جلد از جلد شائع کریں، ظن غالب یہ ہے کہ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ ملفوظ اپنی طرف سے نہیں لکھا بلکہ پہلے بڑے بزرگوں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ فضائل کے بارے میں ضعیف حدیثوں پر زیادہ عمل کرنے کی کوشش کرنے میں کفر پر مرنے کا خطرہ ہے، کفر کا خطرہ اس طرح ہوتا ہے کہ بسا اوقات بوقت موت انکشافات ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اشیاء کے حقائق منکشف فرما دیتے ہیں، کوئی کسی ضعیف حدیث میں کسی عمل پر بہت بڑے اجر وثواب کی بشارات پڑھتا سنتا رہا، اس کے مطابق عمل کرتا رہا اور عمر بھر یہ عقیدہ پکا کرتا رہا کہ فلاں عمل کا اتنا ثواب، اتنا ثواب، اتنا ثواب پھر مرتے وقت حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ عقیدہ صحیح نہیں تھا اس عمل میں اتنا ثواب نہیں یا کچھ بھی نہیں تو شیطان اسے قرآن، احادیث اور پورے اسلام کے بارے میں بہکائے گا کہ یہ ہے تیرا اسلام، ساری زندگی ٹکریں لگا لگا کر مشقتیں اٹھا اٹھا کر گزار دی یہاں تو خزانہ ہی خالی ہے کچھ بھی نہیں، جیسے اس ایک بات میں تیرا عقیدہ غلط نکلا تو عمر بھر سمجھتا رہا کہ کوٹھیاں بھری پڑی ہیں مگر یہاں تو خزانہ بالکل خالی ہے، کچھ بھی نہیں، ایسے ہی اسلام کے سب وعدے، بشارتیں اور سارے احکام غلط ہیں، سارے کا سارا اسلام ایسا ہی ہے، نتیجہ یہ کہ کفر پر مرے گا۔

شیطان تو آخری وقت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتا ہے کہ یہ میرے پنجے سے بچا جا رہا ہے، جہنم سے نکلا جا رہا ہے، وہ اپنا پورا زور صرف کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھیں۔ ایک دعاء ہے:

﴿رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ

علیہ وسلم نبیا﴾

اے اللہ! ہم تجھ کو رب مان کر راضی ہیں، جو احکام اور جو فضائل تو نے جس طریقہ سے قرآن مجید میں ارشاد فرما دیئے، ہم اس پر راضی ہیں، اسے چھوڑ کر کسی اور کی ضرورت نہیں۔

﴿وبالاسلام دینا﴾

یا اللہ! اسلام میں جو جو احکام پختہ طریقے سے ہم تک پہنچے ہم ان پر راضی ہیں ہمیں نئی نئی چیزوں کی ضرورت نہیں، کھوز کرید کر کر کے، ادھر ادھر منہ مارنے کی ہمیں ضرورت نہیں، یہ پختہ احکام ہمارے لئے کافی ہیں۔

﴿وبمحمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم نبیا﴾

یا اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان کر ہم راضی ہیں۔ ان کی جو جو باتیں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پھر ان سے رجال ثقات نے، قوی اور قابل اعتماد لوگوں نے آگے امت تک پہنچائیں، ہم ان پر نہ صرف راضی ہیں بلکہ وہ ہمارے لئے کافی ہیں، ہمیں اور کسی چیز کی کوئی ضرورت نہیں۔

عبادات نافلہ سے جی چرانے والے قوی کیسے ہو سکتے ہیں؟

ایک اہم بات مزید ذہن نشین کر لیں جو وسائط قوی تھے، معتبر تھے، ہر لحاظ سے امت میں مسلم تھے اگر ان کا حال یہ تھا کہ وہ فضائل سے کتراتے تھے اس لئے انہوں نے یہ فضائل بیان نہیں کئے، غافل تھے، ڈرتے تھے، عبادت کرنے سے جی چراتے تھے تو پھر یہ حضرات قابل اعتماد کہاں رہے؟ جو فضائل حاصل کرنے سے ڈرے، عبادات نافلہ سے جی چرائے وہ قابل اعتماد کیسے رہا؟ سو جب یہ وسائط ہی قابل اعتماد نہ رہے تو ان سے جتنا دین ہم تک پہنچا وہ سارا مخدوش ہو جائے گا، ذرا سوچیں کہ اس دین کا حشر کیا ہوگا؟

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضی کے مطابق بنالیں، خرافات سے بچائیں، گھڑ گھڑ کر جو فضائل لوگوں نے بنا رکھے ہیں اس کی بجائے اللہ تعالیٰ صحیح معنی میں اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطاء فرمائیں۔

منگھڑت فضائل پر عمل کرنے والوں کا مقصد:

جو لوگ ایسے فضائل پر چلتے ہیں ان کا مقصد اللہ کو اور خود کو دھوکا دینا ہے، یہ مضمون تو اکثر بیان ہوتا ہی رہتا ہے چلیں اس وقت بھی بطور ضمیمہ کچھ بیان ہو ہی جائے۔

یہ لوگ ایسے کیوں کرتے ہیں کہ فلاں رات میں ایسے ایسے کرو، فلاں دن میں ایسے ایسے کرو، پہلے بھی کئی بار اس کی حقیقت بتا چکا ہوں، ان کے دو اہم مقاصد ہیں:

❶ ایک تو اللہ کو دھوکا دینا مقصود ہے، اللہ کو دھوکا ایسے دیتے ہیں کہ گناہ چھوڑتے نہیں، نافرمانی چھوڑتے نہیں، ہر قسم کی نافرمانیوں میں رات دن مست رہتے ہیں پھر جب اللہ پوچھے گا نالائق! تو میری نافرمانی کرتا رہا، تو وہ کہے گا کہ میں نے فلاں رات میں اتنے اتنے نوافل پڑھ لئے تھے، فلاں وقت میں فلاں عمل کر لیا تھا، اس طرح یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، یہ ایسے نالائق ہیں سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ کو دھوکا دے سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ تم نے ہماری عبادت کیوں نہیں کی تو ہم کہیں گے اتنی بہت تو کی ہے، الغرض نافرمانی نہیں چھوڑتے۔

❷ دوسری بات یہ ہے کہ یہ اپنے نفس کو دھوکا دے رہے ہیں یا یوں کہیں کہ نفس سے دھوکا کھا رہے ہیں، وہ اس طرح کہ اللہ کی نافرمانی نہیں چھوڑتے، اللہ کی بغاوت نہ چھوڑتے ہیں اور نہ ہی چھوڑنے کا ارادہ ہے، اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تم نے اپنا نام تو رکھ دیا "عبداللہ" کہلاتے ہو مسلمان، فارموں میں مذہب کے خانے میں

''مسلمان'' لکھتے ہیں۔ لیکن کام تو مسلمانوں جیسے ہیں نہیں، تو تو اللہ کا باغی ہے، عبداللہ کہاں ہے، تو تو ''عدو اللّٰه'' ہے ''عدو اللّٰه'' یعنی اللہ کا دشمن، اللہ کا بندہ کہاں ہے، بس اس الزام سے بچنے کے لئے ذرا اوپر سے لیپا پوتی کرتے ہیں، اگر اپنا ہی ذہن سوال کرے کہ تو مسلمان کہاں ہے؟ تو یہ جواب دیں نہیں نہیں! ہم نے فلاں رات پوری جاگ کر گذاری ہے، دیکھئے ہم مسلمان ہیں جبھی تو فضائل والی فلاں رات عبادت میں گذاری ہے۔ فارم کے خانہ میں جو لکھا ہے مسلمان تو اگر کوئی پوچھے کہاں ہے تو مسلمان؟ تو بتائیں گے دیکھئے ہم ایسے ایسے کام تو کرتے ہیں، یہ ہے ان لوگوں کا اصل مقصد، اللہ تعالیٰ عقل عطاء فرمائیں۔ تھوڑی سی عقل بھی مل جائے تو کام بن جائے۔

بزعم خویش اولیاء اللہ:

استحضار کے لئے وہ قصہ پھر بیان کردوں کہ ایک شخص کا فون آیا کہہ رہا تھا کہ فلاں مسجد کے امام صاحب نے ڈاڑھی منڈانے والے کو فاسق کہہ دیا، فاسق، مجھ سے شکایت کررہا تھا، مقصد اس شکایت سے یہ تھا کہ میں امام صاحب کو ڈانٹوں گا، سمجھاؤں گا کہ ایسا کیوں کہا؟ اتنے بڑے ولی اللہ کو فاسق کیوں کہہ دیا؟ وہ شخص یہ بھی بتا رہا تھا کہ ہم دین میں بہت آگے ہیں، ہمارا پورا خاندان بہت اونچی دینی پرواز پر ہے، تہجد پڑھتے ہیں، اشراق پڑھتے ہیں، حج اور عمرے بھی بہت کرتے ہیں، صدقات وخیرات بھی بہت دیتے ہیں پھر بھی مولانا صاحب نے کہہ دیا کہ فاسق ہیں فاسق، مجھے یہ سن کر بہت تعجب ہوا کہ اس زمانے میں ایسی صحیح باتیں بتانے والے مولانا صاحب کون ہیں یہ تو قابل زیارت ہیں اس لئے میں نے پوچھا کہ وہ مولانا صاحب کون ہیں؟ تو بتایا کہ وہ آپ کے پاس آتے رہتے ہیں، جب انہوں نے یہ بات بتائی تو اس پر میرا تعجب جاتا رہا کیونکہ جو یہاں آئے اور ڈاڑھی منڈوں کو فاسق کہے ان پر

کوئی تعجب نہیں، جو یہاں نہ آئے اور پھر ڈاڑھی منڈوں کو فاسق کہے، ایسے لوگ قابل زیارت ہیں، تعجب تو ان پر ہے۔

محض اوراد و وظائف عذاب سے نہیں بچا سکتے:

ایک اور تازہ واقعہ سن لیجئے! ایک دو دن کی بات ہے، کسی نے فون پر بتایا کہ میں نے ایک سوال لکھا، اس میں یہ لکھا:

> ''آج مسلمانوں کا دستور ہو گیا ہے کہ آخرت و دنیا کی مصیبتوں سے بچنے کے لئے اللہ کی نافرمانی نہیں چھوڑتے، نافرمانی کرتے رہتے ہیں اور ساتھ ہی ایسی ایسی حرکات بھی کرتے رہتے ہیں یعنی فلاں ختم کروالو، یہ ختم کروالو، وہ ختم کروالو، درود شریف کا ختم کروالو، یٰسین کا ختم کروا لو، الغرض نافرمانی نہیں چھوڑتے۔''

انہوں نے بتایا کہ میں نے یہ سوال لکھ کر دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم کورنگی، مولانا یوسف صاحب لدھیانوی اور بھی کئی بڑے بڑے اداروں میں بھیجا، سب نے یہ لکھ دیا کہ یہ بہت سخت غلطی ہے، ایسا کرنے سے اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے، ہر جگہ سے ایسا ہی جواب آیا، جیسے میں نے ان کی یہ بات سنی فوراً انٹرکام سے دفتر میں بتایا کہ لکھ لو ''بشارت عظمٰی'' جب میں دفتر میں آؤں گا تو بتاؤں گا بشارت عظمٰی سے کیا مراد ہے۔ پھر میں جب دفتر میں آیا تو سب کو بتایا۔

میں نے ان صاحب سے یہ بھی کہا کہ آپ یہ سارے پرچے یہاں لے آئیں ہم انہیں مرتب کر کے کتابی صورت میں شائع کریں گے، آپ حضرات کے لئے بھی یہ ''بشارت عظمٰی'' ہے۔

لوگ میرے بارے میں کہتے رہتے ہیں کہ ایسی ایسی باتیں یہ کہتا ہے اور تو کوئی اس قسم کی بات کہتا نہیں، بس اب تو ان اعتراض کرنے والوں کا جواب ہو گیا، سب

حضرات نے لکھ کر فیصلہ دے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضی کے مطابق بنالیں اور اپنے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع و سچی محبت عطاء فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارك وسلم علی عبدك ورسولك محمدٍ
وعلی اٰلہٖ وصحبه اجمعين.
والحمد للّٰه رب العٰلمين.

ربیع الاول میں جوشِ محبت

— وعظ —

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

— ناشر —

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ کراچی

وعظ: فقیہ العصر حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ربیع الاول میں جوشِ محبت

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ:

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: محرم ۱۴۲۳ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۳۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

ربیع الاول میں جوشِ محبت

(ربیع الاول ۱۴۰۴ھ)

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ، صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین.

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم.

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۝ وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا ۝ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ۝﴾ (۳۳- ۴۵ تا ۴۸)

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰي نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾ (۴۸-۸ تا ۱۰)

آج ربیع الاول کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے مطابق کہنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وفات کس تاریخ میں ہوئی؟

تاریخ ولادت میں غلط فہمی:

یہ بات جو زبان زدعوام وخواص ہوگئی ہے کہ ۱۲ ربیع الاول تاریخ ولادت اور ۱۲ ربیع الاول ہی تاریخ وفات ہے، یہ بالکل غلط ہے، تعجب کی بات یہ ہے کہ ترقی کے اس زمانے میں جو ایٹم کا زمانہ کہلاتا ہے جس میں ایٹم کو بھی تقسیم کرکے آگے اس کی تقسیم در تقسیم ہورہی ہے، پروٹان اور پھر اس کے کوارکس بھی نکال ڈالے، مگر اتنا موٹا سا حساب لوگوں کی سمجھ میں نہیں آرہا، اس سے معلوم ہوا کہ اصل تاریخ جو بھلوادی گئی اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت پوشیدہ ہے، ورنہ اتنا ترقی یافتہ دماغ جو زہرہ اور چاند پر کمندیں ڈال رہا ہے، چاند اور سورج کی حرکتوں کو ماپ رہا ہے، منٹوں سیکنڈوں اور اعشاریہ در اعشاریہ کا حساب لگانے والا یہاں آکر کیسے مات کھا گیا، آپ نے دیکھا ہوگا کہ آئندہ سالوں کی جو جنتریاں شائع ہوتی ہیں کہ مثلاً یکم جنوری کو ربیع الاول کی اتنی تاریخ ہوگی اور یکم فروری کو ربیع الثانی کی اتنی، سال بھر کی جنتری پہلے ہی تیار کرکے شائع کردیتے ہیں، ایک سال کیا سینکڑوں سالوں کی جنتریاں پہلے سے ہی شائع

ہو رہی ہیں پھر آپ سالہا سال سے دیکھ رہے ہیں کہ چاند دیکھ کر فیصلہ کرنے اور ان حسابی فیصلوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا کبھی فرق ہوا بھی تو صرف ایک دن کا، تو کیا ان لوگوں پر کوئی وحی نازل ہوتی ہے، کچھ نہیں یہ کوئی گہری بات نہیں صرف اتنی سی بات ہے کہ شمسی اور قمری سال کی آپس میں نسبت دیکھ کر ان کا حساب نکال کر ان کو آپس میں مطابقت دی بس نتیجہ سامنے آگیا، پوری دنیا کے حسابات اسی طرح چل رہے ہیں، یورپ اور لندن وغیرہ کی شاہی رصدگاہوں سے اس پر کتابیں بھی شائع ہو رہی ہیں، ان حسابات کی رو سے بھی ولادت اور وفات کی یہ تاریخ کسی صورت میں نہیں بنتی بلکہ بننے کا کوئی امکان ہی نہیں، اگر کوئی محاسب اس تاریخ کو حساب سے ثابت کرے تو ذرا ہمیں بھی بتادے کہ کیسے حساب لگایا ہے؟ بے شمار کتابیں اس موضوع پر لکھی گئیں مگر سارے کے سارے محققین اس نقطے پر متفق ہیں کہ یہ تاریخ یوم ولادت قرار پاتی ہے نہ ہی یوم وفات، یہ بالکل بدیہی اور واضح غلطی ہے، دیکھئے آج بروز جمعہ ۲۴ر ربیع الاول ہے اور ۳۰ر دسمبر، سو اگر کوئی کہے کہ ۳۱ر دسمبر ہوگی پیر کے دن تو سب اس کو بیوقوف کہیں گے یا نہیں؟ یہ ہو کیسے سکتا ہے کہ ۳۰ر تو جمعہ کے دن ہو اور ۳۱ر بجائے ہفتے کے پیر کو آجائے! مگر وہ ایک رٹ لگائے جا رہا ہے کہ ۳۱ر دسمبر ہوگی پیر کے دن، ۳۱ر دسمبر ہوگی پیر کے دن۔

اگر پیچھے لوٹ کر گزشتہ چودہ سو سال کا حساب لگانا مشکل کام ہے تو چلئے بالکل مختصر سا حساب بتاتا ہوں اس پر پوری دنیا کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج جمعہ کے دن ۹ر ذی الحجہ کو ہوا سو اس سے ۶۳ سال پہلے کا حساب کرلیا جائے تو پیر کے دن ۱۲ر ربیع الاول کسی صورت نہیں بنتی بلکہ اس کے قریب قریب بھی نہیں بنتی صحیح حساب اگر بنتا ہے تو پہلی تاریخ کا یا دوسری کا یا آٹھویں یا نویں کا، اس لئے کہ ربیع الاول کا مہینہ اور پیر کا دن یہ دو باتیں تو مسلم ہیں اور ان دونوں کا اجتماع ۱۲ر تاریخ کو کسی صورت ممکن نہیں، البتہ مذکورہ تاریخوں میں سے کوئی سی تاریخ لے لی جائے تو

حساب بن جاتا ہے، علامہ مغلطائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۲ ربیع الاول قرار دی ہے مگر حضرت ابن عباس وجبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ۸ ربیع الاول ماثور ہے اور اکثر محدثین ومؤرخین کا یہی مختار ہے۔

تاریخ وفات میں غلط فہمی:

اب لیجئے وفات کا حساب، سو یہ تو اس سے بھی زیادہ آسان ہے، ولادت میں تو ۶۳ سال پیچھے جانا پڑتا ہے اس میں صرف ۳ مہینے کا حساب ہے اور بالکل بدیہی ہے جسے عامی سا شخص بھی آسانی سے نکال لے ذی الحجہ کی نویں تاریخ جمعہ کے دن تھی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک صرف ۳ چاند بنتے ہیں محرم، صفر ربیع الاول، ان کا حساب بالکل ان پڑھ سے ان پڑھ شخص بھی نکال سکتا ہے، تینوں چاند ۲۹ کے لگالیں تو پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول نہیں بنتی، تینوں چاند ۳۰ کے لگالیں تو نہیں بنتی، دو ۳۰ کے لگالیں ایک ۲۹ کا لگائیں تو نہیں بنتی، دو ۲۹ کے لگائیں ایک ۳۰ کا لگائیں تو پیر کو ۱۲ ربیع الاول نہیں بنتی، اگر پیر کو ۱۲ بنتی ہے تو اس طرح بنتی ہے کہ دو چاند لگالیں ۳۰ کے اور ایک لگائیں ۳۱ کا، سو آپ ہی بتائیں بھلا ۳۱ کا بھی چاند ہوا ہے؟ اولاً تو ۳ چاند مسلسل ۳۰ کے ہوں یہ بھی ذرا مشکل ہے مگر پھر بھی ممکن ہے کبھی ایسا ہوجاتا ہے مگر ۳۱ کا چاند کیسے مانیں؟ اس سے ثابت ہوا کہ وفات کی تاریخ جو ۱۲ ربیع الاول مانی جاتی ہے یہ بھی بالکل غلط ہے اس کا بھی کوئی امکان نہیں۔ پھر حقیقت کیا ہے؟ صحیح احادیث اور صحیح تواریخ سے اتنا ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ابتداء ربیع الاول میں ہوئی اور پیر کے دن ہوئی، شمسی اور قمری سالوں کو اگر تطبیق دیجاتی ہے یا اسی طرح ۳ چاندوں کا حساب لگایا جاتا ہے تو ربیع الاول کی ابتداء میں پیر کے دن جو تاریخیں صحیح ہوسکتی ہیں ان میں سے اکثر نے ۲ ربیع الاول کو اختیار کیا ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کتب تاریخ میں دراصل یوں لکھا تھا: ”ثانی شہر ربیع

الاول." شہر مہینے کو کہتے ہیں یعنی ماہ ربیع الاول کی دو تاریخ، مگر بعد میں کسی ناقل سے لکھنے یا پڑھنے میں غلطی ہوگئی اس نے اس کو پڑھ لیا: "ثانی عشر ربیع الاول." ثانی عشر کہتے ہیں ۱۲ کو، اصل لفظ تھا شہر اسے عشر پڑھ لیا گیا اس طرح ۲ کا ۱۲ بن گیا اور یہ غلط بات پھیل گئی، بعض نے اختلاف مطالع کی تاویل کی ہے جو بالکل باطل ہے، اس کی تفصیل احسن الفتاویٰ جلد ۹ "مسائل شتّیٰ" میں ہے۔

میلاد کی حقیقت:

دوسری بات یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں یہ عید میلاد النبی نہیں تھی اور اس طریقے سے جلسے جلوس نہیں نکالے جاتے تھے، ایصال ثواب کے نام سے دعوتیں نہیں اڑائی جاتی تھیں۔ آج کے مسلمان نے یہ ایصال ثواب بھی اچھا نکالا ہے، ایصال کے معنی ہیں پہنچانا اور ثواب کے معنی ہیں اچھی چیز یعنی لڈو پہنچاؤ، مسلمان کا ایصال ثواب سارا کر کرا کے یہ رہ گیا کہ بس دیگیں چڑھاؤ، قورمے پیٹ میں اتارو، مرغیاں اڑاؤ پھر ہضم کرنے کے لئے اوپر سے سوڈے کی بوتلیں چڑھاؤ، سبحان اللہ! کیا کہنا اس ایصال ثواب کا، یا اللہ! تو ہی اس قوم کو ہدایت دے، اللہ کے بندے کسی سے پوچھ لیا ہوتا کہ ایصال ثواب کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ مختصر یہ کہ ایصال ثواب کا یہ طریقہ کہ خود ہی پکاؤ اور خود ہی کھاؤ یہ ایصال ثواب نہیں شکم پرستی ہے۔ آج اس موضوع کو نہیں چھیڑتا ورنہ اصل موضوع رہ جائے گا میرا وعظ "بدعات مرّوجہ" اور "مرض و موت" پڑھ لیجئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں اگر عید میلاد اسی طرح منائی جاتی تھی تو سوچئے پھر کیا اس کی تاریخ کے بھول جانے کا کوئی امکان تھا؟ ظاہر ہے کہ کوئی امکان نہ تھا، فرض کیجئے آج کوئی ولی اللہ صاحب کرامت بزرگ اپنی کرامت سے پیش گوئی کردے کہ ۵ سال بعد بلکہ ۵ چھوڑ کر ۵۰ یا ۱۰۰ سال بعد لوگ اس منگھڑت تاریخ

ولادت یعنی ۱۲ ربیع الاول کو بھول جائیں گے تو کیا اس کی اس پیش گوئی کو صحیح سمجھا جائے گا؟ اس پر ہر شخص یہی کہے گا کہ ناممکن ہے، تاریخ بھولنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، آخر یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ جبکہ پوری دنیا یہ دن منا رہی ہے ہر شہر میں، ہر محلے میں، گلی کوچوں میں اتنے ہنگامے، اتنے شور، ریڈیو اور ٹی وی پروگرام الگ جن میں گانے والے مردوں سے زیادہ گانے والی عورتیں رات دن گا گا کر سنا رہی ہیں، آخر یہ ہو کیسے سکتا ہے کہ یہ تاریخ آیندہ بھلادی جائے؟ دنیا سے اوجھل ہوجائے؟ کوئی عقل مند یہ بات باور کرنے کو تیار نہ ہوگا۔ سوچئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں بھی صورت حال اگر یہی ہوتی اسی کیفیت سے جلسے جلوس، دعوتیں ہوتیں میلاد پڑھے جاتے تو یہ تاریخ کوئی بھول کیسے سکتا تھا؟ اصل تاریخ میں تحریف کیسے ہوتی اختلاف کیسے پڑتا؟ اتنی بات تو یقینی ہے کہ یہ تاریخ اصل تاریخ نہیں اس میں تحریف ہوچکی ہے لہٰذا ثابت ہوگیا کہ یہ سارے ہنگامے جو آج ہو رہے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں نہ تھے، اس وقت ان کا کوئی اتا پتا نہ تھا یہ ساری خرافات بہت بعد کی پیداوار ہیں، اصل تاریخ کا بھول جانا اس کی واضح دلیل ہے، اس سے بڑھ کر کوئی دلیل نہیں ہوسکتی، یہ دو باتیں ہوگئیں۔

ایک سوال:

تیسری بات یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ تاریخ کیوں بھول گئے، جب یہ ثابت ہوچکا کہ ۱۲ اصل تاریخ نہیں اور اصل تاریخ ولادت صرف دو صحابہ سے منقول ہے اور تاریخ وفات کسی ایک سے بھی نہیں، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس سے کیسے غافل رہے؟ انہوں نے اس بات کو کیسے نظر انداز کردیا سوچئے! ذرا غور کیجئے! کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت میں کوئی کمی تھی؟ یہ تو کوئی نہیں کہہ سکتا بلکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت

کے بارے میں بلاتردد دعوے کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی اس وقت سے لے کر جب تک دنیا باقی رہے گی پوری تاریخ میں محبت کی ایسی نظیر نہیں پیش کی جاسکتی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جتنی محبت تھی جتنا عشق تھا اس کی نظیر دنیا نے اب تک پیش کی ہے نہ آیندہ کبھی پیش کرسکتی ہے، دنیا میں کسی کو کسی کے ساتھ اتنی محبت ہو ہی نہیں سکتی، ممکن ہی نہیں اپنی جانیں، اولاد، اپنے اموال، اپنی تجارتیں اور وطن غرض سب کچھ جو ان حضرات کے بس میں تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نچھاور کردیا پھر یہ تو ان حضرات کے سامنے ادنیٰ سی بات تھی، یہ سب کچھ کرگزرنے کے باوجود اپنی ان بے مثال قربانیوں کو کچھ اہمیت بھی نہ دیتے تھے، یہ تھی ان حضرات کی محبت، دو تین قصے بھی سنادوں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

پہلی مثال:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار دیکھا کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرمارہے ہیں، سالن میں گوشت اور لوکی کے ٹکڑے ہیں، دونوں کا ملا ہوا سالن ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے دوران پیالے میں لوکی کے ٹکڑے تلاش کرکر کے تناول فرمارہے ہیں، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس روز سے مجھے لوکی سے محبت ہوگئی (ابوداود)

کہنے میں یہ تو آسان سی بات ہے مگر اس پر ذرا غور کیجئے! یہ نہیں فرماتے کہ اس روز سے میں نے لوکی کھانا شروع کردی، بلکہ فرماتے ہیں کہ لوکی کے ساتھ محبت ہوگئی، کھانے کی چیز کا کسی کو مرغوب ہونا، پسند ہونا یہ ایک طبعی چیز ہے، دل کا ذوق ہے جو دوسرے کے کھانے سے یا پسند کرنے سے بدل نہیں سکتا مگر صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذوق بدل گیا اندر کی کیفیت تبدیل ہوگئی، کیا دنیا محبت کی ایسی انوکھی مثال پیش

کر سکتی ہے کہ کوئی محب اپنے محبوب کو ایک چیز صرف کھاتے ہوئے دیکھ لے اور اس کے اندر کا طبعی ذوق بدل جائے؟ کبھی نہیں، مگر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو لوکی تناول فرماتے دیکھا بس اسی وقت سے لوکی مجھے مرغوب ہوگئی، محبوب کی ادا دیکھ کر اندر کی کیفیت فوراً بدل گئی، دل کے اندر ہی اندر انقلاب برپا ہوگیا، ذرا سوچئے! یہ کتنا بڑا انقلاب ہے؟

دوسری مثال:

حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے والد نے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گریبان مبارک کے بٹن کھلے ہوئے تھے، یہ قصہ سن کر حضرت معاویہ اور آپ کے صاحبزادے کو یہ ادا ایسی پسند آئی کہ دونوں نے عمر بھر اپنا گریبان کھلا رکھا، کبھی بٹن بند کیے ہی نہیں (ابوداؤد)

حالانکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ نہ تھی، اس وقت اتفاق سے گریبان مبارک کھلا ہوا تھا مگر انہوں نے خاص نظر جو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالی تو نظر پڑتے ہی یہ خاص کیفیت ایسی پسند آئی کہ مرتے دم تک اسے نہ چھوڑا عمر بھر بٹن نہیں لگائے۔

تیسری مثال:

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی بچے تھے، مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو دیکھا کہ کفار کے چند بچے کھڑے ہوکر مسلمانوں کی اذان کی نقل اتار رہے ہیں، بچوں کا کیا ان کو تو ایک کھیل ہاتھ آگیا، اللہ تعالیٰ جب کسی کی ہدایت کا سامان فرماتے ہیں تو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں، ہدایت کے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں، دیکھئے! ان کی ہدایت کا کیا سامان ہو رہا ہے کہ نقل اتارتے

ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا، بچے تو اور بھی بہت تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا: کیسے اذان دے رہے تھے ذرا سناؤ! انہوں نے اذان شروع کی، اللہ اکبر تو بلند آواز سے چار بار کہہ دیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کے قائل تو کفار بھی تھے، لیکن اس کے بعد جب شہادت کی بات آئی توحید ورسالت کی شہادت، تو ڈر گئے کہ یہ کلمات کیسے کہوں؟ کہیں اعزہ واقارب نے دیکھ لیا یا آواز سن لی تو پٹائی ہوجائے گی، اس لئے شہادتین کے کلمات کہہ تو دیئے مگر بالکل آہستہ، دھیمی آواز سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے سر پر رکھا اور فرمایا بلند آواز سے کہو، بس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک رکھنا تھا کہ ایمان کی دولت سے مالا مال ہوگئے اور بلند آواز سے یہ کلمات پھر دہرائے، ان کا عشق دیکھئے انہوں نے کیا کیا؟ ایک تو یہ کہ اگرچہ اذان کی حقیقت یہی ہے کہ **اشهدان لا اله الا الله** اور **اشهدان محمدا رسول الله** دو دو بار کہے جائیں اور شروع ہی سے بلند آواز سے کہے جائیں مگر انہوں نے یہ سوچ کر کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میرا کیا معاملہ ہوا تھا کہ پہلے یہ کلمات آہستہ آواز سے کہے تھے پھر بلند آواز سے دہرائے، بس عمر بھر یہی معمول جاری رکھا، جب بھی اذان دیتے پہلے شہادتین دبی آواز سے پھر بلند آواز سے۔ (ابوداؤد، نسائی)

ایک کام تو یہ کیا اور دوسرا کام یہ کیا، ذرا دلوں پر ہاتھ رکھ کر یہ بات سنئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سر پر ایک بار ہاتھ رکھ دیا تو انہوں نے پھر عمر بھر سر کے بال نہیں منڈوائے (ابوداؤد) کہ یہ وہ بال ہیں جن پر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پھر گیا، یہ تھی ان حضرات کی محبت کہ جن بالوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بار ہاتھ پھر گیا عمر بھر ان بالوں کی حفاظت کی اور آج عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مدعی آپ کی مبارک صورت اختیار کرنے کو تیار نہیں، چہرے پر روز اٹھ کر پھاوڑا چلاتا ہے، ذرا سوچئے! غور کیجئے! یا اللہ! تو ایسی محبت عطاء فرما کہ تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی

صورت مبارکہ سے محبت ہو جائے اور ایسی محبت ہو جائے کہ ساری دنیا طعن کرتی رہے مذاق اڑاتی رہے مگر یہ کسی کی پروا نہ کرے، یہ بات تو درمیان میں آگئی محبت کے واقعات پھر کبھی سناؤں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہ واقعات بھی اس لئے بتائے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو ولادت و وفات کی تاریخ بھول گئے تو کیا اس کا سبب ان کی محبت میں کمی تھا؟ ہرگز نہیں، یہ بات تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا، پھر دوسری وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ کیا حافظے ان کے کمزور تھے؟ آج تو لوگوں کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ فجر کی نماز میں کون سی سورت پڑھی گئی، امام کو ہی یاد نہیں رہتا دوسروں کی کیا بات، فجر کی بات تو دور رہی ابھی مغرب کے بعد نوافل سے فارغ ہو کر ایک دوسرے سے ذرا پوچھ لیں کہ کون سی رکعت میں کیا پڑھا گیا؟ شاید کسی کو یاد نہیں ہوگا، ہاں اگر مسلمان سے یہ پوچھا جائے کہ فلاں میلاد میں کیا ہوا تھا کون کون سے کھانے تھے؟ تو شاید گزشتہ سال کے بھی فرفر سنا دے، ایسی باتیں نہیں بھولتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حافظے

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حافظے کمزور نہیں تھے، عشق و محبت کی مانند ان کے حافظے ان کی قوت یادداشت بھی ضرب المثل تھی۔

قوت حافظہ کی ایک مثال:

حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا قصہ معلوم کرنے دو شخص آئے، ایک نے کہا انہوں نے بالکل بچپن میں مجھے دیکھا تھا اب ذرا ان کے حافظے کا امتحان لیں کہ پہچان لیتے ہیں یا نہیں؟ اس نے اپنا چہرہ اور پورا جسم خوب اچھی طرح چھپا لیا، صرف آنکھیں اور پاؤں کھلے تھے، حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ انہوں نے پاؤں

پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ جب میں غلام تھا تو میرے آقا کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا تھا میرے آقا نے حکم دیا تھا کہ اس بچے کو اٹھا کر لیجاؤ، اور فلاں دودھ پلانے والی انا کو دے آؤ، اس زمانے میں یہی رواج تھا مائیں خود دودھ نہیں پلاتی تھیں۔

فرمایا آپ کے پاؤں اس بچے کے پاؤں سے ملتے جلتے ہیں، اور وہ واقعۃً وہی بچہ تھا، اندازہ لگائیے کیا حافظہ تھا، اس میں پہلی بات یہ ہے کہ جب بچہ دودھ پلانے کے لئے انا کے حوالے کیا جاتا ہے تو اس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے، چند گھنٹے تک بغیر خوراک کے رکھا جائے تو زندہ ہی نہیں رہ سکتا، اس بچے کی عمر بھی چند گھنٹوں سے زائد نہیں ہوگی، دوسری بات یہ کہ ایسے وقت بچے کا چہرہ دیکھا جاتا ہے پاؤں کو کوئی نہیں دیکھتا اور چہرے کو بھی اس توجہ اور انہماک سے کون دیکھے گا کہ مدت کے بعد میرا امتحان لیا جائے گا، اس لئے اس صورت کو خوب غور سے دیکھ کر یاد رکھوں، ایسے وقت چہرہ ایک سرسری نظر سے دیکھا جاتا ہے پاؤں تو اور زیادہ سرسری نظر سے دیکھے جائیں گے، مگر ان سب باتوں کے باوجود حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس نقاب پوش نوجوان کو پہچان لیتے ہیں کہ یہ وہی شیر خوار بچہ ہے جو میں نے اٹھایا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا چادر بچھاؤ، میں نے چادر بچھادی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پڑھ کر اس پر دم کیا اور فرمایا کہ اس کو سینے سے لگالو، میں نے سینے سے لگالی، اس وقت سے کوئی ایسی بات جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی نہیں بھولا (متفق علیہ)

محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا حیرت انگیز حافظہ

حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے حافظوں کی ایک جھلک بھی دیکھ لیجئے!

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد جنہوں نے دین کی حفاظت کی۔

پہلی مثال:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ ایک جگہ تشریف لے گئے، ابھی بالکل نوعمر تھے لیکن شہرت ہو چکی تھی، وہاں کے محدثین کو خیال ہوا کہ ان کا امتحان لیا جائے، چنانچہ دس محدثین نے دس دس حدیثیں اس طرح یاد کیں کہ ہر حدیث کی سند اور متن کو کسی دوسری حدیث کی سند اور متن کے ساتھ خلط ملط کردیا، سند ایک کی متن دوسری کا، اسی طرح ایک ٹکڑا ایک حدیث کا دوسرا ٹکڑا دوسری حدیث کا، اس طرح سے حدیثوں میں قطع و برید کرکے ایک ایک شخص نے دس دس حدیثیں یاد کیں اور آکر بیٹھ گئے امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا امتحان لینے، پہلی حدیث پڑھی تو آپ نے فرمایا: لاادری۔ مجھے معلوم نہیں، دوسری پڑھی تو بھی: لاادری۔ میں نہیں جانتا، تیسری چوتھی پانچویں غرض آخر تک ہر حدیث کے جواب میں یہی فرماتے رہے کہ لاادری میں نہیں جانتا، حاضرین سب حیران کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ ہر حدیث کے جواب میں لاادری، لاادری گو کہ نوعمر تھے مگر قوت حافظہ اور حدیث دانی کی دھاک تو دنیا پر بیٹھ چکی تھی اور اسی لئے تو اتنا بڑا اجتماع ہوا، لوگ تو اس جواب سے تشویش میں پڑ گئے مگر وہ ممتحن حضرات سمجھ رہے تھے کہ کامل ہیں، ان کا یہ جواب کم علمی کی دلیل نہیں بلکہ کمال کی دلیل ہے، ہم تو خلط ملط کرکے پوچھ رہے ہیں جو واقعۃً حدیث نہیں لہٰذا ان غلط احادیث کے متعلق لاادری کہنا بالکل بجا ہے، جب یہ دس محدثین فارغ ہوگئے اور ان کی سو احادیث پڑھی جاچکیں تو آپ نے فرمایا سنو اب میں پڑھتا ہوں۔ سو کی سو احادیث صحیح سند اور صحیح متن کے ساتھ سنا دیں۔ مؤرخین فرماتے ہیں سو احادیث پڑھ دینا امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کمال نہیں، بھلا جس کو لاکھوں حدیثیں ازبر ہوں وہ سو حدیثیں سنا دے تو کیا کمال ہے؟ کمال یہ کہ جس ترتیب سے ان محدثین نے سو حدیثیں پڑھی تھیں اسی ترتیب سے سنادیں، اسی مجلس میں ایک بار سن کر سو حدیثوں کی ترتیب یاد

ہوگئی، چنانچہ اسی ترتیب سے سنادیں، پہلے محدث کی دس حدیثیں پہلے سنادیں ترتیب وار، دوسرے کی اس کے بعد ترتیب وار، تیسرے کی اس کے بعد آخر تک۔ بتایئے ایسا غضب کا حافظہ کوئی عقل میں آنے والی بات ہے؟ آج دنیا اس کی نظیر پیش کرسکتی ہے؟

دوسری مثال:

ایک محدث فرماتے ہیں میں نے سو حج کئے ہیں اور ہر حج الگ اونٹ پر کیا ہے، ان سو اونٹوں میں سے جو اونٹ بھی میرے سامنے لایا جائے دیکھ کر بتادوں گا کہ اس اونٹ پر میں نے فلاں سال حج کیا تھا، ان کو سو اونٹوں کا صرف حلیہ ہی یاد نہیں رہا بلکہ یہ تفصیل بھی یاد رہی کہ اس اونٹ پر کس سال حج کیا تھا اور اس پر کس سال، اس طرح سو اونٹوں میں سے ہر ایک پر حج کرنے کا سال بھی یاد۔

تیسری مثال:

آخر میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قصہ بھی سن لیجئے! آخر عمر میں آپ کی نظر جاتی رہی تھی، نابینا ہوگئے تھے، ایک بار اونٹ پر سوار کہیں جارہے تھے اچانک ایک جگہ سر جھکا دیا، خادم نے پوچھا حضور! کیا بات ہے؟ سر کیوں جھکا دیا؟ فرمایا یہاں ایک درخت ہے، اس کی شاخیں جھکی ہوئی ہیں، سواری پر جب کوئی گزرتا ہے اس کے سر پر لگتی ہیں، اس لئے میں نے سر جھکا دیا۔ خادم نے عرض کیا حضرت! اس جگہ تو قریب بھی کوئی درخت نظر نہیں آرہا، چہ جائیکہ یہاں ہو، فرمایا: یہیں ٹھہر جاؤ! اونٹ سے اتر گئے اور فرمایا قریب کے گاؤں میں جاکر تحقیق کرو، اگر ثابت ہوجائے کہ کسی وقت یہاں ایسا درخت تھا تو درست ہے، ورنہ میرا خیال اگر غلط ہے تو آئندہ کے لئے حدیث بیان کرنا چھوڑ دوں گا کہ میرا حافظہ کمزور ہوگیا ہے، حافظے میں فرق آجائے تو حدیث بیان کرنا جائز نہیں، چنانچہ وہ خادم قریب کی آبادی میں گیا اور تحقیق کی تو بڑے بوڑھوں نے بتایا کہ واقعی یہاں ایسا درخت تھا کسی زمانے میں، مگر سالہا سال گزر گئے

وہ تو کٹ چکا اس کا نام ونشان بھی نہیں رہا۔ یہ حافظے تھے ان حضرات کے۔ نظر نہیں آ رہا مگر چلتے چلتے ٹھیک اسی جگہ جھک جاتے ہیں جہاں درخت تھا۔ یہ چند مثالیں بتادیں۔

بات یہ چل رہی تھی کہ کیا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حافظے کمزور تھے جس کی وجہ سے ولادت ووفات کی تاریخ بھول گئے؟ ایسی بات تو نہیں اور یہ بھی نہیں کہ ان کی محبت میں کمی تھی پھر آخر بات کیا ہے؟ بھول کیوں گئے؟

اصل سبب:

سنئے! اصل وجہ یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سب سے زیادہ جس چیز کی حفاظت کا اہتمام فرمایا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ احکام تھے، اس لئے کہ بعثت کا حقیقی مقصد ہی دین وشریعت کے احکام ہیں، مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی رضا حاصل کرنے کے طریقے بتانا، ان کو جہنم کی گہرائیوں سے نکال کر جنت کے محلات میں پہنچانا، اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تھا، اس کی تفصیل آگے چل کر بتاؤں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

سلف کا جذبۂ حفاظت دین:

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سب سے زیادہ جس چیز کے یاد رکھنے پر زور دیا، ہر قیمت پر جس کی حفاظت کی، تمام جزئیات کو محفوظ کیا اور امت تک پہنچایا، وہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا ذخیرہ جسے صحابہ نے حرز جان بنا کر سینوں میں محفوظ کیا پھر تابعین نے مزید حفاظت کے لئے تحریر وکتابت کے ذریعے حدیث کی تدوین شروع کی، ۹۹ ہجری میں عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا بیڑا اٹھایا اس وقت سے احادیث کتب میں محفوظ کردی گئیں، اس معاملے میں ان محسنین امت کی قوت حافظہ، دیانت واحتیاط اور احادیث کی صحت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ آج

سے تقریباً سو سال پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ مبارک خطوط جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار بادشاہوں کو تحریر فرمائے تھے وہ اصل خطوط دستیاب ہوگئے، ان کے جو عکس شائع ہوئے تو ان میں اور محدثین جو کتب حدیث میں یہ خطوط درج کر گئے ان میں ایک حرف کا بھی فرق نہ نکلا، چودہ سو سال گزرنے پر بھی احادیث جوں کی توں محفوظ ہیں ایک حرف کا فرق بھی نظر نہ آیا۔ یہود و نصاریٰ نے تو آسمانی کتابوں میں ایسی تحریف کی ان کا حلیہ ایسا بگاڑا کہ حقیقت کا پتا لگانا ناممکن ہوگیا مگر یہاں قرآن مجید تو الگ رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی حفاظت کا یہ عالم کہ اب تک ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی توجہ کا مرکز وہ احادیث رہیں جن میں احکام شرعیہ بتائے گئے ہیں، سب سے زیادہ ان کی حفاظت کی، پھر دوسرے درجے میں وہ احادیث جن سے احکام شرعیہ پر عمل کرنا آسان ہوجائے، جیسے جنت وجہنم کا ذکر، اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں اور نافرمانوں کے حالات، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور احسانات کا بیان، محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات، کمالات اور حسن و جمال کا ذکر، ان چیزوں کی معرفت سے محبت پیدا ہوتی ہے اور محبت سے اطاعت پیدا ہوتی ہے، معصیت اور نافرمانیوں سے نجات مل جاتی ہے، سب سے آخری درجے میں وہ چیزیں بیان کیں جو محض محبت پر مبنی ہیں، محبوب کے حالات میں سے ہر حالت معلوم کرنے کا شوق ہوتا ہے، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وفات کی تاریخ، آپ کو نبوت کتنی عمر میں ملی، نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں کتنے سال قیام فرمایا اور پھر مدینہ منورہ میں کتنے سال، فلاں فلاں سفر میں کہاں کہاں قیام فرمایا، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عشق ومحبت کا یہ حال کہ یہاں تک بھی بتادیا کہ آخر عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک میں سفید بال کتنے تھے، یہ سب کچھ ان سے محبت نے کرایا، ایک تو یہ حضرات تھے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک حالت کو اس درجہ

احتیاط واستیعاب کے ساتھ محفوظ کر رہے ہیں۔

آج کل کے عشاق:

آج بھی عشق ومحبت کے دعویداروں کی کمی نہیں مگر حالت یہ ہے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صورت سے بھی وحشت اور نفرت، ایسے دلوں میں ایمان کیسے رہ سکتا ہے؟

ایک اعتراض اور جواب:

آگے یہ سؤال ہوتا ہے کہ اگر ولادت اور وفات کی تاریخ کے ساتھ کوئی شرعی حکم وابستہ نہیں تھا کہ ان کی حفاظت کا خاص اہتمام کیا جاتا تو تقاضائے محبت سے ہی محفوظ کر لیتے کہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فلاں تاریخ میں پیدا ہوئے، دنیا میں تشریف لائے اور فلاں تاریخ کو رحلت فرمائی، ایسا کیوں نہ کیا؟ سنئے! اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جان بوجھ کر ولادت اور وفات کی تاریخ کا ذکر نہیں فرمایا یا یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہی بھلوا دیا اور اس میں بڑی حکمت پنہاں ہے، وہ یہ کہ ولادت پر بدعات وخرافات کا سلسلہ شروع ہو جاتا اور وفات پر رونے دھونے کا سلسلہ، ظاہر ہے دونوں چیزیں شریعت کے خلاف ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں تاریخیں بھلوا کر ان بدعات کی جڑ ہی کاٹ دی اور یہ توجیہ کچھ مستبعد نہیں، اس کی ایک دوسری مثال ہمارے سامنے ہے کہ بیعت رضوان جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝﴾ (۴۸-۱۸)

تَرْجَمَۃ: ”بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ

سے درخت کے نیچے بیعت کررہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا
اللہ کو وہ بھی معلوم تھا اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب میں
اطمینان پیدا کردیا اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح بھی دیدی۔‘‘

ظاہر ہے یہ بیعت جس درخت کے نیچے ہوئی وہ بڑا مبارک درخت تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے دوسرے ہی سال یہ درخت صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذہنوں سے نکلوادیا، انہیں بھلوادیا، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں دوسرے سال ہم نے اس کو تلاش کیا بہت تلاش کیا مگر اس کا کوئی پتا نہ چلا، اللہ تعالیٰ نے ذہنوں سے بالکل بھلوادیا کہ آنے والے لوگ کہیں اس کی پوجا پاٹ نہ شروع کردیں، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تو ہزار کوشش کے باوجود نہ ملا مگر لوگ کہاں چھوڑتے ہیں؟ کسی ایک درخت کو پکڑ ہی لیا اور مشہور کیا کہ یہی ہے وہ مبارک درخت، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو وہ درخت فوراً کٹوادیا اور فرمایا یہ وہ درخت تو ہے نہیں مگر تم لوگوں نے وہی قرار دیا، اس لئے لو ہم اس کو بھی جڑ سے اکھاڑ دیتے ہیں۔ آج اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے تو ان جلسے جلوس کرنے والوں کو مار مار کر، مار مار کر ایسا سیدھا کرتے کہ آیندہ یہ لوگ کبھی قیامت تک پھر نام نہ لیتے، یااللہ! اب بھی کوئی عمر پیدا فرمادے، ایسے مواقع پر ہم نیت کا ثواب حاصل کرتے رہتے ہیں، اگر ہمیں مل گئی حکومت تو ان شاء اللہ تعالیٰ مار مار کر ان لوگوں کا دماغ درست کریں گے۔

(اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ دعاء بہت جلد قبول فرمائی اور بے دینوں کی سرکوبی کے لئے افغانستان میں امیر المؤمنین ملا عمر مجاہد حفظہ اللہ پیدا فرمادیئے۔ جامع)

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذہنوں کو اس طرف متوجہ ہونے ہی نہ دیا کہ اس تاریخ کو یاد رکھیں اور کسی کو اگر یاد تھی بھی تو بھلوادی اور اس میں حکمت و مصلحت ظاہر ہے کہ اگر صحیح تاریخ محفوظ ہوتی تو لوگ جو خرافات

کرتے، بدعات کرتے اسی مبارک تاریخ میں کرتے مگر اس کے باوجود مسلمان کہاں باز آتا ہے، کہاں ہاتھ سے جانے دیتا ہے جلسے جلوسوں کی رونق کو، حلوے اور قورمے کی لذت کو، ایصالِ ثواب کے سنہری مواقع کو، اس نے سوچا اگر ولادت اور وفات کی صحیح تاریخ نہیں ملتی تو نہ ملے کسی کو تو پکڑ ہی لو، آخر ۱۲ کو پکڑ لیا اور ہنگامے شروع کردیئے۔ اللہ تعالیٰ کا کرم تو دیکھئے کہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وفات کی صحیح تاریخیں ان خرافات سے بچالیں ولادت کی صحیح تاریخ تھی ۸ مگر یہ میلاد منارہے ہیں ۱۲ کو، ان کو جتنا بھی کوئی سمجھائے کبھی باز نہیں آئیں گے، غلطی پر ہی اڑے رہیں گے۔ میں نے یہ صحیح تاریخ اس لئے بتادی کہ مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس تاریخ میں کوئی ہنگامہ نہیں کرے گا، اگر یہ خطرہ ہوتا کہ اس میں بھی کوئی کرنے لگے گا تو میں نہ بتاتا۔ لوگوں نے ولادت کے اصل مقصد کو سمجھنے کی بجائے اس تاریخ میں ہنگامے شروع کردیئے۔

رسالت کا حقیقی مقصد:

میں نے بیان کے شروع میں قرآن مجید کی جو آیات پڑھی ہیں ان میں پہلی چار آیات سورۂ احزاب کی ہیں اور ان کے بعد تین آیات سورۂ فتح کی ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد بیان فرمایا ہے، اس لئے بقدر ضرورت مختصراً ان کی کچھ تشریح کرتا ہوں۔

یا یھا النبی: نبی کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے احکام بتانے والا، اس میں تنبیہ فرمادی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کی اطاعت فرض ہے۔

انا ارسلنک: بلاشبہہ آپ کو ہم نے بھیجا ہے، یعنی یہ بات محقق، یقینی اور پکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں، اس لئے آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کا ہر ارشاد واجب التعمیل ہے، کسی بات میں بھی آپ کی نافرمانی جائز نہیں۔

شاھدا: ہم نے آپ کو عام انسانوں کی صورت میں اس طرح بھیجا ہے کہ آپ کے سب حالات ان کی آنکھوں کے سامنے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کوئی لکھی لکھائی کتاب نازل فرما دیتے، جیسے کہ مشرکین اس کا مطالبہ بھی کر رہے تھے تو لوگ اس کتاب کے سمجھنے میں اختلاف کرتے، اس لئے رسول پر کتاب نازل فرمائی تاکہ وہ اس کی تشریح کرکے امت کو سمجھائے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (۲-۱۲۹)

ترجمہ: ''اور ان کو کتاب کی اور فہم سلیم کی تعلیم دیا کریں۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝﴾ (۱۶-۴۴)

ترجمہ: ''اور آپ پر یہ قرآن اتارا ہے تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ان کو آپ ان سے ظاہر کردیں اور تاکہ وہ فکر کیا کریں۔''

مشرکین کا یہ بھی مطالبہ تھا کہ کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجا جائے، اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ مطالبہ بھی پورا نہیں فرمایا، اس لئے کہ لوگ یوں کہتے کہ فرشتے کا اتباع ہمارے بس کی بات نہیں، وہ تو لوازم بشریہ نہیں رکھتا، اس کو کھانے پینے، سونے اور بول و براز کی حاجت نہیں، کمانے کی ضرورت نہیں، بیوی بچے نہیں رکھتا، تھکتا نہیں، اس میں قوۂ شہوانیہ و قوۂ غضبیہ نہیں، گناہوں کے تقاضے ہی اس میں نہیں، ہمارے اندر تو یہ سب لوازم موجود ہیں، ہم فرشتے کا اتباع کیسے کر سکتے ہیں؟

لوگوں کی اس حجت کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتے کی بجائے بشر کو رسول بنا کر بھیجا، ان تمام لوازم بشریہ کے ساتھ جو عام انسانوں کے ساتھ ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ یہ کہ عام انسانوں کی ایک بیوی یا زیادہ سے زیادہ چار بیویاں ہیں اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیک وقت نو بیویاں، غرضیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں صفت "شاھد" لانے سے بھی مقصد رسالت بتانا مقصود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واحوال سے احکام الٰہیہ معلوم کر کے ان کا اتباع کیا جائے۔

وَمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم احکام الٰہیہ کا اتباع کرنے والوں کو دنیا وآخرت کی فلاح وبہبود کی بشارت دینے والے ہیں اور نافرمانوں کو دنیا وآخرت کی رسوائی اور عذاب سے ڈرانے والے ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قطعی اور واضح حکم ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کے عذاب سے ڈراتے رہنا فرض ہے، صرف فضائل پر عمل کرنا اور ان ہی کی تبلیغ پر اکتفاء کرنا کافی نہیں، ہر قسم کے گناہوں اور نافرمانیوں سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کی کوشش میں لگے رہنا فرض ہے، اس میں غفلت کرنے والوں کے بارے میں قرآن وحدیث میں بہت سخت وعیدیں آئی ہیں، جن کی تفصیل بتاتا رہتا ہوں۔

آگے کی آیات میں بیان فرمودہ صفات میں بھی مقصد رسالت یہی بتایا گیا ہے کہ احکام الٰہیہ کا اتباع کیا جائے۔

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ : (۳۳ - ۴۸)

اس آیت میں تنبیہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے روکنے پر لوگ مخالفت کریں گے، دشمن ہوجائیں گے، طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں پہنچائیں گے، آپ ان کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف پر صبر کریں، منکرات اور نافرمانیوں سے روکنے کی تبلیغ کے فرض کو ہرگز نہ چھوڑیں، ان کی مخالفت اور عداوت سے ہرگز نہ ڈریں، اللہ پر توکل رکھیں اور منکرات کو چھوڑنے کی تبلیغ کا فرض اداء کرتے رہیں، اس میں کوتاہی کی ہرگز اجازت نہیں، اس کے بعد سورۂ فتح کی آیات:

انا ارسلنك شاهدا ومبشرا ونذيرا ۝ لتؤمنوا بالله ورسوله

وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا: (۴۸ - ۸، ۹)

ان میں بھی مقصد رسالت یہی بتایا گیا ہے کہ احکام الٰہیہ کا اتباع کریں۔

آخری آیت:

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ یداللّٰہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عھد علیہ اللّٰہ فسیوتیہ اجرا عظیما: (۴۸ - ۱۰)

اس میں مقصد رسالت یوں بیان فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، پھر اس کے نتیجے سے خبردار فرمایا کہ نافرمانوں کے لئے دنیا وآخرت کی رسوائی ہے اور فرمانبرداروں کے لئے دونوں جہانوں کی کامیابی۔

حاصل یہ کہ بعثت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کا اتباع کیا جائے اور سچی محبت کا معیار اور کسوٹی یہی ہے کہ محبوب کے ہر حکم کی اطاعت کی جائے اور ہر نافرمانی سے بچا جائے، چھوٹی سے چھوٹی نافرمانی بلکہ اس کے تصور سے بھی شرم آئے۔

سچی محبت کا قصہ

سچی محبت کیسی ہوتی ہے اس پر ایک قصہ سنئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ استقبال کے لئے روز نکلتے اور انتظار کر کے واپس ہو جاتے، چھوٹی بچیاں بھی گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر روزانہ دیکھتی رہتیں، کئی دن انتظار کے بعد جب نظر پڑی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سمیت تشریف لا رہے ہیں، اس وقت بچیوں نے کچھ اشعار پڑھے، یا اللہ! ان بچیوں کے دلوں کی کیفیت کا کچھ حصہ ہمیں بھی عطاء فرما!

ے طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعا للّٰہ داع

ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

یہ معصوم بچیاں بھی سمجھتی تھیں کہ بعثت کا مقصد کیا ہے؟ کہتی ہیں اے ''ثنیات الوداع'' کی طرف سے ابھرنے والے چودھویں کے چاند! اس پہاڑ کا نام ''ثنیات الوداع'' تھا اس لئے کہ لوگوں کو یہیں سے وداع کیا جاتا تھا۔

وجب الشکر.......... قیامت تک ہماری گردنیں شکر سے جھکی ہوئی ہیں، مگر شکر کیسے اداء کریں گے؟ شکر کھا کر نہیں، آجکل مٹھائیاں کھا کر شکر اداء کرتے ہیں، یہ شکر نہیں، شکر کیسے اداء کیا جاتا ہے:

ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع.

ترجمہ: ''اے وہ ذات جو ہماری ہدایت کے لئے ہم میں مبعوث کی گئی! تیرے امر کی اطاعت کی جائے گی۔''

ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کا جو حکم ہوگا ہم اسے بجالائیں گے، دل وجان سے اطاعت کریں گے۔ یہ ان بچیوں کے جذبات تھے، وہ خوب سمجھتی تھیں کہ رسالت کا مقصد رسول کی اطاعت ہے، یا اللہ! ان بچیوں کے دل میں جو محبت تھی، جو جوش اطاعت تھا ہمیں بھی وہ محبت عطاء فرما، وہ جوش اطاعت عطاء فرما۔ محبت پر ایک دعاء یاد آئی جو پہلے بھی ہمیشہ بتاتا رہتا ہوں مگر ابھی ابھی اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک عجیب مطلب دل میں ڈال دیا:

﴿اللھم ارزقنا حبک وحب من یحبک وحب عمل یقرب الی حبک﴾ (ترمذی، مستدرک)

ترجمہ: ''یا اللہ! ہم سب کو اپنی محبت عطاء فرما، اپنی محبت والوں کی محبت عطاء فرما، اور ایسے اعمال کی محبت عطاء فرما جو تیری محبت سے قریب کردیں۔''

دوسرے جملے کے ظاہری معنی تو ہیں اہل محبت کے ساتھ محبت عطاء فرما، مگر میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ مطلب ڈالا کہ یااللہ اہل محبت کے دلوں میں جو تو نے محبت بھردی ہے اپنی وہ محبت ہمیں بھی عطاء فرما، عربی الفاظ میں اس معنی کی بھی گنجائش ہے۔

اب تک تین چیزوں کا بیان ہوا پھر دہرالیجئے:

۱ ۱۲ ربیع الاول نہ تاریخ ولادت ہے نہ تاریخ وفات۔

۲ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں ہنگامے نہیں تھے، اگر ہوتے تو صحیح تاریخ کا بھولنا ممکن نہ ہوتا۔

۳ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے صحیح تاریخ اس خطرے کے پیش نظر محفوظ نہ فرمائی کہ لوگ اس میں بدعات وخرافات کے ہنگامے کریں گے۔

اس بدعت کی ابتداء:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور ائمۂ دین رحمہم اللہ تعالیٰ بلکہ ان کے بعد بھی چھ سو سال تک دنیا میں کہیں بھی اس بدعت کا کوئی نام ونشان نہیں تھا، ساتویں صدی ۶۰۴ ہجری میں ایک بہت بڑا بے دین اور عیاش بادشاہ مظفر الدین کوکری بن اربل گزرا ہے، اس نے اپنی عیاشیوں اور بدمستیوں کو تادیر قائم رکھنے کے لئے اپنی حکومت کو طول دینا ضروری سمجھا تو رعایا کو اپنی طرف مائل کرنے، اپنی عظمت قلوب میں بٹھانے اور دین سے لگاؤ کا تأثر دینے کے لئے کوئی دینی ڈھونگ رچانے کو بہترین حربہ خیال کیا، چنانچہ اس نے ربیع الاول میں جشن میلاد اور مجلس میلاد کی بدعت ایجاد کرنے کا منصوبہ بنایا۔

اس مقصد میں پوری طرح کامیابی کے لئے اس مکار وچالاک بادشاہ نے ایک زبردست تدبیر اختیار کی، وہ یہ کہ بیت المال کے خزانہ سے طبقہ علماء سوء کو خریدنے کی

کوشش کی جو ہمیشہ دین بیچ کر دنیا کھانے کے لئے منہ پھاڑے بیٹھے رہتے ہیں۔

چنانچہ اس طبقہ کے ایک مکار و کذاب، ائمہ مجتہدین وعلماء سلف کی شان میں بہت سخت گستاخی کرنے والے، فحش گو، متکبر اور دنیا پرست مولوی عمر بن دحیہ ابوالخطاب نے اس بدعت کے جواز کے لئے مواد اکٹھا کرنے کا کارنامہ انجام دیا اور ہوس پرستی میں اپنے مقتدیٰ سے ایک ہزار دینار کا صلہ پایا۔

(تاریخ ابن خلکان، دول الاسلام للذہبی، لسان المیزان لابن حجر)

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

؎ وهل افسد الدين الا الملوك
واحبار سوء و رهبانها

تَرجَمَۃ: ''ہوس پرست بادشاہوں، دنیا پرست مولویوں اور جاہل صوفیوں نے مل کر دین کو تباہ کیا۔''

اب ایک بہت اہم بات اور سنئے!

اہل بدعت سے سوال:

سوچنے کی بات ہے کہ یہ چیزیں جب نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہوئیں، نہ صحابہ کرام کے دور میں، نہ ائمہ مجتہدین کے وقت میں پھر لوگ کیوں کرتے ہیں؟ آخر ایسا کام کرتے کیوں ہیں؟ جو اسلام میں کسی نے بھی نہ کیا، کہتے ہیں آجکل سائنس کا زمانہ ہے، سائنس کے معنی ہیں عقل، آج کا انسان بڑا عقلمند انسان کہلاتا ہے، حتیٰ کہ دین کے معاملے میں بھی اپنی عقل کے گھوڑے دوڑا رہا ہے، عجیب عجیب باتیں لوگ ہم سے پوچھتے ہیں، رات کی نمازوں میں قراءت آواز سے کیوں ہے؟ دن کی نمازوں میں آہستہ کیوں ہے؟ یہ تو عقل کا زمانہ ہے عقلمند انسان کوئی بھی کام کرتا ہے تو سوچ سمجھ کر کرتا ہے کہ اس میں حکمت کیا ہے۔ یہاں بھی کوئی معمولی کام نہیں ہو رہا

اتنے بڑے مصارف، اس قدر محنت ومشقت، اتنے بڑے بڑے ہنگامے، آخر یہ اتنا بڑا کام کیوں کررہے ہیں؟ سنئے! اگر بات سمجھ میں آگئی تو ان شاء اللہ تعالیٰ ذریعہ ہدایت ہوگی، اللہ تعالیٰ دلوں میں اتار دیں۔

میرے خیال میں ان لوگوں کے نزدیک اس کی تین وجہیں ہوسکتی ہیں۔

آپ لوگ بھی سوچیں دوسروں سے بھی پوچھیں بلکہ ان ہنگامہ کرنے والوں سے دریافت کریں کوئی نئی بات ان کے علاوہ سامنے آئے تو مجھے بھی بتائیں۔

پہلی وجہ یہ کہ اسے حکم شریعت سمجھ کر کرتے ہوں گے۔

بدعت میں کیا کیا مفاسد ہیں؟

اللہ کے بندے! یہ کیسا حکم ہے جو نہ اللہ تعالیٰ نے بتایا، نہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کیا، نہ تابعین، تبع تابعین، ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی سے اس کا کوئی ثبوت ہے، غرض اللہ کی شریعت میں تو اس کارِ خیر کا کہیں نام ونشان نہیں ملتا اپنی طرف سے کہاں سے گھڑ لیا؟ یا تو یوں کہیں نعوذ باللہ! اس کا اللہ تعالیٰ کو علم نہیں تھا ورنہ وہ ضرور حکم دیتے یا پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تو حکم دیا مگر معاذ اللہ! جبریل علیہ السلام نے خیانت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچایا، یا جبریل علیہ السلام سے راستے میں شیطان نے چھین لیا، جبریل علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ۝﴾

(۸۲-۲۰، ۲۱)

جبریل علیہ السلام بہت بڑی قوت والے ہیں، اور امین بھی ہیں، نہ شیطان کی ڈکیتی کا احتمال ہوسکتا ہے اور نہ ہی خیانت کا۔

اور قرآن مجید کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی ردوبدل اور قطع وبرید

ممکن نہیں:

﴿وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝﴾ (۴۱-۴۱،۴۲)

ترجمہ: ''اور یہ بڑی باوقعت کتاب ہے جس میں غیر واقعی بات نہ اس کے آگے کی طرف سے آسکتی ہے اور نہ اس کے پیچھے کی طرف سے، یہ اللہ حکیم محمود کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔''

یا یوں کہیں گے کہ جبریل علیہ السلام نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو نہیں بتایا، گویا معاذ اللہ! دین پہنچانے میں خیانت کی، یا پھر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بتایا مگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہیں سمجھے، عمل نہیں کیا، غفلت برتی۔ آخر جس بات کا زمانۂ خیر القرون میں دور دور تک کوئی پتا نہیں ملتا اس کی توجیہ کیا کریں گے؟ سیدھی بات یہ ہے کہ یہ کارِ ثواب نہیں، اللہ تعالیٰ کی حکومت کے مقابلے میں اپنی متوازی حکومت بنانا ہے، جو بڑا بھیانک جرم ہے، کوئی شخص کسی کی حکومت میں رہتے ہوئے کیسا ہی جرم کرے ہوسکتا ہے کہ حکومت اسے معاف کردے مگر اس حکومت میں رہتے ہوئے جو شخص اپنی حکومت قائم کرلے وہ ''باغی'' کہلاتا ہے، اسے کسی صورت میں بھی معاف نہیں کیا جاسکتا، کسی کام میں ثواب یا گناہ بتانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اللہ تعالیٰ کا علم محیط ہے، کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں، کیا اللہ تعالیٰ کو اس کارِ ثواب کا علم نہیں تھا؟ یاد رکھئے! بڑے سے بڑا گناہ بھی چھوٹی سے چھوٹی بدعت کے مقابلے میں چھوٹا ہے اور یہ تو بہت بڑی بدعت ہے، اللہ کے دین میں دخل اندازی ہے، چھوٹی سے چھوٹی بدعت سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ جہنم میں لیجانے والی ہے، کیوں؟ وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص بدکاری کرتا ہے، چوری کرتا ہے، ڈکیتی کرتا ہے یا ان سے بھی بڑھ کر قتل کا مرتکب ہوتا

ہے یہ نافرمان تو ضرور ہے، مجرم ضرور ہے مگر یہ نہیں کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت کے مقابلے میں اپنی متوازی حکومت قائم کررہا ہے، نافرمان ہے، گناہ گار ہے اللہ تعالیٰ چاہیں تو معاف فرمادیں لیکن جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ نے تو نہیں بتایا مگر میں بتاتا ہوں، میں اس میں ثواب سمجھتا ہوں، بتائیے یہ "میں" کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں لایا یا نہیں؟ خود کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا یا نہیں؟ یہ کتنی بڑی بات ہے، کیا یہ جرم قابل معافی ہے؟ آخرت میں ایسے لوگوں کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر پانی پلا رہے ہوں گے اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھیں گے کہ بدعتیوں کی ایک جماعت کو فرشتے مار مار کر جہنم کی طرف لیجارہے ہوں گے، یہ لوگ حوض کوثر کی طرف آنا چاہیں گے مگر فرشتے مار مار کر دور ہٹائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے چہروں سے یہ سمجھیں گے کہ یہ مسلمان ہیں، فرشتوں سے فرمائیں گے ان کو کیوں نہیں آنے دیتے؟ فرشتے جواب دیں گے یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی تھی جن کی صورتیں مسلمانوں کی سی تھیں مگر سیرت مسلمانوں سے الگ، انہوں نے نئی نئی بدعات اپنی طرف سے گھڑیں، نئی نئی باتیں اللہ کے دین میں داخل کیں، ایسی ایسی باتیں جن کا نہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

لاتدری ما احدثوا بعدک۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہوں نے کیا کیا بدعات ایجاد کیں، کیسے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنی متوازی حکومت قائم کی، یہ باغی ہیں، ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش بھی قبول نہیں ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے: **سحقا سحقا۔** ان کو دور ہٹاؤ، دور ہٹاؤ۔ بدعتی کا یہ انجام ہوگا۔ بدعت میں ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ بدعتی کو مرتے دم تک اتنے بڑے جرم سے توبہ کی توفیق نہیں ہوتی، جس

جرم کو وہ کارِ ثواب سمجھتا ہے اس سے توبہ کیسے کرے گا؟

لمحۂ فکریہ:

یہاں ذرا ایک بات سمجھ لیں یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کی صورت دیکھ کر سمجھیں گے کہ یہ میری امت کے لوگ ہیں، جن لوگوں کی صورت ہی مسلمان کی نہیں وہاں ان کا کیا ہوگا؟ ان کے بارے میں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرح بھی ان کا اسلام قبول نہ فرمائیں گے کہ یہ کیسے مسلمان ہیں جن کی صورت بھی ہم سے مختلف ہے؟ یہ میلادی لوگ صورت تو مسلمان کی سی رکھتے ہیں مگر اندر سے کچھ اور ہیں مگر جن کی صورت ہی مسلمانوں کی نہیں ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر سے کیسے پلائیں گے؟ سیرت کی پہچان تو صورت سے ہوتی ہے، کسی کو بھیجا قربانی کا بکرا خریدنے وہ کتا پکڑ کے لے آیا، پوچھا جاتا ہے، ارے! تمہیں تو بکرا خریدنے بھیجا تھا یہ کیا پکڑ لائے؟ وہ جواب دیتا ہے دیکھو ''اس کے دو دانت، دو دانت'' یہی کہا جائے گا کہ احمق اس کی تو بکرے کی صورت ہی نہیں، دانتوں کو دیکھ کر کیا کریں، وہ دو ہوں خواہ آٹھ، پہلی چیز تو صورت ہے مگر وہ ایک ہی رٹ لگائے جاتا ہے دو دانت دو دانت، دانت دکھانے سے وہ کتا بکرا تھوڑا ہی بن جائے گا، مسلمان کی پہچان اسلامی صورت سے ہوتی ہے، پہلے اس کی صورت کو دیکھا جائے گا، اگر صورت مسلمانوں کی سی ہے تو دیکھیں گے کہ اندر سے بھی مسلمان ہے یا نہیں، جس کی صورت ہی مسلمان کی سی نہیں وہ تو وہیں چھٹ گیا، یا اللہ! تو ہدایت عطاء فرما، مسلمان کی صورت اختیار کرنے کی توفیق عطاء فرما، جب صورت بن جائے تو اس صورت میں حقیقت بھی عطاء فرما۔

؎ ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

ایک بات یہ ہوگئی کہ وہ ان خرافات کو کارِ ثواب سمجھ کر کرتے ہیں یہ بتادیا کہ کارِ ثواب نہیں بلکہ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا مقابلہ ہے۔

دوسری وجہ وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے اور محبت یہ کام کرا رہی ہے، ہمارے دلوں میں محبت ہے اس لئے ہم ایسا کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے ان کے دل محبت سے خالی ہیں، اس بارے میں بھی یہ بات سوچنے کی ہے کہ کیا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں تھی؟ کیا تمہاری محبت صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت سے بڑھ کر ہے؟ کیا تم ان سے بڑے عاشق ہو؟ ان کی محبت پر تو اللہ تعالیٰ شہادت دے رہے ہیں کہ یہ ہمارے وہ بندے ہیں جنہیں ہماری محبت میں ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کمال حاصل ہے، ان کی محبت آپ لوگوں کی محبت کی بنسبت بدرجہا بڑھ کر تھی پھر کیا وجہ ہے تم سے محبت یہ کام کرا رہی ہے کہ جلسے کرو جلوس نکالو، نعرے لگاؤ، مٹھائیاں کھاؤ کھلاؤ، ان کی محبت نے یہ تمام کام کیوں نہ کرائے؟ اگر واقعی یہ کہا جائے کہ محبت ہی تم سے یہ کام کرا رہی ہے تو سچا محب ہمیشہ اپنے محبوب کا فرماں بردار ہوا کرتا ہے، سراپا اطاعت ہوا کرتا ہے، اس کی نافرمانی کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔

امتحان محبت میں کامیابی وناکامی کا معیار:

امتحان محبت میں کامیابی وناکامی کا معیار یہی ہے کہ دعوائے محبت اور محبت کے طریقے محبوب کی رضا کے مطابق ہیں یا خلاف؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار محبت کے جو طریقے ارشاد فرمائے اگر مسلمان اپنی محبت کو ان کے تابع رکھتا ہے تو محبت کے دعوے میں بالکل سچا ہے اور اگر اظہار محبت کے لئے ایسے انوکھے طریقے ایجاد کرتا ہے جو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے نہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اختیار فرمائے نہ ائمۂ دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اختیار کئے تو یہ محب صادق نہیں، محبت

کے دعوے میں جھوٹا ہے، محب کاذب ہے، ان لوگوں کے اظہارِ محبت کے تمام طریقے بھی اپنے ایجاد کردہ ہیں، معلوم ہوا یہ حقیقی محبت نہیں صرف دعوائے محبت ہے جو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے سراسر خلاف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے سراسر خلاف ہے۔

یہ لوگ کہتے ہیں ہمیں محبت مجبور کرتی ہے کہ یہ کام کرو، ذرا سوچئے! یہ عشاق چوٹی سے لے کر ایڑی تک صورت وسیرت میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہیں، آخر محبت آپ سے کھانے پینے دعوتیں اڑانے، نعرہ بازی اور جلسے جلوسوں کا کام تو کرواتی ہے دوسرے کام کیوں نہیں کرواتی؟ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالی عنہ کا قصہ سنا چکا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیر دیا تو انہوں نے عمر بھر بال نہیں منڈوائے اور ان محبت کے دعوے داروں کو ڈاڑھی کے بال رکھنے کی بھی توفیق نہیں، دعویٰ محبت کا مگر زندگی سرتا پا شریعت کے خلاف، کھانے کمانے میں حلال وحرام کی تمیز نہیں، جائز ناجائز کی پوچھ نہیں، عورتوں میں شرعی پردہ نہیں، گانے بجانے کی لعنت، تصویر کی لعنت غرض زندگی کا ہر شعبہ معاصی میں اٹا ہوا، یہاں محبت کچھ نہیں کراتی اگر کراتی ہے تو صرف یہی کہ ہنگامے کرو نعرے لگاؤ اور دعوتیں اڑاؤ یہ عجیب محبت ہے۔ یاد رکھئے! محبت امتحان چاہتی ہے۔

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ۝﴾ (۴۷-۳۱)

ترجمہ: ''اور دشوار کاموں سے ہم ضرور سب کی آزمائش کریں گے تاکہ ہم ظاہر طور پر بھی ان لوگوں کو معلوم کرلیں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں اور جو ثابت قدم رہنے والے ہیں اور تمہاری خبروں کی تحقیق کر لیں۔''

اور فرمایا:

﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ﴾ (۲۹-۲)

تَرْجَمَۃ: ”کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو قسم قسم کے مصائب سے آزمایا نہ جائے گا۔“

اللہ تعالیٰ کھول کھول کر سنا رہے ہیں: ارے لوگوں نے کیا سمجھ لیا کہ صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے اور امتحان دیئے بغیر یہ دعویٰ قبول کرلیا جائے گا؟ ہرگز نہیں، اللہ کے لئے ذرا اس آیت کو سامنے رکھ کر اپنے حالات کا جائزہ لیں! یہ سورہ عنکبوت کی پہلی آیت ہے، قرآن مجید کھول کر پہلے دیکھ لیجئے! اطمینان کرلیجئے! پھر اپنا محاسبہ کیجئے: اَحَسِبَ النَّاسُ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیسا زبردست اعلان ہے؟ لوگوں نے کیا خیال کیا کہ صرف ”امنا“ کہہ دینے سے امتحان دیئے بغیر ہم کامیاب ہوجائیں گے؟ یہ دعویٰ بغیر دلیل قبول ہوجائے گا؟ ہرگز نہیں، یہ خیال ذہن سے نکال دیں، اللہ تعالیٰ پہلے تمہارا امتحان لیں گے، کسوٹی پر پرکھیں گے اور خوب رگڑ رگڑ کر پرکھیں گے، اس امتحان میں جو کامیاب نکلا اس کا ایمان قبول ہے ورنہ ہرگز قبول نہیں، یہ کھوکھلا دعویٰ منہ پر مار دیا جائے گا، اسے بار بار سوچئے! اَحَسِبَ یہ کون کہہ رہا ہے۔ ایمان اور محبت کے دعوے تو سب میں ہیں مگر یہ ایمان زندگی میں نظر کہاں آرہا ہے؟ شرعی پردے کا نام نہیں، گانے بجانے کی لعنت گلی گلی میں برس رہی ہے، تصویروں کی لعنت قدم قدم پر موجود، نہ صورت مسلمان کی نہ سیرت مسلمان کی، نہ اندر نہ باہر آخر یہ اسلام ہے کہاں؟ یہ تو وہی قصہ ہوگیا کہ ایک شخص تصویر گودنے والے کے پاس گیا اور کہا میرے بازو پر شیر کی تصویر گود دیجئے! ایسا لوگ شاید اس لئے کرتے ہیں کہ تصویر بنانے سے ہم بھی شیر بن جائیں گے، اس نے تصویر گودنا شروع کی پہلی سوئی چبھوئی تو ذرا سا درد ہوا یہ چلا اٹھا ٹھہر جاؤ ٹھہر جاؤ کیا بنا رہے ہو؟ اس نے کہا یہ پاؤں بنا رہا

ہوں، ارے! شیر لنگڑا بھی تو ہوا کرتا ہے، پاؤں کے بغیر شیر بنادو، اس نے پھر سوئی چبھوئی، ارے ٹھہر جاؤ ٹھہر جاؤ، یہ کیا بنا رہے ہو؟ اس نے کہا دم، ارے! شیر لنڈورا بھی تو ہوتا ہے بغیر دم کے ہی بنادو۔ اس نے پھر سوئی چبھوئی تو چیخا ارے! ٹھہرو ذرا ٹھہرو یہ کیا بنا رہے ہو؟ اس نے کہا کان، ارے! شیر بوچا بھی تو ہوتا ہے بغیر کان کے ہی بنادو، اس مصور نے جھنجھلا کر کہا اللہ کے بندے! ایسا شیر جس کے پاؤں نہ دم نہ کان ایسا شیر تو اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی نہیں کیا جا کر گھر میں بیٹھ، سوئی چبھوانے کی ہمت نہیں اور شوق آگیا شیر بنوانے کا۔ آج کا مسلمان بھی سبحان اللہ! وہی شیر بنوانے والا مسلمان ہے، زبان سے بار بار یہی رٹ کہ ہم مسلمان ہیں، مسلمان بھی ایسے ویسے نہیں محبت اور عاشق مسلمان، ان سے ذرا پوچھیں مسلمان ہو تو مسلمان کی صورت کہاں گئی؟ ارے! یہ تو بہت مشکل کام ہے یہ کام ہم سے نہیں ہونے کا ویسے ہیں مسلمان، اچھا اگر مسلمان ہو تو ناجائز ذریعۂ معاش کیوں نہیں چھوڑتے؟ مسلمان حرام تو نہیں کھاتا، اجی! بھوکے مرجائیں گے یہ باتیں چھوڑیے ویسے ہیں مسلمان، اچھا شرعی پردہ ہے تمہارے گھر؟ مسلمان بے غیرت اور دیوث تو نہیں ہوتا، ارے! پردہ کیا تو گھٹ کر مرجائیں گے، ایسا اسلام نہیں چاہئے ویسے ہیں مسلمان۔ اس پر ایک عورت کا قصہ بتاتا ہوں، اس کے شوہر نے خود بتایا کہ میں نے بیوی کو ترجمہ قرآن پڑھانا شروع کیا، شوق سے پڑھتی رہی پڑھتی رہی اور جہاں پہنچی سورۂ نور پر جس میں پردے کے احکام ہیں تو چلا اٹھی اور قرآن بند کردیا، یہ قرآن ہمیں نہیں چاہئے، قرآن ہمیں نہیں چاہئے، وہ تو مرتے دم تک سورۂ نور کو نہیں بھولے گی شوہر نے بہت سمجھایا کہ ترجمہ اتنا سارا پڑھ گئی آگے بھی پڑھ لے، قرآن مجید ختم کرلے، توفیق ہوجائے تو عمل کرلینا ورنہ پڑھنے میں کیا حرج ہے؟ مگر اس کا ایک ہی جواب کہ نہیں یہ قرآن نہیں چاہئے۔ یہ قرآن تو مسلمان کو صرف خوانی کرنے، لڈو کھانے اور چائے پینے کے لئے چاہئے، پردے کے لئے یہ قرآن تھوڑا ہی گھر میں رکھا ہوا ہے۔ اس مسلمان سے پوچھئے تمہارا

اسلام ہے کہاں؟ سر سے دیکھنا شروع کرتے ہیں ایڑی تک کوئی بات اسلام کی نظر نہیں آتی، آخر یہ اسلام کہاں چھپا رکھا ہے، صورت مسلمان کی نہ سیرت مسلمان کی مگر دعویٰ اسلام کا، عشق رسول کا، اور اسلام بھی وہ چاہئے جسے یہ خود پسند کرے، قرآن کی وہ آیات، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث جو اسے اچھی لگتی ہیں مزے دار معلوم ہوتی ہیں، خوب یاد رکھتا ہے۔

اتباع کے بغیر محبت کے دعوے ہرگز قبول نہیں، ارشاد ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (۳-۳۱)

ترجمہ: ''آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے ہیں بڑی عنایت فرمانے والے ہیں۔''

ایک حدیث کی تشریح:

کسی نے فون پر کہا: ''حدیث میں ہے کہ آخر زمانے میں اسلام کے اگر دسویں حصے پر بھی عمل کرلیا تو نجات ہوجائے گی'' میں نے کہا یہ حدیث پڑھ پڑھ کر لوگ بغلیں بجارہے ہوں گے کہ بس کامیاب ہوگئے چلے گئے جنت میں، دسویں حصے پر تو عمل ہو ہی رہا ہے، اب کیا ضرورت ہے گناہ چھوڑنے کی، زیادہ محنت کرنے کی، شاید سب مسلمانوں نے یہ حدیث یاد کر رکھی ہوگی اور خوب خوشیاں مناتے ہوں گے اسے پڑھ پڑھ کر، سن لیجئے کان کھول کر کہ اس حدیث میں جس اسلام کے دسویں حصے کا ذکر ہے یہ وہ اسلام نہیں جسے آپ اسلام سمجھتے ہیں بلکہ وہ اسلام مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت پر پیش کیا

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس پر عمل کر کے دکھایا وہ کامل واکمل دین مراد ہے، ظاہر ہے آج کے کسی کامل متقی پرہیزگار مسلمان کا عمل بھی اس اسلام کے دسویں حصے پر نہیں، عوام کی بات تو چھوڑیئے! یہ سوچ سوچ کر بغلیں نہ بجائیں کہ ہم دسویں حصے پر عمل پیرا ہیں لہٰذا جنت ہاتھ سے کہیں نہیں جاتی یہ خیال ذہن سے نکال دیجئے، دسویں حصے پر بھی عمل کرنا کوئی آسان بات نہیں، چار سو سال پہلے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر آج کوئی صحابی دنیا میں زندہ ہوکر آجائے تو وہ آج کے حالات دیکھ کر کہے گا کہ دنیا میں اس وقت کوئی بھی مسلمان نہیں، سب کافر ہیں، کسی میں ایمان کا ذرہ نہیں اور دنیا والے یہ کہیں گے کہ یہ مکمل طور پر پاگل ہے، اس میں عقل کا ذرہ بھی نہیں، یہ آج سے چار سو سال پہلے کی بات ہے اس وقت کا اندازہ خود کر لیجئے ہر دن تباہی کی طرف جارہا ہے، ہر رات تنزل میں جارہی ہے۔

یہ عشاق کہتے ہیں کہ محبت ہم سے یہ سب کچھ کروارہی ہے، محبت کی سوئی کہیں چبھونے تو دیجئے! ذرا دکھایئے تو سہی! یہ اسلام ہے کہاں؟ محبت کا آپ نے کون سا امتحان دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامیاب قرار دے دیا؟ اگر کوئی دعویٰ کرتا ہے تو مجھے نبض دکھادے دومنٹ میں پتا چل جائے گا کہ کتنے پانی میں ہے؟ اللہ تعالیٰ فکر آخرت عطاء فرمائیں، دستگیری فرمائیں، اس کی دستگیری کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔ یہ دو باتیں ہوگئیں۔

تیسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ شاید کوئی کہنے والا کہہ دے ہمیں محبت ہے تو نہیں مگر محبت پیدا کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی نقل اتارتے ہیں، شاید اس طریقے سے محبت پیدا ہوجائے۔ اس کے بھی دو جواب ہیں، ایک تو یہ کہ اگر آپ واقعۃً محبت پیدا کرنا چاہتے ہیں تو پھر محبت پیدا کرنے کے وہ نسخے کیوں نہیں استعمال کرتے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے، صحابہ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم نے ائمۂ دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان پر عمل کیا اور اپنے دلوں کو محبت سے لبریز کیا، اب بھی جو مسلمان سچی محبت پیدا کرنا چاہے تو اس کے لئے وہی نسخے ہیں، الحمدللہ! آپ سنتے رہتے ہیں، یہاں بھی محبت کے نسخے بیان ہوتے رہتے ہیں، بے شمار لوگوں کو ان سے فائدہ پہنچا محبت پیدا ہوگئی، جس سے گناہ چھوٹ گئے، زندگیاں بن گئیں، مکمل طور پر نہ سہی کچھ نہ کچھ فائدہ تو ہر آنے والا حاصل کر ہی لیتا ہے، بہت سوں کی صورت مسلمان کی سی بن گئی، سیرت بھی ان شاء اللہ تعالیٰ بن جائے گی۔ تو اپنی طرف سے محبت کے نئے نسخے ایجاد کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی جب کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجرب نسخے بیان فرمادیئے، محبت پیدا کرنا چاہتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مگر طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوڑ کر اپنا اختیار کررہے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر آپ واقعی محبت پیدا کرنے کے لئے نقل اتار رہے ہیں یہ نئے طریقے آزمارہے ہیں تو ہمیں کوئی ایک شخص ایسا لاکر دکھادیجئے! جس نے ان جلسے جلوسوں کی وجہ سے نعروں اور ہنگاموں کی وجہ سے گناہوں سے توبہ کرلی ہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے باز آگیا ہو، نسخہ تو جب استعمال کیا جاتا ہے کہ اس کا اثر بھی ہو اس سے فائدہ بھی پہنچے، ان جلسے جلوسوں کے نتیجے میں، میلادوں کے نتیجے میں، کوئی ایک شخص ہی ایسا دکھادیں جس نے سالہا سال کے بعد ان کے ذریعے کوئی گناہ چھوڑا ہو، صرف ایک شخص دکھایئے جس نے صرف ایک گناہ ہی چھوڑ دیا ہو، ہرگز نہیں دکھا سکتے۔ ایسے تو بہت ملیں گے جن کے گناہوں میں اضافہ ہوگیا ہو، ہنگامے کرکر کے نافرمانیوں میں اضافہ ہوگیا ہو، مگر ایسا کوئی ڈھونڈے سے بھی نہ ملے گا جو کہے کہ ان ہنگاموں سے میرے دل پر ایسا اثر ہوا کہ مجھ سے فلاں گناہ چھوٹ گیا۔

یہ تین وجہیں ہوگئیں کہ ثواب سمجھ کر کرتے ہیں، محبت کراتی ہے یا محبت پیدا

کرنے کے لئے ایسا کرتے ہیں، مزید تحقیق کے نتیجے میں اور کوئی وجہ کسی کے سامنے آئے تو مجھے بتائے میں منتظر ہوں۔

میں نے جب غور کیا تو یہ سمجھ میں آیا کہ یہ تینوں وجہیں نہیں، تینوں دعوے غلط ہیں پھر آخر ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اس کی بھی تین وجہیں سمجھ میں آتی ہیں:

ایک تو یہ کہ شیطان دین کا مقابلہ کرار ہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت کو تسلیم کرلیا تو مصیبت میں پڑ جاؤ گے، پردہ کرنا پڑے گا، بہنوئی، نندوئی، چچازاد، خالہ زاد اور سارے زاد چھوٹ جائیں گے، ساری دنیا ہی چھوٹ جائے گی، اس لئے آسان سی بات یہ ہے کہ اپنی حکومت بنالو۔

ایک سیاسی لیڈر نے ایک مرتبہ شور مچایا کہ ملک میں شکر بہت گراں ہوگئی ہے، مقصد یہ تھا کہ ہمیں اقتدار مل جائے تو شکر سستی کردیں گے، شکر سستی کرنے کا نسخہ یہ ہے کہ ہمیں ووٹ دو، آج کے مسلمان کو شیطان نے یہ سمجھا دیا کہ اللہ کی حکومت تو مشکل ہے اس کو تسلیم کرلیا تو مشکل میں پڑ جاؤ گے، اپنی ہی حکومت بنالو، لگاؤ نعرے، نکالو جلوس، کھاؤ مٹھائیاں اور بن جاؤ پکے مسلمان عاشق رسول۔

دوسری وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ خود کو دھوکا دینا چاہتے ہیں کہ ویسے تو مسلمان بننا بہت مشکل کام ہے نہ صورت مسلمان کی نہ سیرت مسلمان کی پھر کیسے سمجھیں کہ ہم بھی مسلمان ہیں، ارے لگاؤ نعرے، کرو ہنگامے، خوب نام پیدا کرو بس بن گئے مسلمان۔ عملاً مسلمان نہیں بنتے تو چلئے یوں ہی سہی۔

تیسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، منافقین کا کردار اداء کررہے ہیں، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ﴾ (۲-۹)

ترجمہ: ”چالبازی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اور ان لوگوں سے جو ایمان

اا چکے ہیں۔“

یاد رکھئے! اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے کی کوشش کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا کیا اعلان ہے؟

﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ﴾ (۴-۱۴۲)

تَرجَمہ: ”چالبازی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس چال کی سزا ان کو دینے والے ہیں۔“

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝﴾

(۲۷-۵۰)

تَرجَمہ: ”اور انہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی اور ایک خفیہ تدبیر ہم نے کی اور ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔“

اور فرمایا:

﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝﴾ (۳-۵۴)

تَرجَمہ: ”اور ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی، اور اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر فرمائی، اور اللہ تعالیٰ سب تدبیریں کرنے والوں سے اچھے ہیں۔“

آج کل کے مسلمان کی حالت:

کچھ لوگ سفر میں جا رہے تھے کھانے کا وقت آیا کہنے لگے کام تقسیم کرلو، کوئی سوختے کے لئے لکڑی لائے، کوئی پانی لائے اور کوئی آٹا گوندھے، کوئی سالن پکالے، ایک سے کہا آپ جلانے کے لئے لکڑیاں لے آئیں، وہ کہنے لگا یہ کام مجھ سے نہیں ہو پاتا، کہیں کانٹا چبھ جائے گا، اچھا آٹا ہی گوندھ لو، کہنے لگا یہ بھی نہیں جانتا، پانی زیادہ پڑ جائے گا، اچھا سالن ہی پکالو یہ بھی نہیں جانتا جل جائے گا، اچھا روٹی پکالو کہنے لگا یہ تو

بہت مشکل کام ہے جل کر مر جاؤں گا، جب سب کچھ تیار ہوگیا تو ساتھیوں نے کہا اچھا کھا تو لو، کہنے لگا یار تم بھی کہو گے کہ ایسا نالائق ہے کسی کام کا نہیں دوسرے کام تو کر نہ سکا چلو یہ کام تو کر ہی لوں۔

آج یہی کیفیت مسلمان کی ہے اور تو دین کی کوئی بات ہے نہیں، نہ مسلمان کی صورت، نہ شرعی پردہ، نہ حلال کی کمائی، نہ اور کوئی عمل، چلو یہ کھانے پینے اور نعرے بازی کا دھندا تو اختیار کر ہی لو۔

یا اللہ! تو ہم سب کو ہدایت عطاء فرما، سچی محبت عطاء فرما، محبت کے صحیح نسخے استعمال کرنے کی توفیق عطاء فرما۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک محمد

وعلی الٰہ وصحبہ اجمعین.

والحمد للّٰہ رب العٰلمین.

رمضان ماہِ محبت

— وعظ —

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

— ناشر —

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ کراچی

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: رمضان ماہِ محبت

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ:

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: محرم ۱۴۲۴ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۳۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

رمضان ماہِ محبت

(۲۹/ذی الحجہ ۱۴۰۶ھ)

الحمد للّٰہ نحمده ونستعینه ونستغفره ونؤمن به ونتوکل علیه ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا من یهده اللّٰہ فلا مضل له ومن یضلله فلا هادی له ونشهد ان لا اله الا اللّٰہ وحده لا شریك له ونشهد ان محمدا عبده ورسوله صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وعلٰی اٰله وصحبه اجمعین۔

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ط فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ط وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ ط فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ ط وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ

تَعْلَمُوْنَ ۞ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۞ ﴾ (۲-۱۸۳ تا ۱۸٤)

ان آیات میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں ایک روزہ کو آسان کرنے کے نسخے اور دوسری روزہ کی حکمت۔

روزہ کو آسان کرنے کے پندرہ نسخے:

سرسری نظر سے ان آیات میں روزہ کو آسان کرنے کے پندرہ نسخے سامنے آئے، ان بے بہا پندرہ یواقیت کی طرف جتنی زیادہ توجہ کریں گے اور جس قدر زیادہ سوچیں گے اسی قدر روزہ آسان سے آسان تر ہوتا چلا جائے گا، اب اکسیر کیمیا تاثیر نسخے سنئے:

❶ یا یھا الذین امنوا:

تم اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے ساتھ محبت کے دعوے کرتے ہو، اگر تم اپنے ان دعووں میں سچے ہو تو تمہیں روزہ کی ذرا سی مشقت برداشت کرنا کیوں مشکل لگ رہا ہے، محبت سے تو مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتے ہیں۔

؏ از محبت تلخہا شیریں شود

❷ کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم:

مشکل کام وہ ہوتا ہے جو صرف ایک شخص کے سر ڈال دیا جائے، وہ دوسروں کو

دیکھ کر کہتا ہے کہ میں مصیبت میں پڑ گیا، مجھ پر آفت آگئی۔ لیکن اس کام پر اگر سب کو لگادیا جائے تو وہ کسی کو مشکل نہیں لگتا۔ ہر شخص یہ سوچ کر اطمینان کر لیتا ہے کہ یہ حالت تو سب پر گذر رہی ہے، اس طرف متوجہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ روزہ صرف تم پر ہی فرض نہیں کیا گیا تم سے پہلے بھی تمام انبیاء علیہم السلام پر اور ان کی امتوں پر روزہ فرض تھا، جیسے انہوں نے ہنسی خوشی یہ فرض اداء کیا تم بھی اداء کرو۔ اب اگر کوئی کہے کہ روزہ تو بہت مشکل ہے، ہم سے نہیں رکھا جاتا تو یہی کہا جائے گا کہ یہ اس کی بے ہمتی ہے، یہ کام چور ہے، ورنہ کوئی پوچھے کہ جو کام ساری دنیا کے مسلمان کر رہے ہیں وہ تجھ اکیلے کے لئے کیوں مشکل ہے؟ کوئی مشکل ہوتی تو سب کے لئے ہوتی، یہ کیا کہ ساری دنیا کے لئے سہل اور آسان، صرف ایک شخص کے لئے دشوار!

③ لعلکم تتقون:

روزہ میں یہ تاثیر ہے کہ تم روزہ رکھنے سے متقی بن جاؤ گے، اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑ دو گے، اور جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا وآخرت دونوں میں پرسکون زندگی عطاء فرماتے ہیں، ہر قسم کی پریشانی سے محفوظ رکھتے ہیں، اتنی بڑی دولت حاصل کرنے کے لئے روزہ کی ذرا سی مشقت برداشت کر لینا تو کیا اپنی جان قربان کر دینا بھی بہت سستا سودا ہے۔

ع متاعِ جانِ جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے

④ ایاما معدودات:

یہ گنتی کے چند دن ہیں، صرف ایک ماہ، ورنہ کئی احکام اللہ تعالیٰ نے چالیس روز تک دیئے ہیں، موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ چالیس دن روزے رکھیں تو تورات ملے گی۔ اسی طرح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دینی فائدہ

حاصل کرنے والوں کے لئے چالیس روز مقرر فرمایا کرتے تھے، مگر روزہ میں اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرمادی، صرف ایک مہینہ جس کے کبھی انتیس دن ہوتے ہیں کبھی تیس دن۔ مریض کو انتیس انجکشن لگوانے سے بھی وہی فائدہ ہوتا ہے جو تیس انجکشن لگوانے سے ہوتا ہے، ایک انجکشن کم کرنے سے مرض عود نہیں کر آتا، سو کبھی تیس کی بجائے انتیس دن پر ہی اکتفاء کر لیتے ہیں بلکہ تیسویں دن عید ہوگئی تو روزہ رکھنا جائز ہی نہ رہا، کھانا پینا فرض ہوگیا۔

اب سوچئے! اس میں کیا مشقت ہے؟ سال میں گیارہ ماہ چھٹی، صرف ایک ماہ پابندی، ماہ بھی کبھی انتیس دن کا اور ثواب پورے تیس دن کا۔

۵ فمن كان منكم مريضا اوعلى سفر فعدة من ايام اخر:

مرض اور سفر میں روزہ چھوڑ دینا جائز ہے بعد میں قضاء کرے۔

۶ فعدة من ايام اخر:

مرض اور سفر ختم ہونے کے بعد قضاء روزے فوراً رکھنا ضروری نہیں جب چاہیں رکھ سکتے ہیں۔

۷ فعدة من ايام اخر:

قضاء روزے مسلسل رکھنا ضروری نہیں متفرق طور پر بھی رکھ سکتے ہیں۔

۸ وعلى الذين يطيقونه فديه طعام مسكين:

اس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں بہر صورت مسئلہ یوں ہے کہ جو شخص کسی مرض یا بڑھاپے کی وجہ سے روزہ کی قدرت نہ رکھتا ہو اور آئندہ بھی تاحیات قدرت ہونے کی توقع نہ رہی ہو وہ روزہ نہ رکھے اس کا فدیہ دے دے۔

⑨ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون:

روزے سے دنیا و آخرت کے بے بہا فائدے اور اس کے اجر عظیم کو سوچا کرو۔

⑩ شهر رمضان الذی انزل فیه القراٰن هدی للناس وبینٰت من الهدی والفرقان:

ماہ رمضان اس لئے بھی بہت مبارک و مقدس ہے کہ اس میں قرآن نازل ہوا ہے جو سرچشمہ ہدایت ہے اور دنیا و آخرت کی ہر خیر و بہبود، صلاح و فلاح اور سکون و راحت کا ذریعہ ہے۔

⑪ یرید اللّٰه بکم الیسر ولا یرید بکم العسر:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے وہ اپنے بندوں کو بہت آسان احکام دیتا ہے مشقت میں نہیں ڈالتا۔

⑫ ولتکبروا اللّٰه:

اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی بیان کرنے سے دلوں میں اس کا خوف اور محبت پیدا ہوتے ہیں جن سے احکام پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

⑬ علی ماهدٰبکم:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کی نعمت کو سوچنے سے اس کے ساتھ محبت بڑھتی ہے جس سے اس کی نافرمانی چھوٹ جاتی ہے اور اطاعت کی توفیق ملتی ہے۔

⑭ ولعلکم تشکرون:

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر اداء کرنے سے محبت میں ترقی ہوتی ہے جس کی وجہ

سے معصیت سے نفرت اور اطاعت کے جذبات ابھرتے ہیں۔

⑩ ان آیات کے بعد دوسری آیت میں فرمایا:

﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ﴾

(۲-۱۸۷)

یعنی رمضان میں کھانے پینے کی پابندی صرف دن میں ہے، رات کو رمضان میں بھی چھٹی، کھلی چھٹی، جو چاہو کرو، خوب مزے اڑاؤ۔

روزہ کی حکمت:

اللہ تعالیٰ نے روزہ کی حکمت یہ ارشاد فرمائی:

﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝﴾

تم متقی بن جاؤ، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے پاک وصاف ہو کر دنیا و آخرت دونوں میں عزت، راحت اور سکون کی زندگی پاؤ۔

روزہ حصول تقویٰ کا قدیم ترین نسخہ:

روزہ اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا کرنے، اس کی نافرمانیاں چھڑانے اور اس کے عذاب سے بچانے کا بہت قدیم اور مؤثر ترین نسخہ ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝﴾ (۲-۱۸۳)

یعنی روزے تم پر فرض کئے گئے جیسے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ نافرمانی سے باز آ جاؤ، گناہوں کے چھڑانے کا یہ نسخہ کوئی نیا نسخہ نہیں بلکہ بہت پرانا ہے، صدیوں کا آزمودہ! دراصل نئی تحقیق سے لوگ ذرا ڈرتے ہیں۔ یاد ہوگا کہ کچھ عرصہ

پہلے "پنسلین" بازار میں نئی نئی آئی تو ڈاکٹروں نے اس کی بہت تعریفیں کیں کہ یہ دوا بالکل بے ضرر ہے اور اس میں اتنے منافع ہیں، اتنے فوائد ہیں مگر الٹا فائدہ سامنے آیا کہ اس سے کئی لوگوں کی موت واقع ہوگئی، بجائے شفاء دینے کے لوگوں کے لئے پیغام موت بن کر آئی، اب وہی ڈاکٹر صاحبان ہیں، گلا پھاڑ پھاڑ کر لوگوں کو روک رہے ہیں۔ "ارے یہ دوا خطرناک ہے، بڑی مہلک ہے۔ بچو اس سے، دور بھاگو اس سے" سو یہ ہیں آج کل کی جدید تحقیقات!

لوگوں کو کسی چیز کی اہمیت جتانے اور اس پر مطمئن کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں، قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے، پرانی چیز سے کسی کو خطرہ محسوس نہیں ہوتا، قدیم سے آنے والی اشیاء دنیا کی مسلمات میں شمار ہوتی ہیں۔

اس لئے فرمایا روزہ میں گناہ چھڑانے کی تاثیر، گناہوں سے بچنے کا تیر بہدف علاج بہت قدیم ہے کوئی نیا علاج نہیں جو ابھی کسی نے دریافت کیا ہو۔

صدیوں کا مجرب نسخہ:

روزہ صدیوں بلکہ ہزاروں سالوں کا مجرب نسخہ ہے۔ جو چیز جتنی قدیم ہو اتنی ہی مجرب ہوتی ہے، اطباء کسی دواء کی بہت تعریف کرتے ہیں تو کہتے ہیں صدری نسخہ ہے، جدی پشتی نسخہ ہے، یا یہ کہ افلاطون کے زمانے سے چلا آرہا ہے، روزہ کا مجرب ہونا افلاطون سے بھی قدیم ہے، جسمانی نسخوں اور دواؤں کی تحقیقات تو انسان کرتے ہیں، ہر طبیب اپنی اپنی تحقیق کی روشنی میں دواؤں کی افادیت اور اہمیت کے دعوے کرتا ہے لیکن یہ گناہ چھڑانے کا نسخہ کسی حکیم یا ڈاکٹر کا تجویز کردہ نہیں، انسان کا تو علم ناقص، اس کی تحقیقات ناتمام اور دعوے بھی کھوکھلے، یہ نسخہ تو خالق کائنات کا بیان فرمودہ ہے، وہ اس کے نافع اور شفا بخش ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں، ان سے بڑھ کر کسی کا علم کامل ہوگا؟ کسی کی بات سچی ہوگی؟

﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝﴾ (۸۶-۴)

یہ نسخہ اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا ہے۔ اس کے نافع ہونے میں کسی شک وشبہہ کی گنجائش نہیں، دنیا کے ہر انسان کے لئے سراپا شفاء ہے جو شخص چاہے تجربہ کر کے دیکھ لے، بس تجربہ شرط ہے، روزہ رکھ کر دیکھو اور گناہ چھوڑنے کے قصد سے رکھو، ہمت بلند کر کے رکھو، پھر دیکھو گناہ چھوٹتے ہیں یا نہیں؟ ہزار ہا سال سے جس نسخہ کا تجربہ ہوتا آ رہا ہے، استعمال کرنے والے شفایاب ہوتے آ رہے ہیں وہ آپ کے حق میں کیسے بے اثر ہوگا؟ اگر اثر نہیں ہوتا تو استعمال کرنے والے ہی میں نقص ہے، نسخہ کامل ہے، مجرب ہے، بار بار کہہ رہا ہوں کہ گناہ چھوڑنے کی نیت سے یہ نسخہ استعمال کر کے دیکھئے، یہ لازمی شرط ہے، اس کے بغیر فائدہ نہیں ہوگا، اس نیت سے روزہ رکھیں، بس آخری عشرہ تک ان شاء اللہ تعالیٰ "النجاۃ من النار" کا فیصلہ ہوجائے گا، صرف نار آخرت سے ہی نہیں بلکہ دنیا کی جہنم سے بھی ان شاء اللہ تعالیٰ نجات پاجائیں گے۔

﴿اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ﴾

یعنی یہ نسخۂ اکسیر ہے چند دنوں میں ہی اپنا اثر دکھا دیتا ہے، آج کل ڈاکٹری علاج تو آپ لوگوں کو معلوم ہی ہے، شاید ہی کوئی مرض ہو جس کا ایک دو ماہ میں علاج ہو جاتا ہو ورنہ ڈاکٹروں سے جس مرض کا بھی علاج شروع کروائیں سال بھر تو ضرور گھسیٹیں گے، ان کی دوائیں کئی ماہ بعد یا سال بھر استعمال کرنے کے بعد فائدہ دکھاتی ہیں بلکہ بعض دوائیں تو مدۃ العمر استعمال کرنا پڑتی ہیں، دواء خود مرض بن کر گلے لگ جاتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے جہنم سے بچنے کا جو نسخۂ اکسیر بندوں کو عطاء فرمایا ہے وہ نہ سال کا ہے نہ چار ماہ کا، صرف ایک ماہ کا قلیل المیعاد نسخہ ہے، کبھی تیس دن بعد اور کبھی انتیس دن بعد مکمل شفایاب ہونے کی ضمانت ہے، پابندی سے مہینہ بھر استعمال کریں اور معالج کی ہدایت کے مطابق استعمال کریں، جہنم کی گہرائیوں سے نکل کر جنت کے محلات میں، حوروں کی آغوش میں پہنچ جائیں، ان کے کرم کے کیا کہنے! یہ فائدہ تو عمر بھر

روزے رکھنے سے حاصل ہوتا جب بھی سودا سستا تھا، مگر ایسا نہیں، مہربان مالک نے بندوں کے لئے صرف چند دن کا نسخہ رکھا ہے: "اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ" یعنی گنتی کے چند دن ہیں۔ اگر یہ غفلت میں گذار دیے تو پھر پچھتاوے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ہوشیار رہو، یہ چند دن ہیں جو کرنا ہے ان میں کرلو۔

ع گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

جیسے کسی شہر میں کسی مرض کا ماہر اسپیشلسٹ آکر ڈیرہ لگائے اور اعلان کردے کہ فلاں تاریخ تک یہاں ہوں جو مریض چاہے مجھ سے علاج کرالے، پھر دیکھئے کیسی ہل چل مچ جائے گی! اگر کوئی مریض ان ایام میں بھی سستی کرے گا تو تمام لوگ اسے لعن طعن کریں گے: ارے! تو تو اپنی جان کا دشمن ہے، ایسے سنہری موقع سے بھی فائدہ نہیں اٹھاتا، پکڑ کر اسے ڈاکٹر کے سامنے پیش کردیں گے۔

تمتع من شمیم عرار نجد
فما بعد العشیة من عرار

نجد میں ایک خوشبودار بوٹی ہے جس کو "عرار" کہتے ہیں جس کی خوشبو اور مہک صرف دن دن میں رہتی ہے، رات میں نہیں ہوتی۔ جیسے ہمارے ہاں دن کا راجہ صرف دن میں خوشبو دیتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ اس بوٹی سے جو نفع اٹھانا چاہے، لطف اندوز ہونا چاہے وہ دن دن میں نفع اٹھالے، لطف اٹھالے، آفتاب غروب ہوتے ہی خوشبو ختم ہوجائے گی، بعد از وقت کسی کو توجہ ہوئی تو ندامت اور حسرت کے سوا کچھ نہ پائے گا۔

عشرۂ اخیرہ کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں گناہ بخشوانے کے یہ چند دن ہیں گنتی کے، ان کی قدر کرو! ان گنتی کے دنوں میں بھی آخری عشرہ کو خاص اہمیت حاصل ہے: اسے "النجاۃ من

النار" فرمایا گیا ہے، اس میں اعتکاف کی مشروعیت بھی اسی "النجاۃ من النار" کی ایک دلیل ہے، پہلے دونوں عشروں میں جس نے گناہ چھوڑنے کی نیت سے روزے رکھے، گناہ چھوٹ گئے تو شکر اداء کرے کہ اس نے اپنی نجات کا سامان کرلیا، اب اس قابل ہے کہ ان کے دربار یعنی مسجد میں آکر مستقل ڈیرہ لگالے، گناہوں کی نجاست دھل گئی، پاک صاف ہوگئے، اب آؤ ہمارے دربار میں، ان کی رحمت دیکھئے، عمر بھر کے گناہوں کی آلودگی بیس دن میں معمولی سی مشقت اور رگڑائی سے زائل کردی، سالہا سال کی گندگی بیس روز میں دھل گئی، پاک صاف ہوگئے، صرف پاک ہی نہیں دربار کے قابل بھی بن گئے۔

اعتکاف، عشق کا اظہار:

اعتکاف بھی بندے کی طرف سے گویا عشق کا اظہار ہے، محبت کی نقل ہے کہ یا اللہ! تیرا بے پایاں شکر ہے کہ بیس دن کے نسخے سے تو نے مجھے شفایاب کردیا، میرے دل کی کایا پلٹ دی، اب میری حالت بھی یہ ہوگئی کہ سارا جہاں چھوڑ کر، سب سے منہ موڑ کر تیرا ہوگیا ہوں، تجھ سے لو لگالی ہے، بس دنیا کے تمام درباروں سے پشت پھیر کر تیرے در کی گدائی اختیار کرلی، اب صرف تیرا بندہ ہوں، تیرا غلام ہوں، تیری مرضی کے سوا کچھ نہیں کرسکتا۔

یہاں ایک بات سوچ لیجئے، معتکف خاص طور پر اسے سوچے کہ اعتکاف میں بیٹھ کر بظاہر تو اس کا اعلان واظہار کررہا ہے کہ ساری دنیا سے بے گانہ ہوکر، سب سے کٹ کر صرف مالک کا ہوگیا ہوں اس کی نافرمانی کا خیال تک دل سے نکال دیا ہے، بس اب تو ایک ہی در پکڑ لیا ہے، اس پر دھرنا دے کر بیٹھ گئے، لیکن ان تمام باتوں کے برعکس اگر معتکف نے گناہ نہ چھوڑے تو بتایئے اس سے بڑا دغا باز کون ہوگا؟ دھوکا بھی کس سے کررہا ہے؟ اللہ تعالیٰ سے! سوچئے اللہ تعالیٰ اس سے یہ پوچھیں گے یا نہیں؟

کہ مردود! دنیا میں مجھے دھوکا دیتا رہا، دعوے کچھ تھے اور عمل کچھ تھا؟ اعتکاف بیٹھ کر بظاہر بزرگ اور پارسا بن کر در پردہ ہماری نافرمانی کرتا رہا، بغاوت کرتا رہا؟ اللہ تعالیٰ یہ پوچھ لیں تو معتکف کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟ ان کے سامنے سرخرو ہونے کی تو صرف ایک ہی صورت ہے کہ ان کی نافرمانی چھوڑ کر، بغاوت چھوڑ کر صحیح معنی میں بندگی اختیار کی جائے۔ باقی جو صورت اختیار کریں گے دھوکا ہی دھوکا ہے، اپنے سے بھی دھوکا، اللہ تعالیٰ سے بھی دھوکا، اللہ تعالیٰ بچائیں اس دھوکے سے، اس فریب سے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

عام خیال یہ ہے کہ جس نے روزے رکھ لئے اس کی مغفرت ہوگئی، یہ خیال صحیح نہیں بلکہ رمضان میں بعض لوگوں کی مغفرت ہوجاتی ہے بعض کی نہیں ہوتی، مغفرت حاصل کرنے کے کچھ نسخے ہیں، اگر انسان وہ نسخے استعمال کرے تو مغفرت ہوجاتی ہے اور نسخے استعمال نہ کرے تو مغفرت نہیں ہوتی۔

اسی طرح ایک غلط فہمی یہ پھیلی ہوئی ہے کہ جس شخص نے لیلۃ القدر کو پالیا اس کی بھی مغفرت ہوگئی، اس لئے ستائیس کی صبح کو لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے رہتے ہیں کہ آپ کو کچھ پتا چلا؟ لیلۃ القدر آج تھی یا نہیں؟ پوچھتے ایسے ہیں جیسے سارے ہی جنید بغدادی بیٹھے ہوئے ہوں، مجھے بھی ایک بار کسی عورت نے ٹیلیفون پر بتایا کہ اس نے آج رات لیلۃ القدر دیکھی ہے، اپنے خیال میں بہت بڑی ولیۃ اللہ گویا رابعہ بصریہ بنی بیٹھی تھی، لیلۃ القدر کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں، ایک دوسرے سے پوچھتے بھی رہتے ہیں پھر اگر اپنے خیال میں لیلۃ القدر پا بھی لی تو اس کی قدر نہیں کرتے، گناہوں میں ویسے ہی گھرے رہتے ہیں، سچے دل سے توبہ نہیں کرتے، معلوم ہوجانے کے بعد بھی اپنی بے ڈھنگی چال نہ چھوڑنا اور گناہوں پر اصرار جاری رکھنا بڑی محرومی کی بات ہے، ذرا سوچیں جو رات ہے ہی مغفرت اور نجات کی رات اسے بھی

ضائع کر دینا اور اس میں اپنی نجات کا سامان نہ کرنا کیسی بدبختی ہے؟

اب ایک نکتہ کی بات بھی سمجھ لیں کہ عام طور سے لیلۃ القدر کو ڈھونڈنے، پانے کا شوق، کثرت سے حج وعمرہ کرنے کا شوق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ منورہ کی زیارت کا شوق، خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق، یہ چاروں شوق دین داروں کی بہ نسبت بے دینوں میں زیادہ پائے جاتے ہیں، تجربہ کر لیجئے جو جتنا بے دین ہوگا اس میں یہ چاروں شوق اسی قدر زیادہ ہوں گے، خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے آپ سے ذکر پوچھے گا، کتابوں میں لکھے ہوئے وظیفے تلاش کرے گا، انہیں پورے اہتمام سے پڑھے گا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عشق میں مرا ہی جا رہا ہے، لیلۃ القدر کی تلاش میں تو مست وسرشار بس ایک ہی وظیفہ جپ رہا ہے: لیلۃ القدر، لیلۃ القدر، لیلۃ القدر!

اس کی تفصیل تو ان شاء اللہ تعالیٰ بعد میں بتاؤں گا فی الحال اتنا ہی کہتا ہوں کہ آپ لوگ بھی تجربہ کر کے دیکھ لیں، یا کسی سے پوچھ کر تحقیق کر لیں، حرمین شریفین میں جو لوگ بہت شوق سے جاتے ہیں ان میں بہت بڑی تعداد بے دین لوگوں کی ہوتی ہے، بعض عورتیں تو بالکل بے پردہ بلکہ ننگی وہاں پہنچ جاتی ہیں، دین دار لوگ وہاں اتنے نہیں جاتے جتنے بے دین جاتے ہیں، فکر آخرت میں ڈوبے ہوئے دین دار لوگوں کی حالت ان سے مختلف ہوتی ہے، وہ اس قسم کے شوق اور آرزوئیں باندھنے کی بجائے اپنی ساری آرزوئیں اپنی تمام تر قوتیں اس پر صرف کر دیتے ہیں کہ کسی طرح اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں، لیلۃ القدر ملے نہ ملے، فرض حج ایک بار ادا کر لیا اب اس کے بعد جانا ہو یا نہ ہو، اسی طرح خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو یا نہ ہو، اس قسم کی غیر اختیاری باتوں میں پڑنے کی بجائے ان کی پوری توجہ اس پر مرکوز رہتی ہے کہ ہم سے کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی صادر نہ ہو، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کو ہر چیز پر مقدم رکھتے ہیں، ان کا مطمح نظر ہر قیمت پر اللہ تعالیٰ اور

اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا حاصل کرنا ہے، دین دار لوگوں کا یہی شوق ہوتا ہے، انہیں یہی ایک دھن ہوتی ہے کہ ہمارا محبوب راضی ہو جائے۔

اوپر جو غلط فہمی بتائی ہے اس کی وجہ ایک حدیث کا صحیح مطلب نہ سمجھنا ہے، وہ حدیث یہ ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے پہلے دس دن رحمت کے ہیں، بیچ کے دس دن مغفرت کے ہیں اور آخری دس دن جہنم سے نجات کے ہیں۔'' (ابن خزیمہ، بیہقی)

یہاں شاید کسی کو اشکال ہو اور نہ بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور انعام کی باتیں سن کر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ یہ جو فرمایا کہ ''آخری دس دن جہنم سے نجات کے ہیں'' وہ تو ضروری نہیں کہ دس ہی دن ہوں، کبھی نو ہوتے ہیں اور کبھی دس۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ رمضان کا آخری عشرہ خواہ نو دن کا ہو یا دس دن کا، یعنی رمضان کا مہینہ خواہ تیس دن کا ہو یا انتیس دن کا، ان کی بارگاہ میں، ان کے دفتر میں پورے تیس دن ہی لکھے جاتے ہیں۔ کیا کہنے ان کی رحمت کے۔ رکھیں آپ انتیس روزے وہاں لکھ دیئے جاتے ہیں پورے تیس، ثواب آپ کو پورے تیس کا ہی ملتا ہے۔ اس آخری عشرہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ عشرہ جہنم سے نجات کا عشرہ ہے۔

ایک تو لوگ اس حدیث کا مطلب غلط سمجھ بیٹھے کہ گناہ چھوڑنے چھڑانے کی کوئی ضرورت نہیں، بس جس نے روزے رکھ لئے اس کے سارے گناہ دھل گئے، جہنم سے نجات ہو گئی اسے گناہ چھوڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

دوسرے عید کے دن ہمارے مولوی صاحبان جو بیان فرماتے ہیں تو سبحان اللہ کیا کہنا! بیان فضائل کا اور انداز بیان ان حضرات کا، یہ تو سونے پر سہاگا ہو گیا، وہ حضرات عوام میں بیان فرماتے ہیں کہ عید کی رات جس نے عبادت میں گذار دی اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے گئے اور جو مسلمان عید کے اجتماع میں آ گئے تو وہ

سارے ہی بخش دیئے گئے، کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں جس کی بخشش نہ کردی گئی ہو، بڑے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ حضرات بشارت والی حدیثیں تو عوام میں بیان کرتے ہیں مگر قرآن وحدیث میں گناہوں پر جو سخت وعیدیں آئی ہیں وہ بیان نہیں کرتے، اس کا نتیجہ یہ سامنے آرہا ہے کہ عوام گناہوں پر دلیر ہوگئے ہیں، چنانچہ ایسی بشارتیں سن لینے کے بعد ان کے دل سے رہا سہا خوف بھی نکل جاتا ہے کہ جی بھر کے گناہ کرتے رہو سال بعد عید کے اجتماع میں سب کچھ معاف ہو جائے گا۔

یاد رکھئے! کسی آیت یا حدیث کو سمجھنے کے لئے پورے قرآن اور ذخیرۂ حدیث پر نظر رکھنا ضروری ہے، یہ بات تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سارے کے سارے ہی واجب العمل ہیں، اس میں کسی کی مرضی نہیں چل سکتی کہ قرآن وحدیث میں سے جو بظاہر میٹھا میٹھا لگے وہ تو لے لے اور باقی سارے احکام نظر انداز کردے، یہ جو میں کہتا رہتا ہوں کہ "جو بظاہر میٹھا میٹھا نظر آئے" بظاہر کا لفظ اس لئے کہتا ہوں کہ حقیقت میں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ہر ارشاد میٹھا ہی ہے مگر جن ارشادات میں گناہ چھوڑنے اور چھڑانے کی باتیں ہوں وہ بظاہر کڑوے لگتے ہیں اور جن میں یہ باتیں نہ ہوں وہ بظاہر میٹھے معلوم ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے ارشادات سامنے رکھے جائیں تو سمجھ میں آئے کہ اس حدیث کا صحیح مطلب کیا ہے؟ ایک ارشاد سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پورا قرآن اور پورا ذخیرۂ حدیث سامنے رکھا جائے، ورنہ اپنی مرضی کا مطلب لے لیا جائے تو قرآن وحدیث کی نصوص ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گی، مگر آج کے مسلمان کو یہ موٹی سی بات سمجھ میں نہیں آتی، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ارشادات کو چھوڑ کر چند میٹھی میٹھی باتوں پر قانع ہوگیا ہے کہ جس نے روزے رکھ لئے اس کی مغفرت ہوگئی اور عید کی رات ذرا سا جاگ لے اس کی بھی مغفرت ہوگئی، پھر عید کی نماز کے لئے جو چلا گیا وہ تو بالکل بخشا

بخشایا ہے، جنت اس پر واجب ہوگئی، سبحان اللہ! مغفرت بڑی سستی ہوگئی!

گناہ کا حملہ:

میں ایک بات ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ گناہ کا پہلا حملہ اور اس کا پہلا وبال عقل پر پڑتا ہے۔ یہ بات یاد کرلیں اور روزانہ اسے ایک بار سوچ لیا کریں، سب لوگ دعاء کریں کہ یا اللہ! روزانہ کسی وقت بیٹھ کر ہمیں یہ حقیقت سوچنے کی ہمت اور توفیق عطاء فرمادے کہ گناہ کا سب سے پہلا وار انسان کی عقل پر پڑتا ہے آپ دیکھ لیں کہ جو گناہ کرتا ہے اس میں عقل نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ﴾ (۵۹-۱۹)

انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلادیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عقل مسخ کردی، وہ اپنے نفع ونقصان میں تمیز نہیں کرسکتے، اب دیکھئے! اگر ان لوگوں میں ذرا سی بھی عقل ہوتی تو سوچتے کہ اگر عید کے دن سب کی مغفرت ہوگئی تو جہنم میں کون جائے گا؟ پھر وہ کس کے لئے ہے؟ شاید آپ یہ کہہ دیں کہ یہ یہودی، عیسائی اور ہندو سکھ جائیں گے اور دل میں خوش ہورہے ہوں گے کہ چلئے اشکال کا جواب ہوگیا، یہ خیال سراسر غلط ہے اس لئے کہ قرآن وحدیث کے ذخیروں میں جہنم سے نجات کے لئے ایمان کے ساتھ تقویٰ یعنی گناہوں سے بچنے کی شرط بھی لگائی گئی ہے، علاوہ ازیں حدیث میں ہے کہ بعض مؤمن بھی جہنم میں جائیں گے اور غوطے لگوا لگوا کر جہنم سے نکالے جائیں گے اور بعض تو ایسے نکالے جائیں گے کہ جہنم میں جل کر کوئلہ ہوچکے ہوں گے۔ (متفق علیہ) اگر روزے رکھ لینے اور عید پڑھ لینے سے سب مسلمانوں کی مغفرت ہوجائے تو پھر قرآن وحدیث کے ان ارشادات کا کیا مطلب ہے؟

احادیث متعلقہ ترک گناہ:

اگر میری بات کا اعتبار نہیں آرہا تو چند حدیثیں مزید سن لیجئے:

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے بددعاء کی کہ یا اللہ! جس پر پورا رمضان گذر گیا اور اس نے اپنی مغفرت نہیں کروائی وہ تباہ ہو۔ جبرئیل علیہ السلام نے بددعاء کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر آمین کہی۔ (حاکم، ابن حبان)

اس سے معلوم ہوا کہ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں کہ پورا رمضان گذر جانے کے باوجود ان کی مغفرت نہیں ہوتی۔

② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ جہنم سے بچنے کے لئے ڈھال ہے ہاں! اگر کسی نے ڈھال کو پھاڑ ڈالا تو جہنم سے نہیں بچے گا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ ڈھال پھٹتی کیسے ہے؟ فرمایا جھوٹ یا غیبت سے (طبرانی فی الاوسط بسند ضعیف)

حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے کہ جو لوگ رمضان میں گناہ نہیں چھوڑتے روزہ انہیں جہنم سے نہیں بچائے گا نہ ہی ان کی مغفرت ہوگی۔

③ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص روزہ رکھ کر بھی جھوٹ اور جہالت کے کاموں سے باز نہیں آتا اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی حاجت نہیں (بخاری، ابوداؤد، ترمذی)

وہ دن بھر بھوکا پیاسا مرتا رہے، روزہ سے جو مقصد تھا یعنی مغفرت ونجات وہ مقصد حاصل نہیں ہوگا۔

④ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو عورتوں نے روزہ رکھا، انہیں سخت تکلیف شروع ہوگئی اور پیاس سے مرنے لگیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا اور کچھ توجہ نہ دی، اس شخص نے دوبارہ حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم وہ تو بالکل مر رہی ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلوایا، جب آئیں تو پیالے میں

انہیں قے کرنے کا حکم فرمایا، جب دونوں نے قے کی تو پیالہ خون، پیپ اور گوشت سے بھر گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں سے تو روزہ رکھا مگر حرام چیز (غیبت) سے افطار کیا، دونوں بیٹھ کر لوگوں کا گوشت کھاتی رہیں (غیبت میں مشغول رہیں)۔ (احمد وغیرہ بسند فیہ مجہول)

دیکھئے غیبت پر دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آفت آئی تو آخرت میں اس گناہ پر کیا عذاب ہوگا، خود سوچ لیجئے۔

۵ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا کہ تم مفلس کس کو سمجھتے ہو؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ جس کے پاس پیسہ اور مال ومتاع نہ ہو وہ مفلس ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز نماز، زکوٰۃ، روزہ (اور ہر قسم کی نیکیاں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) لے کر حاضر ہوگا لیکن حالت یہ ہوگی کہ کسی کو گالی دی، کسی پر ناحق تہمت باندھی، کسی کا مال کھایا، کسی کا خون بہایا اور کسی کو مارا، اللہ تعالیٰ اس کی نیکیاں اٹھا اٹھا کر ان اہل حقوق کو دیں گے، جب نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو بقیہ اہل حقوق کے گناہ اٹھا اٹھا کر اس کے سر لاد دیئے جائیں گے، اس کے بعد اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ ہے میری امت کا مفلس، لایا تو تھا نیکیوں کے انبار مگر ساری نیکیوں سے ہاتھ دھو بیٹھا، پھر اس پر بس نہیں، ساتھ گناہوں کے انبار سر پر لاد کر جہنم رسید ہوگیا، یہ ہے گناہوں کی نحوست، معلوم ہوا کہ صرف روزے رکھنے سے اور عید کی نماز پڑھنے سے نجات نہیں ہوگی بلکہ نیکیوں کے ساتھ ساتھ گناہوں سے بچنے کا اہتمام بھی ضروری ہے ورنہ نیکیوں کا انجام وہی ہوگا جو ابھی سن چکے۔

الترغیب والترہیب میں روایت ہے کہ روزانہ افطار کے وقت دس لاکھ مسلمانوں کی نجات ہوتی ہے اور رمضان کی آخری رات میں جتنے لوگوں کی اب تک نجات ہوئی تھی ان کے مجموعہ کے برابر لوگوں کی نجات ہوتی ہے۔

یہ مجموعہ چھ کروڑ سے تھوڑا سا کم بنتا ہے، چلئے چھ کروڑ ہی لگا لیجئے! یہ روایت سن سن کر مسلمان کی جرأت بڑھ جاتی ہے کہ نجات تو ہو ہی جائے گی گناہ خوب کرلو! اللہ کے بندو! یہ حدیث تو سبق دینے کے لئے ہے، یہ تو ڈرنے کی بات ہے کہ جب پوری دنیا سے صرف چھ کروڑ کی نجات ہوتی ہے تو باقی کہاں جائیں گے؟ مگر آج کل کا مسلمان اس سے عبرت حاصل کرنے کی بجائے الٹا گناہوں پر اور دلیر ہوجاتا ہے۔

ایک مولوی صاحب کو شیطان نے سبق پڑھایا کہ یہ تو ایک رمضان کی بات ہورہی ہے کہ اس میں چھ کروڑ بخشے جائیں گے، دوسرے رمضان میں مزید چھ کروڑ پھر تیسرے میں بھی مزید چھ کروڑ کی بخشش ہوگی، اس طریقے سے سب کی نجات ہوجائے گی، دوسرے مولوی صاحب پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا:

> ''مولانا! یہ بھی تو سوچئے کہ ایک سال میں پیدا کتنے ہوتے ہیں؟ آج کل شرح پیدائش برسات کے مینڈکوں کی طرح ہے، اب سوچئے کہ ایک سال میں اتنے تو پیدا ہوتے ہیں اور نجات صرف چھ کروڑ کی ہوتی ہے، یہ ڈرنے کی بات ہے یا خوش ہونے کی؟ یہ تو سخت ڈرنے کی بات ہے کہ معلوم نہیں ہمارا شمار کن لوگوں میں ہے، بے حد وحساب دنیا سے اگر سالانہ صرف چھ کروڑ جہنم سے بچ کر جنت میں چلے گئے تو ڈرنا چاہئے کہ معلوم نہیں کہ ہم ان چھ کروڑ میں ہیں یا نہیں؟''

یہ جو حدیثیں میں نے سنائی ہیں یہ تو اس بارے میں حدیثوں کے بہت بڑے ذخیروں میں سے بہت تھوڑی سی ہیں ان کے علاوہ قرآن مجید کی آیات بھی بہت ہیں، کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑے بغیر دنیا کی جہنم سے نجات مل سکتی ہے نہ آخرت

کی جہنم سے، یہ فیصلہ قرآن مجید میں بار بار کئی جگہ دہرایا گیا ہے، مضمون بہت لمبا ہورہا ہے اس لئے صرف ایک جگہ سے پڑھتا ہوں، ارشاد ہے:

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝﴾ (۱۰-٦٢ تا ٦٤)

یہ سورہ یونس کی آیات ہیں، سورہ اس لئے بتا رہا ہوں کہ شاید کسی کو شبہہ ہورہا ہو کہ یہ معلوم نہیں کہاں سے قرآن لے آتا ہے، یہ کوئی شیعہ تو نہیں کہ غار میں چھپے ہوئے قرآن میں سے بتاتا ہو؟ یہ جو قرآن میں آپ لوگوں کے سامنے پڑھتا ہوں یہ غار والا قرآن نہیں، یہ وہی قرآن ہے جس کو پڑھ پڑھ کر آپ لڈو کھاتے ہیں۔ سنئے! فرمایا:

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝﴾ (۱۰-٦٢، ٦٣)

خبردار! کان کھول کر یہ بات سن لو، اس میں کوئی شک نہیں، یہ بات یقینی ہے کہ اللہ کے دوستوں کو دنیا وآخرت میں نہ کوئی خوف ہوتا ہے نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔ اللہ کے دوست کون ہوتے ہیں؟ جن میں ایمان ہو اور ساتھ ساتھ گناہوں سے بھی بچتے ہوں، جو گناہوں سے نہیں بچتا اس کا ایمان اس کو جہنم سے نہیں بچا سکتا، اس کو رمضان بھی جہنم سے نہیں بچا سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے شروع ہی میں قرآن کے بارہ میں یہ فیصلہ سنا دیا:

﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ (۲-۲)

قرآن مجید سے ہدایت ان لوگوں کو ہوتی ہے جو گناہ چھوڑنا چاہتے ہیں اور جو گناہ نہیں چھوڑنا چاہتے ان کو قرآن سے کوئی ہدایت نہیں ہوتی۔ یا اللہ! ہم سب کو

متقین کی فہرست میں داخل فرما، تقویٰ عطاء فرما، گناہوں سے بچنے کی توفیق اور ہمت عطاء فرما، اپنا ایسا خوف عطاء فرما جو گناہوں سے بچادے، اپنی ایسی محبت عطاء فرما جو گناہوں سے بچادے، اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی محبت عطاء فرما کہ چھوٹے سے چھوٹے گناہ بلکہ گناہ کے تصور سے بھی شرم آنے لگے۔

قرآن وحدیث سمجھنے کے لئے بنیادی اصول:

اب رہی وہ حدیث جس میں ارشاد ہے کہ رمضان کا پہلا عشرہ رحمت ہے، دوسرا عشرہ مغفرت اور تیسرا عشرہ جہنم سے نجات کا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کی مغفرت ہوجاتی ہے، اس کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے پہلے ایک اصول سمجھ لیجئے:

﴿القراٰن یفسر بعضہ بعضہ﴾

اسی طرح:

﴿الاحادیث تفسر بعضھا بعضھا﴾

اسی طرح:

﴿الحدیث یفسر القراٰن﴾

قرآن مجید کی بعض آیات دوسری بعض آیات کی تفسیر کرتی ہیں، بعض احادیث دوسری بعض احادیث کی تفسیر کرتی ہیں، اسی طرح حدیث قرآن کی تفسیر کرتی ہے۔

اس لئے یہ کہا جائے گا کہ جب تک پورا قرآن اور پوری احادیث سامنے نہ ہوں کسی ایک آیت یا کسی ایک حدیث سے کوئی مسئلہ سمجھ لینا غلط ہے، سارا ذخیرہ سامنے ہونا ضروری ہے، پھر سارا ذخیرہ سامنے ہونا بھی مجتہد کے لئے ہے، امت میں چار بڑے بڑے ائمہ دین گذرے ہیں، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد ابن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ۔ یہ انہی جیسے حضرات کا کام ہے اور جو شخص مجتہد نہیں ہے، اس کے سامنے اوّل تو سارا ذخیرہ آئے گا کہاں سے؟ اس کا تو علم ہی محدود سا ہوگا، علم

حدیث تو بڑی چیز ہے اسے قرآن مجید سے متعلق بھی پوری معلومات نہیں ہوتیں، دوسرے بالفرض اسے قرآن مجید پر پورا عبور حاصل ہو تو اس کا تو قطعاً علم نہ ہوگا کہ قرآن مجید کی ایک ایک آیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک حدیث سے کتنے احکام ثابت ہوتے ہیں اور تیسری بات یہ کہ ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس آیت یا حدیث کا کیا مطلب سمجھا؟ ان سب چیزوں کو سامنے رکھ کر ہی صحیح نتیجہ نکالا جاسکتا ہے ورنہ ایک آیت یا حدیث کہیں سے سن لی اور اپنے ذہن سے مطلب سمجھنے کی کوشش شروع کردی تو گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

اب حدیث کا مطلب سمجھئے کہ رمضان اللہ تعالیٰ نے گناہ چھڑانے کا ایک مجرب نسخہ عطاء فرمایا ہے، اگر رمضان کی قدر کی جائے اور اسے نسخہ کے طور پر استعمال کیا جائے تو اس سے گناہ یقیناً چھوٹ جاتے ہیں، مغفرت تو گناہ چھوڑنے سے ہوتی ہے، صرف روزے رکھ لینے سے نہیں ہوتی۔

رمضان میں گناہ چھڑانے کے دس نسخے:

اب سمجھئے کہ گناہ چھڑانے کے اس نسخہ کو مؤثر کیسے بنایا جاسکتا ہے؟ کہنے کو تو یہ ایک نسخہ ہے: ''رمضان میں روزہ رکھنا'' مگر درحقیقت اس نسخے کے دس اجزاء ہیں اور ہر جزء اپنی جگہ مستقل نسخہ ہے، عموماً ایسا ہوجاتا ہے کہ جب میں نمبروار کسی چیز کا بیان شروع کرتا ہوں تو ایک ہی نمبر پر کئی جمعہ گذر جاتے ہیں اور باقی نمبر رہ جاتے ہیں، اس لئے اب دو تین روز سے یہ سلسلہ شروع کیا ہے کہ جتنے نمبر تفصیل سے بتانے کا ارادہ ہو وہ سب پہلے ہی گنا دوں، تفصیل بعد میں بتایا کروں اس لئے کہ تفصیل بتاتے بتاتے اگر دوسرے نمبروں کی نوبت نہ آئے، درمیان میں ہی رخصت ہوگئے تو کم سے کم اتنی بات تو علم میں ہوگی کہ دس نمبر ہیں، شاید سوچنے سے یا کسی عقل والے سے پوچھنے سے سمجھ میں آجائیں۔ اس لئے پہلے مختصراً دس نسخے سن لیں:

① مراقبہ ② صبر کی مشق ③ نماز ④ تلاوت قرآن ⑤ نقل محبت ⑥ کوشش اور دعاء ⑦ جسمانی ضعف ⑧ شیاطین کا مقید ہو جانا ⑨ موت کی یاد ⑩ عقلی تربیت۔

یہ دس نمبر اچھی طرح یاد کرلیں اور ان کا استحضار رکھیں اس لئے کہ جسمانی امراض کے جو نسخے ہوتے ہیں ان سے صحت حاصل کرنے کی نیت مستحضر ہو یا نہ ہو بہرصورت نسخہ استعمال کرنے سے جسمانی صحت حاصل ہوسکتی ہے اور مقصد حاصل ہوسکتا ہے، مگر روحانی نسخوں کا معاملہ اس سے مختلف ہے، فکرِ آخرت پیدا کرنے والے نسخے صرف اسی صورت میں مؤثر ہوتے ہیں جب انہیں اصلاح کی نیت سے استعمال کیا جائے اور طریقہ استعمال بھی صحیح ہو، تو ان کا فائدہ ہوتا ہے، اگر ایسے ہی اندھا دھند استعمال کرتے رہے تو روزے کا فرض تو اداء ہو جائے گا مگر روزہ کا جو اصل مقصد ہے کہ گناہ چھوٹ جائیں، جہنم سے نجات ہو جائے، یہ مقصد کبھی حاصل نہیں ہوگا، مقصد جب حاصل ہوگا کہ مذکورہ بالا دس نمبروں کو صحیح طریقے سے سمجھ کر ہر ایک کی نیت کر کے انہیں استعمال کیا جائے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان سب نمبروں کی تفصیل اس طریقے سے بیان کروا دیں کہ بات دل میں اتر جائے اور عمل کی توفیق ہو جائے۔

پہلا نسخہ ''مراقبہ'':

روزہ تو رکھ لیا مگر روزے میں جو مراقبہ ہے وہ اگر آپ نے نہیں کیا تو گناہ نہیں چھوٹیں گے، وہ مراقبہ کیا ہے؟ کوئی مشکل نہیں، بہت آسان ہے، بہت ہی آسان، اس قدر آسان ہے کہ اگر کوئی بتانے والا نہ ہو تو بھی ادنیٰ سے ادنیٰ عقل رکھنے والا شخص خود بخود سمجھ لے، ایسی کھلی ہوئی بات ہے، وہ یہ کہ وہ لذت کی تمام چیزیں جو غیر رمضان میں حلال ہیں وہ رمضان میں حرام کر دی گئیں تو حرام ہو گئیں بلکہ رمضان میں بھی رات میں حلال ہیں صرف دن میں حرام ہو گئیں، تو سوچئے جو چیزیں ہمیشہ ہمیشہ کے

لئے حرام ہیں وہ انسان کیسے کرسکتا ہے؟

کھانا، پینا اور میاں بیوی کے آپس کے تعلقات جیسی لذت کی چیزیں رمضان کی رات میں حلال ہیں اور بقیہ گیارہ مہینوں میں دن میں بھی حلال ہیں بلکہ مستحسن ہیں، ان پر ثواب ملتا ہے بلکہ بعض حالات میں فرض بھی ہو جاتی ہیں اور رمضان میں اللہ تعالیٰ نے دن کے لئے انہیں حرام قرار دے دیا سو روزہ دار میں عقل سلیم ہے تو سوچے گا کہ کھانا پینا وغیرہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں وہ تو ہمیشہ کے لئے حلال اور مستحسن تھیں بلکہ کسی وقت میں فرض بھی ہوجاتی ہیں، جب ان کو چھوڑ رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ان کے پاس نہیں پھٹکتا تو گناہ کے کام جو ہمیشہ کے لئے حرام ہیں ان کا ارتکاب کیوں کروں؟

ذرا اپنے نفس سے خطاب کر کے یوں کہا کریں کہ نالائق! اللہ تعالیٰ کے لئے کھانا چھوڑ دیا، پینا چھوڑ دیا، بیوی کے پاس جانے سے رک گئے حالانکہ یہ سب نعمتیں ہیں اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: کلوا واشربوا۔ ''کھاؤ، پیؤ'' آج روزہ رکھ کر جب ان حلال اور پاکیزہ چیزوں کو بھی چھوڑ رہا ہے تو پھر غیبت، جھوٹ وغیرہ جو ہمیشہ کے لئے حرام ہیں ان کا ارتکاب کتنی بڑی حماقت ہے؟ اس کو ایک دو منٹ کے لئے روزانہ سوچ لیا کریں، مراقبہ کا یہ مطلب نہیں کہ بتیاں گل کردو، اوپر چادر لے لو اور گھٹنے کھڑے کر کے منہ ان میں دے کر بیٹھ جاؤ، بہت سے پیر ایسے مراقبے کراتے ہیں مگر ہمارے یہاں ایسے مراقبے نہیں ہوتے، ہم تو بالکل آسان طریقہ بتاتے ہیں کہ کھڑے، لیٹے، بیٹھے جس حال میں بھی ہیں بس ذرا دل کو مستحضر کر کے تھوڑی سی دیر کے لئے سوچ لیں۔

یہ پہلے نسخے کا بیان ہوا۔

دوسرا نسخہ ''صبر کی مشق'':

رمضان میں اصلاح نفس کا دوسرا نسخہ ہے صبر، صبر کی مشق کروائی جاتی ہے کہ اگر

کھانے پینے اور بیوی کے پاس جانے کے لئے دل للچائے تو صبر کرو! کیسا ہی دل میں تقاطا اٹھے مگر ہماری خاطر صبر کرلو! دل للچانے پر کوئی مواخذہ نہیں، یہ ہم نے معاف کر دیا، دیکھئے کتنا بڑا کرم ہے، کتنی بڑی رحمت ہے۔

آپ روزہ رکھے ہوئے ہیں، کہیں سے کھانے کی خوشبو آئی، بہت عمدہ خوشبو، خوشبو نے مست کر دیا، اگر کوئی از راہ ہمدردی آپ سے کہے کہ آپ خوشبو سے اتنے مست ہو گئے ہیں، چلئے تھوڑا سا کھا لیجئے، تو آپ کیا کہیں گے؟ یہی نا کہ ارے! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ ہمارا روزہ نہیں ہے؟ تم تو کھانے کا کہہ رہے ہو میں تو پانی کا ایک قطرہ پینے کو بھی تیار نہیں، وہ کتنا ہی اصرار کرے کہ بھائی آپ کی طبیعت اتنی للچا رہی ہے کچھ تو لیجئے، لیکن آپ کا جواب یہی ہوگا۔ یا فرض کیجئے گھر میں میاں بیوی اکیلے ہیں اور کوئی تیسرا شخص نہیں، دونوں پر شہوت کا غلبہ ہے، یہاں بھی طبیعت للچا رہی ہے، مگر کیا میاں بیوی ایک دوسرے کے قریب جائیں گے؟ ہرگز نہیں! اس لئے کہ روزہ ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، طبیعت للچاتی ہے تو للچاتی رہے، کچھ بھی ہوجائے مگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں توڑا جاسکتا بہر حال صبر کریں گے۔

اعتکاف کی صورت میں صبر کی مزید مشق ہوتی ہے دنیا بھر سے تعلقات منقطع کر کے بس ایک مالک کے دروازے پر دھرنا مار کر بیٹھا ہوا ہے۔

؎ پھیر لوں رخ پھیر لوں ہر ما سوا سے پھیر لوں
میں رہوں اور سامنے بس روئے جاناں نہ رہے

دیکھئے روزے میں کتنی بڑی تمرین ہے، اللہ تعالیٰ مسلسل ایک مہینہ مشق کروا رہے ہیں۔ کھانے پینے کی ایک ایک چیز سامنے آرہی ہے، مختلف لذتیں اپنی طرف کھینچ رہی ہیں، دل چاہتا ہے، طبیعت للچا رہی ہے مگر آپ صبر کئے بیٹھے ہیں، طبیعت کے مائل ہونے پر، دل کے للچانے پر کوئی گرفت نہیں، یہ معاف ہے، مگر کھاؤ پیو مت، نہ پانی کا قطرہ اندر جائے اور نہ کسی ٹھوس غذاء کا ذرہ حلق سے اترے بس صبر کیجئے!

طبیعت پر ضابطہ رکھئے! یہ نفس کو لگام دینے کے لئے، اسے قابو میں لانے کے لئے صبر کی مشق کرائی جارہی ہے، جب صبر کی مشق ہوگی تو کسی بھی گناہ کے تقاضے کے وقت یہ مشق کام دے گی، کہیں باہر نکلے، کوئی حسین صورت سامنے آگئی، بے اختیار اس کی طرف دیکھنے کو دل چاہا تو جس نے دن بھر روزہ رکھا اور شدید خواہش کے باوجود کھانے پینے سے مسلسل پورا دن صبر کیا اس کے لئے ایک منٹ صبر کر لینا اور گناہ سے دور رہنا کیا مشکل کام ہے؟ جس کے دل میں گناہ کا تقاضا اٹھے وہ اس بات کو بار بار سوچے کہ پورا مہینہ بھوک پیاس برداشت کر کے جہاں اتنا طویل صبر کیا ہے وہاں ایک منٹ صبر کر کے نفس کو گناہ سے دور رکھنا کیا مشکل ہے؟ یہ سوچیں گے تو گناہوں سے حفاظت رہے گی۔

اللہ والے جب گناہ چھڑانے کے نسخے بتاتے ہیں اور تربیت فرماتے ہیں تو تربیت کے سلسلے میں کچھ وقت کے لئے خالص حلال چیزیں بھی چھڑوا دیتے ہیں تاکہ صبر کی عادت بن جائے اور نفس کا مقابلہ کرنا آسان ہو جائے، حرام سے بچنے کے لئے کچھ وقت حلال چیزوں سے بھی صبر کرو۔

؎ لقمہ ونکتہ است کامل را حلال
توئی کامل مخور می باش لال

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بیان کرنا، حکمت ودانائی کی باتیں کرنا صرف کامل کے لئے حلال ہے، تو چونکہ کامل ہے نہیں، لہٰذا تجھے گونگا بن کر رہنا ہوگا، تجھے بولنے کی اجازت نہیں، زیادہ بولے گا تو اصلاح نہیں ہوگی بلکہ اچھی گفتگو بھی تیرے لئے نقصان دہ ہے، اس سے تیرے دل میں عجب اور پندار پیدا ہوگا، کبر آئے گا۔

اللہ والے اصلاح کی خاطر ایک تو بولنا بند کراتے ہیں دوسرے لقمہ، یعنی اچھی اچھی غذاؤں سے دور رکھتے ہیں، ذکر تو اچھی غذاؤں کا ہے مگر مقصد یہ ہے کہ دنیا میں

جتنی لذت حاصل کرنے کی چیزیں ہیں یہ صرف کامل کے لئے حلال ہیں اور تو کامل نہیں لہٰذا ان سے تجھے صبر کرنا پڑے گا، یہ نہیں کہ جو چیز چاہو لے لو، اگر ایسا کرو گے تو نفس تم پر مسلط ہو جائے گا، نفس حاکم بن جائے گا تم محکوم بن جاؤ گے، پھر حلال کام کراتے کراتے ایک دن حرام بھی کرا دے گا، اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ حاکم تو میں ہوں، یہ میرا محکوم ہے، حکم میرا ہی چلے گا۔

ایک شخص کہنے لگا کہ میری کسی سے کشتی ہوئی، دونوں برابر ہی رہے، کبھی میں نیچے وہ اوپر، کبھی وہ اوپر میں نیچے، سبحان اللہ! یہ مسلمان گرنا ہی جانتا ہے، غالب آنا تو اس نے سیکھا ہی نہیں۔

اس لئے اکابر نے یہ نسخہ بیان فرمایا کہ جب تک تم کامل نہیں ہو جاتے اس وقت تک زیادہ کھاؤ بھی مت، زیادہ بولو بھی مت، دین کی باتیں بھی زیادہ مت کرو، حلال لذتوں کو حاصل کرنا صرف کامل کا کام ہے، اس کی تشخیص شیخ کامل ہی کر سکتا ہے، اس لئے کسی شیخ کامل سے اطلاع و اتباع کا تعلق رکھنا لازم ہے۔

ایک صاحب مجھ سے ٹیلیفون پر کہنے لگے کہ دار الافتاء میں فلاں دینی کام کے لئے پندرہ ہزار روپے لگانا چاہتا ہوں، میں نے کہا اجازت نہیں، وہ میں نے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے کہ میں لگاؤں گا، دو تین دن گذرے پھر ٹیلیفون آیا کہ رقم کے لئے کوئی اور اچھا سا مصرف بتا دیجئے، جس کام سے آپ نے روک دیا اس کا نام تو میں دوبارہ لوں گا نہیں، کہیں آپ مجھے کان سے پکڑ کر چراگاہ ہی نہ بھیج دیں، جسے مصالحہ لگ جاتا ہے وہ الحمد للہ! ٹھیک ہو جاتا ہے، یہ بات انہوں نے اس لئے کہی کہ شاید مجھ سے یہ مقولہ سن رکھا ہوگا:

"طالب علمے کہ چون وچرا نکند و درویشے کہ چون وچرا بکند ہر دورا بچراگاہ باید فرستاد۔"

وہ طالب علم جو دوران سبق استاذ کے سامنے کوئی اشکال پیش نہیں کرتا اسے سبق

سمجھ میں آئے نہ آئے بس خاموش ہی بیٹھا رہتا ہے، کچھ پوچھتا ہی نہیں اور وہ مرید جو شیخ کے سامنے چون وچرا کرتا ہے، شیخ نے ایک حکم دیا کہ ایسا کرو مگر وہ اس پر اشکال پیش کرتا ہے تو ایسا طالب علم اور ایسا درویش دونوں گدھے ہیں، ان دونوں کو کان سے پکڑ کر چراگاہ میں بھیج دیا جائے، یہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے۔

شیخ کو قورمہ اور مرغ مسلم اڑاتے دیکھ کر اس کی ہوس نہ کرنے لگو، جب اس مقام پر پہنچ جاؤ گے تو مرغ بھی کھا لینا، ابھی دال ہی کھاتے رہو، شیخ بھی پہلے دال ہی کھاتے تھے، دال کھا کھا کر یہاں تک پہنچے ہیں، ہاضمہ ہے نہیں اور کھانے بیٹھ گئے مرغ مسلم، کوئی ایک دو مہینے کے بچے کو قورمہ کھلانا شروع کر دے اور پوچھنے پر یہ دلیل پیش کرے کہ ہم نے ایک بڑے پہلوان کو دیکھا تھا وہ قورمہ کھا رہا تھا، معلوم ہوا یہ بہت مقوی چیز ہے، ارے نالائق! وہ تو پہلوان تھا، اس کے معدہ میں قورمہ ہضم کرنے کی صلاحیت تھی، دو مہینے کے بچے میں یہ صلاحیت کہاں سے آگئی؟ وہ تو قورمہ کھا کر مر جائے گا۔

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ نفس نے ان سے انڈے کھلانے کا مطالبہ کیا انہوں نے نفس کا مقابلہ کرنے اور صبر کی عادت ڈالنے کے لئے طے کر رکھا تھا کہ اسے انڈے نہیں کھلاؤں گا۔

ایک کام کی بات بتا دوں، کوئی چیز آپ کی ضرورت کی ہے یا نہیں؟ اس کا معیار کیا ہے؟ گھر بیٹھے بیٹھے جس چیز کی ضرورت محسوس ہو وہ تو ہے آپ کی ضرورت، بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ بازار میں نکلے، مختلف چیزیں نظر آئیں جی میں آ گیا یہ بھی لے لو، یہ بھی لے لو، یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ چیزیں ضرورت کی نہیں، بلکہ گھر بیٹھے بیٹھے بھی جو چیز ضرورت کی محسوس ہو اس کے بارے میں بھی سوچ لیا کریں، وہ کبھی ضرورت کی ہوتی ہے کبھی نہیں، بیٹھے بیٹھے بہت سی چیزوں کا خیال آ جاتا ہے جن میں اکثر غیر ضروری ہوتی ہیں اور بازار جانے کے بعد جس کا خیال آیا کہ یہ بھی لے لو وہ تو

یقیناً غیر ضروری ہے، یہ عقل کی بات ہے اس کو یاد رکھیں۔

وہ بزرگ نفس کا مقابلہ کرتے رہے، کئی مہینے نہیں کئی سال گذر گئے، نفس بار بار انڈوں کا تقاضا کر رہا ہے لیکن یہ نہیں کھا رہے کہ اگر آج اسے انڈے کھلا دیئے تو کل کسی اور چیز کا مطالبہ کرے گا، رفتہ رفتہ پھر یہ گناہ کا تقاضا بھی کرے گا، جب اسے پتا چل گیا کہ میں ہمیشہ غالب رہتا ہوں اور اسے مغلوب کرتا ہوں یہ میرے سامنے جھکا ہی رہتا ہے تو چلو گناہ کا تقاضا بھی پیدا کر دو، مان تو جائے گا ہی، نفس کا ایک مطالبہ پورا کرنے سے اس کی ہمت بڑھ جائے گی، اس کی ہمت پست کرتے کرتے کئی سال گذر گئے تقاضا اتنا غالب آگیا کہ نماز میں، ذکر میں، تلاوت میں ہر وقت انڈوں کا خیال، سوچا کہ مقابلہ کرتے کرتے کئی سال گذر گئے، سزا کے لئے اتنا ہی کافی ہے چلو اب تو کھا ہی لو، ایک گاؤں میں انڈے کھانے گئے، وہاں کوئی چوری ہو گئی تھی، یہ نو وارد تھے، لوگوں نے سمجھا کہ یہی چور ہے، پکڑ کر خوب پٹائی کی، اتنے میں ان کا کوئی معتقد آگیا اس نے کہا ارے ظالمو! یہ تو ہمارے حضرت صاحب ہیں یہ تو بڑے بزرگ ہیں، بڑے ولی اللہ ہیں، انہیں کیوں مارتے ہو؟ لوگوں سے چھڑا کر گھر لے گیا اور کھانا کھلایا، کھانا جب سامنے آیا تو اس میں انڈے تھے، اب یہ بزرگ اپنے نفس سے کہہ رہے ہیں:

> ''ڈنڈے کھا کر انڈے کھا! ارے نفس شریر تیرے مقابلہ میں اتنے سال تو میں ہی غالب رہا، اب تو غالب آنے لگا تھا تو انجام دیکھ لے۔ خبردار! اب آیندہ انڈے کا نام بھی زبان پر نہ لانا، آج تو ڈنڈے پڑے، آیندہ پتا نہیں کیا آفت ٹوٹے۔''

میرے رب کریم کی دستگیری دیکھئے جو بزرگ اس طریقے سے اپنے نفس کا محاسبہ و مراقبہ کرتے رہتے ہیں اور اپنے نفس پر ضابطہ رکھنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، ان کا نفس اگر کبھی غالب آنے بھی لگے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یوں سبق ملتا ہے، یہ

ہے اللہ تعالیٰ کی دستگیری اور اس کی مدد۔

مقصد اس قصے سے بھی یہ ہے کہ صبر کی تمرین اور اس کی عملی مشق گناہوں سے بچنے کا مجرب نسخہ ہے، اس مشق میں یہ بھی ہے کہ نفس کو جائز لذات سے روکا جائے یہ نہ ہو کہ اسے بے مہار چھوڑ دیں، ہر طرف منہ مارتا پھرے۔

حضرت بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

النفس كالطفل ان تمهله شب على

حب الرضاع وان تفطمه ينفطم

کہ نفس کی مثال شیر خوار بچے کی سی ہے، پہلے زمانے میں عورتیں بچوں کو اپنا دودھ پلاتی تھیں اب تو وہ قصہ ہی ختم ہو گیا۔

ایک شخص کو فون کیا، اس کا بیٹا بولا، پوچھا ''تمہارے ابا کہاں ہیں؟'' کہنے لگا ''میرے بھائی کو دودھ پلا رہے ہیں۔'' اب عورتوں کا کام مردوں نے سنبھال لیا ہے، عجیب وقت آ گیا۔

فرمایا کہ نفس اس بچے کی طرح ہے جو سینے سے منہ لگا کر دودھ پیتا ہے، جب دو سال پورے ہو جاتے ہیں اور دودھ چھڑانے کا وقت آتا ہے تو بڑی مشکل پیش آتی ہے، چونکہ اسے سینے سے دودھ پینے کی عادت ہوتی ہے اور باہر کا دودھ پینے کی عادت نہیں ہوتی یا وہ ہضم ہی نہیں ہوتا اس لئے بار بار ماں کے سینے سے لپٹتا ہے، چیختا چلاتا ہے، نہ خود سوتا ہے نہ ماں باپ کو سونے دیتا ہے، رو رو کر پورے گھرانے کو پریشان کر دیتا ہے، فرمایا کہ اس سے سبق حاصل کرو، مسلمان کو دنیا کی ہر بات سے سبق حاصل کرنا چاہئے، چھوٹے بچے کا دودھ چھڑاتے وقت آپ کو صبر کرنا پڑے گا۔ وہ روئے، چیخے چلائے، اسے دست آئیں، وہ بیمار ہو جائے، خود بھی پریشان رہے سارے گھرانے کو پریشان کر دے، بہر صورت آپ کو صبر کرنا پڑے گا۔ اگر آپ نے صبر کیا تو تین چار روز کے بعد سارا قصہ صحیح ہو جائے گا اور اگر آپ نے سوچا کہ یہ بے چارہ رو رہا

ہے، کمزور اور بیمار پڑ گیا ہے، اسے دست آنے لگے، یہ خود بھی نہیں سوتا ہمیں بھی نہیں سونے دیتا، چلئے پیتا رہے دودھ، اگر ایسا کیا تو جوان ہو کر بھی ماں کا دودھ نہیں چھوڑے گا۔ بالکل اسی طرح نفس کو گناہوں سے چھڑانا صبر کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ نفس چیخے چلائے، کچھ بھی کرے آپ یہی کہتے جائیں کہ نالائق! تیرے ساتھ میرا مقابلہ ہے، کسی قیمت پر بھی گناہ نہ کرنے دوں گا، اگر اس کے مقابلے میں ڈٹ گئے تو بس دو چار دن میں نفس مغلوب ہو جائے گا اور اگر نفس کو ذرا ڈھیل دی کہ اب تو گناہ کرلے بعد میں توبہ کرلیں گے تو کان کھول کر سن لیجئے کہ بعد میں آپ سے کچھ نہیں ہوگا، وہ تو گناہ میں بڑھتا ہی چلا جائے گا اور آپ گرتے ہی چلے جائیں گے۔

؎ نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
کہ اس سے ہے کشتی ٹھنی عمر بھر کی
کبھی وہ دبا لے کبھی تو دبا لے

آخرت بنانا چاہتے ہیں تو نفس کے تقاضوں کو دبائیں، اگر اسے ایسے ہی بے لگام چھوڑ دیا کہ جو جی میں آئے کرتے چلے جاؤ پھر تو یہ نفس غالب ہی رہے گا، مغلوب کبھی نہیں ہوسکتا۔

الحمد للہ! دوسرا نسخہ تفصیل سے بیان ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ روزہ کے ذریعے اپنے مؤمن بندوں کو صبر کرنے کی مشق کروا رہے ہیں۔

تیسرا نسخہ "نماز":

رمضان میں عام دنوں کی بنسبت نماز کی مقدار زیادہ رکھی گئی، اس لئے کہ نماز سے گناہ چھوٹتے ہیں، نماز سے گناہ کیوں کر چھوٹتے ہیں؟ اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے! یہاں بہت سے لوگوں کو اشکال ہوگا کہ ہم تو مدت سے نماز پڑھ رہے ہیں مگر ہم سے تو

گناہ چھوٹتے نہیں، بے شمار لوگ ایسے نظر آئیں گے جو نماز بہت پڑھتے ہیں، خاص کر کراچی کے بارے میں مشہور ہے کہ کراچی والے بڑے نمازی ہیں مگر جتنی نماز پڑھتے ہیں اس سے زیادہ جھوٹ بکتے ہیں، بے شمار لوگ ایسے ہیں کہ ان کی نماز گناہ نہیں چھڑواتی اس لئے آج کا بیان سمجھنے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ دلوں میں اتار دیں، سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

بات یہ ہے کہ جب ڈاکٹر کوئی نسخہ دیتا ہے تو ساتھ یہ ہدایات بھی دیتا ہے کہ اس نسخہ کو کیسے استعمال کریں، ڈاکٹر کی ہدایات کے مطابق نسخہ استعمال کریں گے تو فائدہ ہوگا اور اگر اس کی ہدایات کے مطابق استعمال نہیں کریں گے تو فائدہ کی بجائے الٹا نقصان ہو جائے گا۔

اب سنئے! نماز گناہ چھڑانے کا نسخہ ہے، یہ نسخہ دینے والے کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ! وہ فرما رہے ہیں:

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ (۲۹-۴۵)

ترجمہ: ”نماز بے حیائی سے اور گناہ سے روکتی ہے۔“

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝﴾ (۲-۴۵، ۴۶)

ترجمہ: ”اور مدد لو صبر اور نماز سے اور بے شک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے قلوب میں خشوع ہو ان پر کچھ بھی دشوار نہیں، خاشعین وہ لوگ ہیں کہ خیال رکھتے ہیں اس کا کہ وہ بے شک ملنے والے ہیں اپنے رب سے اور اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں۔“

پھر نماز کو آسان اور مؤثر بنانے کا نسخہ ارشاد فرمایا کہ اس میں خشوع کی روح پیدا کریں، پھر تحصیل خشوع کا نسخہ ارشاد فرمایا کہ موت اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی کا مراقبہ کیا کریں۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝﴾ (۲-۱۵۳)

تَرجَمَہ: ’’اے ایمان والو! صبر اور نماز سے سہارا حاصل کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتے ہیں۔‘‘

اس میں صبر کو آسان کرنے کا یہ نسخہ ارشاد فرمایا کہ صابرین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت کا مراقبہ کیا کریں۔

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝﴾ (۲۹-۴۵)

تَرجَمَہ: ’’بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی رہتی ہے، اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو جانتا ہے۔‘‘

اس میں نماز کو مؤثر بنانے کے دو نسخے ارشاد فرمائے ہیں:

① ایک یہ کہ نماز میں زبان اور ارکان سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا اعتراف واظہار کر رہے ہیں، اس کو سوچا کریں۔

② دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ ہماری نماز اور سب اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔

صبر کا بیان تو ہو چکا اب نماز کا بیان چل رہا ہے، جس نے نسخہ عطاء فرمایا ہے اسی سے پوچھنا پڑے گا کہ اس نسخے کو کیسے استعمال کریں؟

نماز گناہوں سے کیوں کر روکتی ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ نماز میں بھی صبر کی مشق کرائی جاتی ہے، پہلے تو مستقل صبر کا حکم دیا:

﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ (۲-۴۵)

دین پر قائم رہنے میں صبر سے کام لو، گناہ کے ایک ایک تقاضے کے وقت صبر سے کام لو، جبلِ استقامت بن جاؤ، یہ سوچو کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اللہ تعالیٰ کا بندہ! اللہ تعالیٰ کا بندہ کبھی بھی نفس وشیطان کا بندہ نہیں بن سکتا، اللہ تعالیٰ کے بندے بن جاؤ، صبر سے کام لو۔

صبر کیسے حاصل ہوگا؟ نماز میں اس کی عملی مشق کرائی جاتی ہے، وہ کیسے؟ پہلی چیز تو اس میں وقت کی پابندی ہے، مردوں کے لئے حکم ہے کہ جماعت کی پابندی کرو، پہلے سے مسجد میں پہنچ کر تکبیرۂ تحریم سے شریک جماعت رہو، ظاہر ہے کہ یہ بڑے صبر وہمت کا کام ہے اس کے لئے نمازی کو بیدار اور ہوشیار رہنا پڑے گا۔

خواتین کے لئے جماعت کی پابندی تو نہیں مگر یہ پابندی تو ہے کہ جیسے ہی اذان ہو فوراً نماز پڑھ لیں، جو خواتین نماز نہیں پڑھتیں ان کا تو کہنا ہی کیا، اور جو پڑھتی ہیں وہ یہ سمجھتی ہیں کہ جماعت تو ہم پر واجب ہے نہیں، اطمینان سے پڑھ لیں گے، ویسے ہی بیٹھی رہتی ہیں، کبھی تو بیٹھے بیٹھے نماز کا وقت ہی گذر جاتا ہے، پوچھو تو تعجب سے کہتی ہیں ارے بھول ہی گئی، اور پڑھ بھی لی تو بہت دیر سے، اتنی دیر سے کہ کبھی تو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وقت ہے بھی یا نہیں؟ اوّل تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں نماز جیسی مزے دار چیز میں اتنی دیر کیوں کی جائے؟ دوسرے سوچئے کہ اگر اس دوران موت آگئی تو؟ اگر نماز کا وقت نکلنے سے پہلے موت آگئی تو نماز تو اس کے ذمہ فرض نہیں رہی، یہ تو اللہ کا کرم ہے کہ فرض نہیں رہی، گناہ نہیں ہوا مگر یہ تو سوچیں کہ یہ کتنی بڑی محرومی کی بات ہے، دنیا کا آخری دن اور مالک کی طرف جانے کا پہلا دن، ایسی حالت میں موت پیش آئی کہ اللہ کے سامنے حاضر بھی نہ ہوئے؟ قاعدہ کے اعتبار سے تو اگرچہ اس پر اس نماز کی گرفت نہیں ہوتی، یہ تو ان کا کرم ہے، ان کی رحمت ہے، مگر بندے کی نالائقی دیکھیں کہ ادائے فرض میں جان بوجھ کر اتنی دیر کردی، زندگی کی آخری نماز بھی

پڑھ ہی لی ہوتی!

اذان کی عظمت:

پھر یہ بھی تو سوچیں کہ اللہ تعالیٰ کا منادی پکار رہا ہے، صرف یہ اطلاع نہیں دے رہا کہ وقت ہوگیا ہے بلکہ وہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کبریائی، اللہ تعالیٰ کی عظمت شان، اللہ تعالیٰ کی جلالت شان، اللہ تعالیٰ کی توحید اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کر رہا ہے، اور اس کے ساتھ یہ اعلان بھی کہ فلاح اور کامیابی حاصل کرلو، کیسے کیسے دل ہلا دینے والے اعلان ہو رہے ہیں اور سرعام لاؤڈ اسپیکروں پر ہو رہے ہیں پھر بھی اگر دلوں پر اثر نہ ہو تو سوچئے کہ یہ دل کتنے سخت ہو گئے ہیں؟ ایسے ایسے اعلان کہ شیطان ان کو برداشت نہیں کرسکتا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اذان شروع ہوتی ہے تو شیطان پادتا ہوا بھاگتا ہے پادتا ہوا۔ (متفق علیہ) اس وقت اس کی ریح آہستہ آہستہ نہیں نکلتی، بہت زور زور سے خارج ہوتی ہے، جیسے شیعہ کے گھروں میں شب برائت کے پٹاخے۔

شیطان تو اللہ تعالیٰ کی عظمت سے اتنا ڈرتا ہے، ان کا نام سن کر مرا جا رہا ہے، بھاگا جا رہا ہے، مگر افسوس آج کل کے مسلمان کے دل پر اثر نہیں ہوتا، اس میں ڈر پیدا نہیں ہوتا۔

بات یہاں سے چلی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی شان عظمت اور کبریائی کے لاؤڈ اسپیکروں پر اعلان پر اعلان ہو رہے ہیں مگر خواتین پھر بھی بے فکر بیٹھی رہتی ہیں کہ پڑھ لیں گے، ہم پر کون سی جماعت واجب ہے، اس لئے خواتین پر لازم ہے کہ جیسے ہی اذان سنیں فوراً سب کام چھوڑ کر پہلے نماز پڑھ لیں، دوسرے کام بعد میں کریں۔

خواتین کے لئے اذان کا ذکر اس لئے کر دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ

ہے، اس کو سن کر بھی تاخیر کرنا بہت بڑی غفلت ہے، ویسے مسئلہ یہ ہے کہ اذان سے پہلے بھی خواتین کے لئے نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ نماز کا وقت ہو جانے کا یقین ہو۔

ایک تو نماز میں صبر کی عملی مشق اس طرح کرائی جاتی ہے کہ اذان سن کر مرد مسجد میں پہنچیں اور خواتین مصلی پر، آیندہ اس کا اہتمام کریں۔

دوسرے جیسے ہی نماز میں کھڑے ہوئے کھانا پینا، بولنا، چلنا، ہاتھ پاؤں ہلانا ساری چیزیں حرام ہو گئیں، سوچئے اس میں صبر وتحمل کا کتنا بڑا سبق ہے کہ باہر کی ہر چیز نماز میں حرام کر دی گئی، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ کر سب کچھ چھوڑ دو، جن لوگوں کو بولنے کا مرض ہے، جن سے ایک منٹ خاموش نہیں بیٹھا جاتا وہ بھی اس دربار میں پہنچ کر سراپا خاموش ہیں، احکم الحاکمین کا حکم ہے کہ اب صرف ہم سے بات کرو، ساری دنیا کو چھوڑ دو، کسی سے بات چیت نہ کرو، ہاتھ وغیرہ بھی نہ ہلاؤ، سکون سے رہو۔

اب غور کریں کہ نسخہ اصلاح کی جتنی تجویزیں میں بتا رہا ہوں آج کا مسلمان بھلا ان پر عمل پیرا ہے؟ نہیں! بلکہ ایک ایک کے خلاف کر رہا ہے، خود ہی بتایئے کہ پھر نسخہ کا اثر کیا ہوگا؟ مرد اذان سن کر وقت پر مسجد نہیں پہنچتے، خواتین مصلی پر نہیں پہنچتیں، دوسرے یہ کہ نماز میں حرکت کرنے، ہاتھ پاؤں ہلانے کا گویا دستور ہو گیا ہے، عجیب بات ہے کہ لوگ دوسرے وقت میں ہاتھ اس قدر نہیں ہلاتے جس قدر نماز میں ہلاتے ہیں اور خاص کر مولوی لوگ تو نماز اور ڈاڑھی سے کھیلنے کو لازم وملزوم سمجھتے ہیں، جیسے ڈاڑھی ان کے لئے کوئی کھلونا ہے، جہاں نماز شروع کی بس ڈاڑھی سے انہیں کھیلنے کا موقع مل گیا! جیسے بچہ جھنجھنے سے کھیلتا ہے، کہیں سے یہ قصہ سن لیا ہوگا کہ یہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص نماز میں ڈاڑھی سے کھیل رہا ہے چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا مسلمان تھا لہٰذا صحابی ہوا اور صحابی ادنیٰ درجہ کا ہی کیوں نہ ہو بعد والوں میں بڑے سے بڑا ولی اللہ بھی اس صحابی کی گرد کو

بھی نہیں پہنچ سکتا یہ حدیث سن کر شاید آپ لوگ کہیں کہ ڈاڑھی سے کھیلنا تو صحابی کی سنت ہے، ہم تو اس سنت پر عمل کر رہے ہیں یہ ہمیں منع کیوں کرتا ہے؟ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہ بھی سن لیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿لو خشع قلب هذا لخشعت جوارحه﴾ (فتح الباری: ۱۷۹/۲)

اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہوتی، اس کا ہاتھ ڈاڑھی کی طرف کبھی نہ جاتا، ہاتھوں میں بلکہ پورے جسم میں سکون ہوتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمادی کہ نماز تو پڑھ رہا ہے مگر خشوع نہیں، ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غلطی تو ہوئی مگر جب تنبیہ ہوگئی تو اس کے بعد کیا مجال کہ کبھی ایسا کریں۔

نماز میں صبر کی تمرین اور عملی مشق کرائی جاتی ہے کہ نہ ہاتھ ہلیں، نہ پاؤں ہلیں، مگر یہاں کیا ہوتا ہے؟ ہاتھ بھی ہل رہے ہیں، پاؤں بھی ہل رہے ہیں بلکہ پورا جسم حرکت میں ہے، نسخہ کو صحیح طریقے سے استعمال ہی نہیں کر رہے تو فائدہ کیا خاک ہوگا؟

نماز کی حقیقت:

نماز میں دوسری چیز اللہ تعالیٰ کی عظمت کا استحضار ہے، استحضار کیسے ہے؟ دیکھئے! دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اتارنے کے لئے نماز شروع ہی اللہ اکبر سے ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے ہیں، اذان اور اقامت کی ابتداء بھی اسی جملہ سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے ہیں، اللہ تعالیٰ بہت بڑے ہیں۔

''اللہ اکبر'' کے یہ معنی کرنا صحیح نہیں کہ اللہ سب سے بڑے ہیں، اس لئے کہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ بڑے اور بھی ہیں مگر اللہ سب سے بڑے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ ۝﴾ (۴۵-۳۷)

کبریائی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہے ان کے سوا دنیا کا کوئی شخص اس قابل نہیں جس سے متعلق یہ کہا جاسکے کہ یہ بڑا ہے، بڑائی تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، اس لئے "اللّٰہ اکبر" کے معنی یہ کیا کریں کہ اللہ بہت بڑے ہیں۔

جب نماز میں کھڑے ہوئے تو اللہ کی عظمت کو سوچیں! جب تکبیرہ تحریم کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو ہاتھ اٹھانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی ہمارے دل میں اتنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا پوری دنیا اور پوری دنیا کے تمام تر تعلقات کو ہم نے پس پشت پھینک دیا ہے، ہاتھ اٹھا کر سب کو پیچھے پھینک دیا، پھر ہاتھ باندھنے کے بعد حمد وثناء کے ذریعے زبانی تعظیم بجالاتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ پورا جسم اللہ تعالیٰ کے سامنے ظاہری و باطنی خشوع وخضوع کے ساتھ قالب بے جان کی طرح بلا حس وحرکت کھڑا اپنے عجز ونیاز اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اظہار کر رہا ہے، پھر رکوع میں قیام سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اپنی تواضع وانکسار کا اظہار ہے، پھر سجدے میں اس سے بھی بڑھ کر عظمت کا اظہار ہے، پھر سجدہ بھی ایک نہیں بلکہ دو فرض کئے، یا اللہ! میں نے تیرے سامنے جیسے زبان سے تیری عظمت کا اقرار کیا ویسے ہی اپنے دوسرے تمام اعضاء سے بھی کر رہا ہوں۔

نماز اوّل تا آخر اللہ تعالیٰ کی محبت اور عظمت کا اظہار ہے، نمازی زبان سے بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اعتراف کرتا ہے اور عمل سے بھی، کسی کی بغاوت اور حکم عدولی سے روکنے کے دو ہی سبب ہوتے ہیں، ایک محبت، کہ محب کو یہ خدشہ لاحق رہتا ہے کہیں میرا محبوب ناراض نہ ہو جائے، مجھ سے روٹھ نہ جائے، اسلئے نافرمانی سے بچتا ہے۔ دوسرا سبب عظمت ہے۔ کسی کی کبریائی اور ہیبت دل میں ہو تو نافرمانی کی جرأت نہیں ہوتی، اس کی عظمت سے دبا رہتا ہے، یہ دو چیزیں ہیں جو انسان کو اطاعت پر مجبور کرتی اور نافرمانی سے دور رکھتی ہیں، چونکہ نماز میں یہ دونوں چیزیں بدرجہ کمال پائی جاتی ہیں اس لئے نماز کی یہ خاصیت ٹھہری کہ وہ بندے کو اپنے مالک کی نافرمانی سے

بچائے رکھتی ہے، بشرطیکہ نماز صحیح معنی میں نماز ہو، خودکار (آٹو میٹک) نماز نہ ہو۔

رکوع وسجدہ کے بعد قعدہ کا نمبر آتا ہے، اس کی حکمت بھی سمجھ لیجئے! نماز قولی، بدنی اور مالی عبادات کا مجموعہ ہے، اس لئے قعدہ میں پہلے ان تینوں قسم کی عبادات اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کرتا ہے پھر یہ سوچنے کی بات ہے کہ احکم الحاکمین کے عالی دربار میں جو پانچ وقت ہم حاضر ہوتے ہیں اس دربار تک رسائی کس کے ذریعہ ہوئی؟ محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے! یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری امت پر احسان عظیم ہے۔ اس احسان شناسی کی تعلیم کے لئے نماز میں یہ حکم دیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ۔۔م بھیجیں، اور درود شریف پڑھیں۔

ہر نماز میں کہیں:

﴿السلام ۔ ۔ ث ایہا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ﴾

آگے یہ بھی سوچئے کہ ہم میں سے کسی نے براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں، دنیا میں ہم کبھی زیارت سے مشرف نہیں ہوئے، یہ دولت تو جنت میں جاکر نصیب ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے دیکھا نہیں، ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی وساطت سے ہم تک پہنچا ہے، اسی طرح صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو بھی ہم میں سے کسی نے نہیں دیکھا، ان سے دین لے کر آگے پوری امت تک تابعین نے پہنچایا، ان سے آگے تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے، تبع تابعین سے دوسرے حضرات نے، اسی طرح چلتے چلتے یہ سلسلہ ہم تک پہنچا اور آگے قیامت تک چلتا جائے گا، جو حضرات دین پہنچانے کا ذریعہ بنے سب کا امت پر احسان ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ورحمت بھیجنے کے بعد یہ تعلیم دی گئی:

﴿السلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصالحین﴾

ان عبادِ صالحین میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے لے کر آخر تک

کے تمام حضرات آگئے، یہ سب ہمارے محسن ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

پانچوں وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری ہوتی ہے اور ہر حاضری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اور صحابہ وتابعین اور دوسرے تمام وسائط کے حق میں رحمت وسلامتی کی دعاء ہوتی ہے، اصل مقصد تو شاہی دربار کی حاضری ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہمہ تن اسی کی طرف متوجہ رہے، غیر کا خیال گوشۂ قلب میں بھی نہ آنے پائے، لیکن چونکہ یہ اسی کے حکم سے ہے اس لئے یہ بھی درحقیقت اسی کی طرف توجہ ہے۔

ایک اہم مسئلہ:

یہاں ایک اہم مسئلہ سمجھ لیجئے! شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہیں لکھا ہے کہ نمازی کو اپنی توجہ کسی بھی مخلوق کی طرف مبذول نہ کرنی چاہئے، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصوّر باندھ لیا تو نماز ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے، اس کے برعکس اگر کسی حقیر سی مخلوق گاؤخر کی طرف متوجہ ہوگیا تو اتنا خطرہ نہیں، اس بات کو بدعتیوں نے بہت اچھالا ہے کہ یہ وہابی کتنے گستاخ ہیں! یہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال لانے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور گدھے کا خیال لانے سے نہیں ٹوٹتی نعوذ باللہ!

ایک بدعتی نے یہ اشکال میرے سامنے بھی دھرایا، میں نے کہا حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں ایک بار حجرہ مبارکہ کا پردہ ہٹا کر مسجد کی طرف دیکھا تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز میں مشغول تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت کر رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لمحے بعد پردہ گرا دیا اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نظروں سے پھر اوجھل ہو گئے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ اٹھایا تھا تو ہماری

حالت ایسی ہوگئی تھی جو کہ بیان سے باہر ہے، سب لوگ بے خود ہو گئے اور قریب تھا کہ نماز توڑ دیتے، یہ تھے سچے محب اور پکے عاشق! محبوب پر نظر پڑتے ہی حال سے بے حال ہو گئے اور نماز جیسے اہم فریضہ سے بھی توجہ ہٹ گئی، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نہ گرا دیتے تو ان حضرات کی نماز ٹوٹ جاتی، بتایئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہونے سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نماز ٹوٹنے لگی تھی یا نہیں؟ اس کی بجائے کوئی اور مخلوق ان کے سامنے آ جاتی تو ان کا اس طرف خیال تک نہ جاتا، نماز ٹوٹنا تو درکنار۔

ان بدعتیوں کو تو عشق کی ہوا بھی نہیں لگی، شاہ شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسئلہ بدعتیوں کے لئے نہیں، عشاق کے لئے ہے، انہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آ گیا اور وہ آپ کی طرف متوجہ ہو گئے تو وہ بے قابو ہو جائیں گے، بے خود ہو جائیں گے اور ان کی نماز ٹوٹ جائے گی، شاہ شہید رحمہ اللہ تعالیٰ سچے عاشقوں کی بات کر رہے ہیں اور یہ بدعتی اسے اپنے اوپر قیاس کر کے واویلا کر رہے ہیں۔

بات چل رہی تھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کی، آپ نے ان کی بارگاہ میں حاضری دی، راز و نیاز کی باتیں کیں اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور بھی آ گیا، پھر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا خیال بھی آ گیا کہ ان حضرات کے واسطے سے ہم تک دین پہنچا، انہی کے واسطے سے اس دربار تک رسائی ملی اس لئے ان کے حق میں دعاء بھی کی:

﴿السلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰه وبركاته، السلام علینا وعلی عباداللّٰه الصالحین﴾

اصل مقصود تو احکم الحاکمین کی بارگاہ میں حاضری تھی، درمیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا خیال آ گیا، گو یہ تصور بھی ربط کی بناء پر تھا، خود مقصود نہ تھا مگر نمازی پھر بھی کلمہ شہادت کے ذریعہ توحید کی تجدید کرتا ہے:

﴿اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله﴾

کہ میں شہادت دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، صرف اسی کی بندگی کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب اور رسول ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی نہیں کرتا، مزید تاکید کے لئے ''عبدہ'' کا اضافہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اللہ تعالیٰ کے عبد ہیں، عبد کامل، اس سے شرک کی جڑ کٹ گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بایں جلالت شان بایں کمال وبزرگی ہیں عبد ہی، اللہ تعالیٰ کے بندے، اسی کے عبادت گذار۔

پھر کلمہ شہادت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آگیا تو آپ پر درود شریف پڑھنے پر مجبور ہو جاتا ہے، آخر میں دربار سے رخصت ہوتے وقت آخری بار پھر اپنی حاجت براری کی درخواست پیش کر کے وداعی سلام کہہ کر رخصت ہو جاتا ہے۔

﴿السلام علیکم ورحمة الله﴾

اللہ تعالیٰ کے لئے سلام کی دعاء جائز نہیں، اس لئے ملائکۃ اللہ کو سلام کہتا ہے۔

دنیا کا دستور ہے کہ کسی بڑے حاکم کے دربار میں پہنچ کر حمد وثناء اور درخواست پیش کرنے کے بعد آخر میں رخصت ہوتے وقت پھر اپنا مدعا دہرایا جاتا ہے اور الطاف وتوجہات کی آخری درخواست کی جاتی ہے کہ حضور! ہم رخصت ہوتے ہیں ہمارا خیال رہے، ہم پر حضور کی نظر رہے، بس اب ہم چلتے ہیں، پھر کبھی بارگاہ عالی میں حاضری نصیب ہو کہ نہ ہو، السلام علیکم! اس طرح مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ کر حمد وثناء کر کے، اللہ تعالیٰ کی بندگی کر کے آخر میں درود شریف اور اس کے بعد کوئی مختصر اور جامع دعاء عرض کر کے رخصت ہونے لگتا ہے تو سلام وداع کہہ کر رخصت ہوتا ہے۔

مگر آج کل کے مسلمان نے تو اپنا سلام ہی تبدیل کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے تو آنے اور رخصت ہونے کے وقت سلام کی تعلیم فرمائی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ''عاشق'' اس سلام پر راضی نہیں، انہوں نے السلام علیکم کی بجائے متبادل سلام گھڑ لیا ہے ''خدا حافظ''

اللہ کے احکام تو تمہیں منظور نہیں، ان کا سلام پسند نہیں پھر وہ حافظ کیسے ہوگا؟ مسلمان نے مسنون سلام چھوڑ کر اپنا سلام گڑھ لیا پھر وہ بھی غلط، ''خدا حافظ'' کی بجائے ''خدا حافیظ'' کہتے ہیں، الفاظ ہی غلط اختیار کر لئے ہیں، من گھڑت اور غلط سلام سے کیا فائدہ؟ اسے چھوڑ کر سلام کے مسنون الفاظ اختیار کیجئے! ''السلام علیکم'' اس میں سُنّت پر عمل کرنے کا اجر وثواب بھی ہے اور مسلمان بھائی کے لئے سلامتی کی دعاء بھی۔

چوتھا نسخہ ''تلاوت قرآن'':

رمضان میں گناہ چھڑانے اور محبت پیدا کرنے کے نسخوں کا بیان چل رہا تھا، دس نسخے بتائے تھے جن میں تیسرا نمبر نماز کا تھا جس کا مفصل بیان ہو چکا، آگے سنئے! چوتھا نسخہ تلاوت قرآن ہے۔

قرآن میں گناہ چھڑانے کے دس نسخے:

تلاوت میں بھی تاثیر ہے گناہ چھڑانے کی، رمضان میں کثرت سے تلاوت کی جاتی ہے، نمازوں میں تلاوت، تراویح میں تلاوت، یوں بھی ہر عامی سے عامی مسلمان ماہ مبارک میں تلاوت کا خاص اہتمام کرتا ہے، اب سنئے! تلاوت میں گناہ چھڑانے کے دس نسخے ہیں، میرے مالک کا کرم ہے کہ بیٹھے بیٹھے دل میں یہ باتیں القاء فرما دیتے ہیں، یہ جو میں کسی چیز کے بارے میں کہہ دیتا ہوں کہ اس کے اتنے اتنے نسخے ہیں یہ تحدید نہیں ہوتی، بس جو اللہ تعالیٰ دل میں القاء فرماتے ہیں اس کا اظہار ہے، وہ خود فرماتے ہیں:

﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝﴾ (۱۷-۸۵)

کہ ہم نے تمہیں تھوڑا سا علم دیا ہے، تمہیں اس تھوڑے سے علم پر اترانا نہیں چاہئے۔ ہاں! تو تلاوت میں گناہ چھڑانے کے دس نسخے ہیں، حقیقی علم تو صاحب کلام کو ہے کہ اس کے کلام میں کتنی تاثیر ہے، کتنے نسخے ہیں؟ اپنے محدود علم کی بناء پر کہہ رہا ہوں کہ دس نسخے ہیں۔

پہلا نسخہ ''کلام کا اثر'':

پہلا نسخہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تلاوت میں گناہ چھڑانے کی خاصیت رکھی ہے، کوئی مسلمان اسے سمجھ کر پڑھے یا بے سمجھے پڑھے، عربی زبان جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، بہرکیف قلب پر اس کا اثر محسوس کرے گا، دل از خود محبت کی طرف کھنچا چلا جائے گا، قرآن مجید کی تاثیر کا تو یہ عالم ہے کہ اگر پہاڑوں پر بھی اسے اتارا جاتا تو وہ اس کی عظمت وہیبت سے جھک جاتے، پھٹ پڑتے:

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ﴾ (۵۹-۲۱)

تَرْجَمَہ: ''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تو اس کو دیکھتا کہ اللہ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا۔''

پہاڑوں میں بھی اس کا تحمل نہیں، قرآن مجید کی اس تاثیر کا دشمنان قرآن نے بھی اعتراف کیا ہے، وہ بیوی بچوں کو قرآن سے دور رکھنے کی سرتوڑ کوشش کرتے، انہیں ڈراتے کہ خبردار! جو اسے سن لے گا اس پر جادو کا سا اثر ہو جائے گا، اس سے دور بھاگو! حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت مکہ سے پہلے اپنے مکان کے صحن میں تہجد پڑھتے جس میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور کثرت سے روتے، اس دوران مشرکین مکہ کی عورتیں اور بچے قرآن کی آواز سن کر جمع ہو جاتے، آخر مشرکین نے جمع

ہو کر آپ کو قرآن مجید پڑھنے سے منع کر دیا اور کہا کہ پڑھنا ہی ہے تو گھر کی کوٹھڑی میں چھپ کر پڑھئے، آپ نے صحن میں پڑھا تو ہمارے بیوی بچوں پر اس جادو کا اثر ہو جائے گا:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝﴾ (۴۱-۲۶)

ترجَمہ: ''اور کافر یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو سنو ہی مت اور اس کے بیچ میں شور وغل مچا دیا کرو شاید تم ہی غالب رہو۔''

کفار ایک دوسرے سے کہتے کہ مسلمان قرآن پڑھیں تو تم زور زور سے چلانا شروع کر دو ورنہ قرآن کی آواز کان میں پڑ جائے گی پھر بچنا مشکل ہے، بچنے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ زور زور سے چیخو چلاؤ کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دے، یہ ہے قرآن کا اثر، کیسا ہی جاہل سے جاہل مسلمان ہو اس کے سامنے کسی کتاب کی صحیح صاف عربی عبارت پڑھئے پھر قرآن مجید پڑھ کر سنائے وہ فوراً بتا دے گا کہ یہ قرآن مجید ہے، وہ کچھ اور تھا، حالانکہ دونوں کلام عربی ہیں، فصیح عربی، مگر قرآن کا اعجاز اس کی تاثیر سے ظاہر ہے۔

تقسیم ملک سے پہلے مغربی پنجاب میں سکھ بہت تھے، میں نے خود دیکھا کہ حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ جب وعظ کے لئے اسٹیج پر تشریف لائے تو سکھ ہاتھ باندھ کر درخواست کرنے لگے کہ شاہ جی! پہلے قرآن سنائیں، تقریر بعد میں کریں، شاہ جی بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ بیٹھ جاؤ قرآن سناؤں گا، ضرور سناؤں گا مگر سکھ بیٹھنے کا نام نہیں لیتے، مصر ہیں کہ شاہ جی پہلے قرآن سنائیں۔

پہلی بات یہ ہوئی کہ قرآن دلوں میں اترتا ہے اور اثر ڈالتا ہے، رہی یہ بات کہ آج کے مسلمان پر قرآن کیوں اثر نہیں کرتا، اس کے دل میں کیوں نہیں اترتا؟ اس کا

جواب آسان ہے، آج کے مسلمان نے گناہ کر کر کے اپنے دل کو مسخ کر دیا ہے، سیاہ کر دیا ہے، اس کا دل گناہوں کی نحوست سے پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوگیا ہے، اس لئے اس پر قرآن کا اثر ظاہر نہیں ہوتا، اس پر مزید یہ کہ آج کے مسلمان نے طے کر رکھا ہے کہ دل پر قرآن کا اثر نہیں آنے دے گا، اب اثر کیا خاک ہو؟

ایک قاعدہ بارہا بتا چکا ہوں، آج پھر سن لیجئے اور پلے باندھ لیجئے! وہ یہ کہ قرآن وحدیث میں فکر آخرت پیدا کرنے کے جتنے نسخے بتائے گئے ہیں اگر کوئی انہیں اس نیت سے استعمال کرے کہ مجھے نفع ہو اور یہ مجھ پر اثر انداز ہوں تو اس پر بہت جلد اثر ہوگا اور جو ان نسخوں کو خالی الذہن ہو کر سنے یعنی نفع لینے کی نیت نہ ہو تو بھی فائدہ ہوگا اور ان شاء اللہ تعالیٰ امراض سے شفایاب ہوگا مگر دیر سے، اور اگر کوئی شخص دل میں یہ طے کر کے بیٹھے کہ مجھے ان نسخوں سے اثر نہیں لینا، مجھے ہدایت کا راستہ اختیار ہی نہیں کرنا، نہ ہی جنت میں جانا ہے تو ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بھی یہ فیصلہ صادر فرما دیا:

﴿أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنْتُمْ لَهَا كَارِهُونَ﴾ (۱۱-۲۸)

اگر تمہیں ہدایت نہیں چاہئے، تمہیں جنت کی رغبت نہیں، ہمارے دیدار کی تڑپ نہیں تو زبردستی ہم تمہیں ہدایت نہیں دیں گے، اس قسم کے لوگوں پر قرآن کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

یہ پہلی بات ہوئی کہ قرآن مجید کی تلاوت میں اثر ہے، کشش ہے۔

دوسرا نسخہ ”قرآن کے انوار“:

دوسرا نسخہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں انوار ہیں، ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تہجد میں قرآن پڑھ رہے تھے، قریب ہی گھوڑا بندھا ہوا تھا وہ ان کی آواز سے بدکا، یہ جتنا پڑھتے ہیں گھوڑا اتنا ہی بدکتا ہے، اچھلتا کودتا ہے، یہ معاملہ ان کی سمجھ میں نہ آیا، صبح یہ

قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری تلاوت میں سکینہ کا نزول تھا، انوار کی بارش تھی جس سے گھوڑا ڈر کر بدک رہا تھا۔ (متفق علیہ)

صاحب بصیرت بزرگ کا واقعہ:

ایک بزرگ گذرے ہیں وہ اصطلاحی عالم تو نہ تھے مگر عارف تھے، حقیقی عالم ہوتا ہی وہی ہے جو مالک کو پہچان لے، جس نے مالک کو نہ پہچانا وہ تو ''چار پائے بروکتا بے چند'' کا مصداق ہے، کسی چوپائے پر چند کتابیں لاد دیں، علم کی روح اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے، معرفت ہی محبت کا سرچشمہ ہے۔

وہ بزرگ اصطلاحی عالم نہ تھے یعنی عربی نہ پڑھی تھی، صرف عربی پڑھ لینے سے کوئی عالم تو نہیں بن جاتا، ابوجہل بھی عربی بولتا تھا، ایسی فصیح عربی کہ آج کا بڑے سے بڑا عالم بھی نہ بول سکے مگر رہا ابوجہل ہی، یہی اس کا لقب ہے جو قیامت تک رہے گا، ''ابوجہل'' کے معنی ہیں جہالت کا باپ، یعنی اتنا بڑا جاہل تھا کہ جہالت کا بھی باپ بن گیا، صرف عربی لکھ پڑھ لینے سے کوئی عالم نہیں بن جاتا، عالم تو بنتا ہے اللہ تعالیٰ کی محبت سے اور محبت کی نشانی کیا ہے؟ کہ محبوب کی نافرمانی چھوڑ دے، وہ بزرگ عربی نہ جانتے تھے، انہیں قرآن حفظ نہ تھا، احادیث زبانی یاد نہ تھیں مگر جب ان کے سامنے کوئی آیت تلاوت کی جاتی تو بلا تأمل بتادیتے کہ یہ قرآن ہے، حدیث پڑھی جاتی تو بھی فوراً بتادیتے کہ یہ حدیث ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے، کوئی یونہی عربی پڑھتا تو بتادیتے کہ یہ قرآن ہے نہ حدیث بلکہ عام عربی ہے۔ لوگوں کو اس پر بڑی حیرت ہوتی، کسی نے دریافت کیا:

''آپ کو کیسے پتا چل جاتا ہے کہ یہ قرآن ہے، یہ حدیث ہے اور یہ نہ قرآن ہے نہ حدیث؟''

فرمایا:

''جب کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے تو اس کے منہ سے آفتاب جیسی شعاعیں پھوٹتی نظر آتی ہیں اور جب حدیث پڑھتا ہے تو ماہتاب کا نور نکلتا دکھائی دیتا ہے، بس میں فوراً بتا دیتا ہوں کہ یہ قرآن ہے اور وہ حدیث، اور جب کوئی دوسرا کلام پڑھتا ہے تو کسی چیز کا ظہور نہیں ہوتا اس لئے اس کا بھی فوراً ادراک کر لیتا ہوں کہ یہ نہ قرآن ہے نہ حدیث۔''

قرآن میں تو وہ انوار ہیں کہ انسان اگر قرآن کی مخالفت نہ کرے (گو موافقت بھی نہ کرے) تو فوراً اثر دکھاتے ہیں، پھر وہی بات سامنے آجاتی ہے کہ قرآن کی مخالفت تو کوئی مسلمان نہیں کرتا پھر اس کا کوئی اثر ہر مسلمان پر کیوں ظاہر نہیں ہوتا؟ خود ہی سوچئے کہ آج کے مسلمان نے جب طے ہی کر رکھا ہے کہ وہ گناہ کسی قیمت پر نہیں چھوڑے گا تو یہ قرآن کی مخالفت ہوئی یا نہ ہوئی؟ کسی کی موافقت یا مخالفت کا اصل معیار یہی ہے کہ اس کا حکم مانتا ہے یا نہیں؟ اگر اس کا حکم نہیں مانتا تو اس کا پکا دشمن ہے، خواہ زبان سے اس کی محبت کے ہزار دعوے کرے، چومے چاٹے۔ سو جب آج کے مسلمان نے طے ہی کر رکھا ہے کہ وہ قرآن کی بات نہیں مانے گا، اس کی مخالفت پر ہی [illegible] ہے تو قرآن اس پر اثر انداز کیسے ہو؟ اگر کوئی کہے کہ میں نے مخالفت چھوڑ دی ہے، میں سچا محب ہوں تو اسے ذرا ہمارے پاس لے آئیں، تھرمامیٹر لگا کر بتائیں گے کہ واقعۃً قرآن کا محب ہے یا دشمن؟ تھرمامیٹر بھی ایسا کہ دو سیکنڈ میں بتا دے گا، کوئی اپنے خیال میں کتنا ہی [illegible]زرگ ہو، پیر کہلاتا ہو مگر تھرمامیٹر لگا کر دیکھئے کہ اس کی بیوی زادوں سے پردہ کرتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کرتی تو سمجھ لیں کہ قرآن کا مخالف ہے، بزرگی کے بڑے دعوے ہیں مگر حرام آمدنی والوں کی دعوت کھا لیتا ہے تو دینداری کے تمام دعوے جھوٹے ہیں، یہ تھرمامیٹر لگا کر ہر شخص کے بارے میں بآسانی فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ قرآن کا موافق ہے یا مخالف؟ اس کا محب ہے یا اس کا دشمن؟

پرسوں پنجاب سے ایک صاحب یہاں آگئے اور پنجاب کے ایک مشہور پیر کا نام لے کر کہنے لگے:

''میں ان کا مرید ہوں، میرا بڑا بیٹا بھی ان کا مرید ہے مگر ہمیں یہ دیکھ کر بڑا دھچکا لگا کہ پیر صاحب کا ایک جوان لڑکا مرید کے گھر گیا تو مریدنی نے اس سے پردہ نہ کیا۔''

اس پر وہ متعجب تھے۔

میں نے کہا:

''اگر مزید تحقیق کی جائے تو مریدنی خود پیر صاحب سے بھی پردہ نہ کرتی ہوگی، جب پیر صاحب کے بیٹے سے پردہ کی حاجت نہیں تو پیر صاحب سے پردہ کی کیا ضرورت؟''

وہ مجھ سے پوچھنے لگے:

''یہ بات مجھے کھلنے لگی، اب میں ان پیر صاحب کو چھوڑ دوں تو مجھ پر وبال تو نہیں آئے گا؟''

میں نے کہا:

''تم ان کے چھوڑنے پر وبال سے ڈر رہے ہو میں کہتا ہوں کہ اگر ایسے فاسق پیر کو نہ چھوڑا تو وبال آئے گا، اس پیر کو چھوڑ دو! ہاں لب ولہجہ احتیاط کا برتو، گستاخی نہ کرو، بس تعلق قطع کرلو۔''

ہر شخص کی پیری، بزرگی کو اس تھرمامیٹر سے پرکھ کر دیکھئے! فوراً پتا چل جائے گا کہ واقعۃً بزرگ ہے یا بزرگی کے بھیس میں لٹیرا؟ کیسی عقل ماری گئی کہ جوان لڑکیوں کو پیروں سے پردہ نہیں، پیرزادوں سے کوئی حجاب نہیں، زادوں کی آمد پر کوئی روک ٹوک نہیں، جن سے خطرہ ہے ان کو تو چن چن کر مستثنیٰ کردیا کہ آزادی سے گھر میں آتے جاتے رہیں اور جن لوگوں سے کوئی زیادہ خطرہ لاحق نہیں ان کی آمد پر پوری پابندی

ہے۔

؎ ارے پردہ نشینو! کیا اسی کا نام پردہ ہے
کبھی بے پردہ ہوجانا کبھی روپوش ہوجانا

دو باتیں ہوگئیں ایک یہ کہ قرآن کی تلاوت میں اثر ہوتا ہے، دوسری یہ کہ اس میں انوار ہوتے ہیں۔

تیسرا نسخہ ”بارگاہ میں حاضری“:

تیسرا نسخہ یہ ہے کہ جب مسلمان تلاوت شروع کرتا ہے تو وہ گویا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے، اور کسی حاکم کے دربار میں حاضری سے اس کی عظمت اور کبریائی دل میں جاگزیں ہوجاتی ہے، تلاوت کرنے والا بھی احکم الحاکمین کے دربار میں پہنچ جاتا ہے جس سے ان کی محبت وعظمت قلب پر چھاجاتی ہے، ان کی نافرمانی کا خیال دل سے رخصت ہوجاتا ہے اس لئے کہ محبت اور معصیت ایک قلب میں جمع نہیں ہوسکتیں۔

چوتھا نسخہ ”دیدارِ محبوب“:

چوتھا نسخہ یہ کہ کسی کے کلام کا پڑھنا متکلم کے دیدار کا ذریعہ ہوتا ہے میں قرآن مجید کے بارے میں ایک طویل دعاء کیا کرتا ہوں جس کی تفصیل وعظ ”حقوق القرآن“ میں ہے اس میں ایک جملہ یہ بھی ہے:

”یا اللہ! اس قرآن کو میرے لئے آئینہ جمالِ یار بنادے۔“

دنیا میں حقیقی دیدار تو ممکن نہیں مگر قرآن مجید ان کے جمال کا آئینہ ہے، جو اسے پڑھے گا، اس پر عمل کرے گا اس کی آنکھیں اس قابل ہو جائیں گی کہ آخرت میں محبوب کا دیدار کرسکیں، حقیقی دیدار تو آخرت ہی میں ہوگا مگر دنیا میں بھی کلام میں متکلم کے دیدار کی تاثیر پنہاں ہوتی ہے۔

زیب النساء کا قصہ:

ایران میں ایک شہزادہ نے مطلع لگایا۔

ع درابلق کسے دیدہ نہ موجود

"کسی نے چت کبرا موتی کبھی نہیں دیکھا"

شاعر بھی یونہی واہیات لوگ ہوتے ہیں، جو واہی تباہی منہ میں آئی نکال دی۔ درابلق میں بھلا کیا رکھا ہے؟ بس ایک بات دماغ میں آئی اور کہہ ڈالی مگر شاعر کی اس حماقت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے ایک بہت بڑا سبق رکھ دیا، اس نے مصراع تو کہہ دیا مگر اس زمانے کے بڑے بڑے شعراء نے اپنا زور لگالیا کسی سے دوسرا مصراع نہ بن پایا، تھک ہار کر بیٹھ گئے۔

اس وقت شہزادی زیب النساء مشہور شاعرہ تھیں، آج کل بھی عورتوں میں "زیب النساء" نام کا عام دستور ہے مگر بے پردہ ننگی عورتوں نے اس نام کو بدنام کردیا۔ وہ تو واقعۃً زیب النساء تھیں۔ ایک بار آئینہ سامنے رکھ کر سرمہ لگارہی تھیں کہ سلائی ذرا سی چبھ گئی جس سے آنسو کا قطرہ آئینے پر گرا، آنسو کا قطرہ یوں بھی صاف شفاف ہوتا ہے پھر شہزادی کی آنکھ کا قطرہ، یہ سرمہ سے ملا ہوا قطرہ آئینے پر گرا تو دوسرا مصراع تیار ہوگیا، شہزادی بولیں۔

ع مگر اشک بتان سرمہ آلود

"کسی حسینہ کی آنکھ کا سرمے والا قطرہ درابلق ہے"

اچھا ہوا کہ سلائی آنکھ میں چبھ گئی جس نے مسئلہ حل کردیا، شہزادی نے یہ مصراع لکھ کر ایرانی شہزادے کو روانہ کردیا، وہ مصراع پڑھ کر پھڑک اٹھا کہ یہ شاعر کون ہے؟ اس نے خط لکھا کہ میں اس باکمال شاعر کی زیارت کے لئے آنا چاہتا ہوں، زیب النساء کا والد یہ خط پڑھ کر فکر مند ہوا اور بیٹی سے کہا "تمہیں سمجھایا نہیں تھا کہ ایسی شعر

بازی نہ کیا کرو؟ اب بتاؤ وہ زیارت کے لئے آنا چاہتا ہے، کیا کروگی؟“

آج کل کا حکمران ہوتا تو اس کے تو وارے نیارے ہوجاتے، کہتا جی ہاں! آیئے ضرور تشریف لایئے، لڑکی بھی بن ٹھن کر تیار ہوجاتی کہ اچھا موقع ہے خوب نمائش ہوگی، شہرت ہوگی، اس ذہن کے حکمران اور بھنگی میں بھلا کیا فرق ہے؟ والد کی پریشانی دیکھ کر زیب النساء نے انہیں یوں تسلی دی، ”آپ کو ایسی تشویش کیوں ہورہی ہے؟ اس کا جواب بھی مجھ پر چھوڑ دیجئے! اللہ نے مجھے حسن کی دولت دی ہے تو اس نے غیرت بھی دی ہے، شرم و حیاء کا جوہر بھی دیا ہے، جواب میں خود لکھتی ہوں۔“
جواب کیا لکھا؟ سنئے۔

بلبل از گل بگذرد گر در چمن بیند مرا
بت پرستی کے کند گر برہمن بیند مرا
در سخن مخفی منم چون بوئے گل در برگ گل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

یعنی میرا حسن وہ ہے کہ بلبل چمن میں مجھے دیکھ لے تو گل کو چھوڑ کر میری طرف لپک پڑے اور برہمن مجھے دیکھ لے تو بت پرستی بھول کر میرے سامنے سجدہ ریز ہوجائے، جمال کا تو یہ عالم ہے مگر میں پردہ نشین ہوں کسی نظر کی مجھ تک رسائی نہیں اگر کوئی میرے دیدار کا مشتاق ہو تو اس کا علاج میں خود بتائے دیتی ہوں۔

در سخن مخفی منم چون بوئے گل در برگ گل
ہر کہ دیدن میل دارد درسخن بیند مرا

ترجمہ: ”میں اپنے کلام میں ایسے پوشیدہ ہوں جیسے پھول کی پتیوں میں پھول کی خوشبو۔ پتیاں نظر آتی ہیں خوشبو نظر نہیں آتی، میرے جمال کا مشاہدہ میرے کلام میں کرو۔“

شہزادی پردے کی ایسی پابند کہ اس نے اپنا تخلص بھی ”مخفی“ رکھا تھا، آج کل کی

بازاری عورتوں نے اس کے نام کی مٹی پلید کر رکھی ہے جو زیب النساء نام رکھ کر ہر کوچہ رسوائی میں پھرتی ہیں، بازاروں میں گشت کرتی ہیں، کل قیامت کے روز زیب النساء ان کی دامن گیر ہوں گی!

وہ کہتی ہیں۔

؎ در سخن مخفی منم چون بوئے گل در برگ گل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

ترجمہ: ''میں اپنے کلام میں پوشیدہ ہوں جو میرے دیدار کا مشتاق ہو وہ میری آس چھوڑ دے، میرے کلام کو پڑھے اسی میں میرا جمال ہے، میرا دیدار ہے۔''

دیکھئے زیب النساء کوئی فرشتہ تو نہ تھیں انسانی مخلوق تھیں جو مر کر مٹی میں مل گئیں، اب ان کا کہیں نام ونشان بھی نہیں، وہ دعویٰ کرتی ہیں کہ میرا حسن و جمال میرے کلام میں پنہاں ہے، تو محبوب حقیقی کے جمال کا کیا کہنا؟ ان کے دیدار کی لذت ان کے کلام سے حاصل کیجئے! حقیقی دیدار آخرت میں ہوگا وہ فرماتے ہیں دنیا میں کوئی آنکھ ہمارے دیدار کی سکت نہیں رکھتی۔ ہاں! دنیا میں تمہیں اس کا موقع دیا ہے کہ اپنی آنکھوں کو اس قابل بنالو کہ جنت میں پہنچ کر ہمارا دیدار کرسکیں، دنیا میں رہتے ہوئے آنکھوں میں یہ صلاحیت کیسے پیدا ہوگی؟ ان کا کلام پڑھنے سے، سننے سے، عمل پیرا ہونے سے، دنیا میں حقیقی دیدار تو نہیں ہوسکتا مگر ان کے کلام میں دیدار جمال کی لذت پوشیدہ ہے، وہی بات کہ یا اللہ! اس قرآن کو ہمارے لئے آئینۂ جمال یار بنادے! جہاں ان کا کلام پڑھا جائے گا وہاں ان کے جمال کا جلوہ ہوگا، محبت کو جوش آئے گا، آتش عشق بھڑکے گی، گناہ از خود چھوٹنے لگیں گے۔

یاد کرلیجئے! کتنے نسخے ہوگئے؟ پہلا نسخہ ''کلام کا اثر''، دوسرا نسخہ ''اس کے انوار''، تیسرا نسخہ ''بارگاہ میں حاضری''، چوتھا نسخہ ''ان کا دیدار۔''

پانچواں نسخہ ''اسماع الکلام'':

آگے سنئے پانچواں نسخہ ہے ''اسماع الکلام'' جب مسلمان تلاوت کرتا ہے تو صرف یہی نہیں کہ قرآن پڑھ رہا ہے اور بس، بلکہ صاحب کلام کو اس کا کلام سنا رہا ہے، دنیا کے کسی مصنف کا حال دیکھ لیجئے! اس کی تصنیف کیسی نکمی اور گری ہوئی ہو، نہ لکھنے کا سلیقہ ہو نہ تعبیر کی صلاحیت ہو، مگر مصنف صاحب کو کوئی پڑھ کر سنائے کہ لیجئے حضور! میں آپ کی تصنیف آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں، وہ کتنا خوش ہوگا؟ جب عام انسان بھی اپنا کلام کسی سے سن کر خوشی سے پھولا نہیں سماتا اور سنانے والے کو انعام و اکرام سے نوازتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنا کلام جس بندے سے سن رہے ہیں اس بندے کو کیسے محروم رکھیں گے؟ تلاوت کے ذریعے جتنا اللہ کا قرب بڑھے گا اسی قدر گناہ چھوٹیں گے۔

چھٹا نسخہ ''لذت خطاب'':

قرآن میں بندہ اپنے مالک کو خطاب کرتا ہے اور مالک اپنے بندہ کو، جس سے محبت کو شہ ملتی ہے، پانچویں اور چھٹی بات میں فرق یہ ہے کہ پانچویں میں بتایا تھا کہ بندہ اللہ کا کلام اللہ کو سناتا ہے جب کہ چھٹی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خطاب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنا اللہ تعالیٰ سے خطاب کرنا ہے اپنے مالک سے ہم کلام ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بار بار ''یایھا الذین امنوا'' کے لفظ سے خطاب فرمایا ہے! ''یایھا الذین امنوا'' کوئی معمولی لفظ نہیں اس کے معنی ہیں ''اے میرے عاشقو!'' جب عاشق کو خود محبوب ''اے میرے عاشق!'' کہہ دے تو پھر دیکھئے اس عشق کو کیسے شہ ملتی ہے اور وہ عشق کیسے بھڑکتا ہے، اللہ کرے یہ بندہ عاشق بن جائے، یہ ہے لذت خطاب، لذت خطاب کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جس سے مخاطبہ ہوتا رہے، ایک

دوسرے سے باتیں ہوتی رہیں اس سے محبت پیدا ہو جاتی ہے اور محبت سے گناہ چھوٹتے ہیں۔

لذت خطاب کی ایک مثال:

لذت خطاب کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثال اکثر بتاتا ہی رہتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا:

﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى ۝﴾ (۲۰-۱۷)

ترجمہ: ”اور اے موسیٰ! تیرے دائیں ہاتھ میں یہ کیا ہے؟“

اللہ تعالیٰ کا یہ سوال بھی محض لذت خطاب پر مبنی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو تو معلوم ہی تھا کہ ہاتھ میں کیا ہے، محض لذت خطاب دلانے کے لئے، بندے کو اعزاز دینے کے لئے پوچھا کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ جیسے کوئی شفیق باپ محض بچے کا دل خوش کرنے کے لئے محبت میں اپنے بیٹے کے پاس رکھی کسی چیز کے بارے میں پوچھتا ہے کہ بیٹا! یہ کیا ہے؟ حالانکہ باپ دیکھ رہا ہوتا ہے کہ بیٹے کے پاس کیا چیز ہے لیکن محض دل لگی کے لئے پوچھتا ہے کہ بیٹا یہ کیا ہے؟ اولاً تو اللہ تعالیٰ کو دریافت کرنے کی حاجت ہی نہ تھی پھر دریافت فرمایا بھی تو مختصر سا جملہ کافی تھا مگر اللہ تعالیٰ نے دس الفاظ پر مشتمل طویل خطاب فرمایا، آٹھ الفاظ تو ظاہر ہیں، نواں لفظ ”یمین“ کے ضمن میں ہے اور دسواں حرف رابطہ مقدر۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے پوچھا: **وما تلك بيمينك يموسى** ”اور اے موسیٰ! تیرے دائیں ہاتھ میں یہ کیا ہے؟“ تو اس کے جواب میں محض اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ ”لاٹھی۔“ ”لاٹھی ہے“ بھی کہنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اگر کسی کے ہاتھ میں کتاب ہو اور اس سے پوچھا جائے کہ کیا ہے تو وہ جواب میں کہے گا ”کتاب۔“ وہ یہ نہیں کہے گا ”کتاب ہے۔“ سو بظاہر بلاغت کے مطابق موسیٰ علیہ السلام کا محض اتنا

جواب کافی تھا ''لاٹھی'' لیکن انہوں نے تو بہت لمبی بات شروع کردی، عرض کیا: ھی عصای ''یہ میری لاٹھی ہے۔'' ایک کی بجائے چار لفظ استعمال کئے، تین الفاظ تو ظاہر ہیں چوتھا حرف رابطہ مقدر ہے، پھر اسی چوگنے کلام پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ آگے لاٹھی کے منافع پر تقریر شروع کردی، عرض کیا:

﴿اَتَوَکَّؤُا عَلَیْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ﴾ (۲۰-۱۸)

میں اس لاٹھی سے بہت سے کام لیتا ہوں، اس پر ٹیک لگاتا ہوں، اس کے ذریعہ درختوں سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں، لذت خطاب میں مست ہوکر لمبی بات شروع کردی، مگر جس میں عشق صادق ہوتا ہے وہ ہر حال میں محبوب کی رضا کو مقدم رکھتا ہے، اپنے تمام جذبات کو محبوب کی رضا میں فنا کردیتا ہے۔

اريد وصاله ويريد هجری

فاترك ما اريد لما يريد

اگر محبوب اس پر راضی ہے کہ عاشق دور چلا جائے، تو وہ دور بھاگ جائے گا۔ عاشق اپنی تمام خواہشات، لذات اور جذبات سب کچھ محبوب کی رضا پر قربان کردیتا ہے۔

حاجیوں کا عشق:

اس سے یہ بات سمجھ لیں کہ جو لوگ حج کرنے جاتے ہیں اور وہاں جذبات محبت ظاہر کرنے میں طرح طرح کی حرکتیں کرتے ہیں، وہ سب رضائے محبوب کے خلاف ہیں۔

دو تین روز ہوئے ایک شخص نے ٹیلیفون پر کہا کہ میری بیوی مجھ پر مسلط ہورہی ہے کہ حج پر لے چلیں، میں نے اس شخص سے کہا کہ اپنی بیوی سے کہیں کہ عورتوں کو پردہ کرنے کا کہا کرے، کہنے لگے کہ وہ خود ہی پردہ نہیں کرتی تو دوسروں کو کیا کہے گی،

میں نے کہا کہ بس یہ اس کی علامت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے جا رہی ہے، پردہ کرتی نہیں اور حج کے لئے مسلط ہو رہی ہے، اس کے خیال میں اللہ تعالیٰ دھوکے میں آجائے گا اور مان لے گا کہ یہ بڑی عاشقہ ہے۔

لذت خطاب میں موسیٰ علیہ السلام کی بات لمبی ہونے لگی تو درمیان میں خیال آیا کہ میں تو اپنے جذبات میں لمبی بات کر رہا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ لمبی بات کرنا محبوب کو ناگوار ہو، اس لئے آگے عرض کیا:

﴿وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرٰى ۝﴾ (۲۰-۱۸)

اور اس لاٹھی میں میرے لئے اور بھی کئی فائدے ہیں، اگر مزاج یار پر گراں نہ گذرے تو ابھی تقریر جاری رکھوں ورنہ یہیں بند کردوں، اگرچہ لمبی بات بھی بلا اجازت تھی لیکن جب مالک خود ہی بلوا رہا ہو تو پھر کہاں رک سکتے ہیں۔

؎ گر طمع خواہد زمن سلطان دین
خاک بر فرق قناعت بعد زین

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کا سوال پھر اس کے لئے طویل کلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ضرورت سے کئی گنا زیادہ طویل کلام بلاغت کے خلاف نہیں، بلکہ یہ تو بلاغت کا بلند مقام ہے، اس لئے کہ محبوب کے ساتھ مکالمہ کا مقتضیٰ یہی ہے کہ لذت خطاب کی خاطر کلام زیادہ سے زیادہ طویل ہو۔

ساتواں نسخہ "مکتوب محبوب":

عقل اور تجربہ دونوں کے مطابق یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان اپنے محبوب کا مکتوب دیکھتا ہے تو دل میں محبت جوش مارتی ہے، اگر کسی کے پاس اس کے محبوب کا خط آئے تو اس پر نظر پڑتے ہی دل کی حرکت تیز ہو جاتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بندہ کو اپنی محبت دے کر بھیجا ہے جس نے اس تخم محبت کو ضائع نہیں کیا، جب وہ محبوب

کی کتاب کو دیکھتا ہے اس کی محبت کوشہ آتی ہے، محبت بڑھ جاتی ہے۔

آٹھواں نسخہ ''کثرت ذکر'':

قرآن خود ذکر ہے اور خود قرآن میں بار بار ذکر اللہ کی تاکید کی گئی ہے، یہ قاعدہ ہے کہ جس چیز کا جتنا ذکر کیا جائے گا اس چیز کی محبت بڑھے گی خواہ وہ چیز اچھی ہو یا بری، اس کی تفصیل کئی بار بتا چکا ہوں اس لئے زیادہ تفصیل میں نہیں جاتا البتہ ایک تھوڑی سی تنبیہ کردوں۔

دنیا کے کاموں میں مشغول لوگوں کو وصیت:

جو لوگ دنیا کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں وہ دنیائے مردار کا ذکر زیادہ نہ کیا کریں، جتنی ضرورت ہے اتنی ہی بات کریں مثلاً دکان پر گئے وہاں جس کام کی جتنی ضرورت ہے اتنی ہی بات کریں اور جہاں بیچ میں فرصت ملے ذکر اللہ زبان پر جاری رکھیں اور جہاں وہ کام ختم ہوگیا ایسے سمجھیں کہ گویا ہے ہی نہیں، ہمارا کام تو بس اللہ کو یاد کرنا ہے۔

دم رکا سمجھو اگر دم بھر بھی یہ ساغر رکا
میرا دور زندگی ہے یہ جو دور جام ہے

ہمارا شغل ہے راتوں کو رونا یاد دلبر میں
ہماری نیند ہے محو خیال یار ہو جانا

دنیا کے کاموں میں مشغول ہوں تو کہا کریں، ''دست بکار و دل بیار'' یعنی ہاتھ تو کام میں مصروف ہیں لیکن دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہے، دنیا کے دھندوں کا بلا ضرورت ذکر کریں گے تو دنیا کی محبت بڑھے گی اور اللہ کی محبت میں کمی آئے گی لہٰذا بلا ضرورت باتیں نہ کیا کریں۔

نواں نسخہ ”کثرتِ فکر“:

قرآن مجید میں دعوت فکر بہت ہی زیادہ ہے مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات، انعامات، کمالات، قدرت قاہرہ، عظمت اور بڑائی کو سوچا کریں موت کا بیان ہے کہ کسی روز مرنا ہے، مرنے سے پہلے زندگی کے حالات کے بارے میں فرمایا کہ ہر شخص ہر لمحہ اللہ کی نظر میں ہے، اللہ کی قدرت ونظر سے باہر نہیں جاسکتا، اللہ تعالیٰ کو ہر ہر چیز کا علم ہے، اسی طرح مرنے کے بعد کے حالات کا بیان ہے کہ اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے پھر حساب وکتاب ہوگا اس کے بعد جنت ملے گی یا جہنم، جنت وجہنم کا بیان بھی تفصیل کے ساتھ ہے کہ جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں اور جہنم میں ایسا ایسا عذاب۔ گذشتہ اقوام کا بیان ہے کہ نافرمان قوموں کا کیا انجام ہوا اور اللہ کی رضا کی فکر میں لگے ہوئے اللہ کے بندوں کو کیسا سکون اور کیسی راحت ملی۔ الغرض دعوت فکر کی تفصیل تو بہت لمبی ہے میں تو مختصر مختصر بتا رہا ہوں ورنہ قرآن مجید کے مضامین میں کچھ تدبر وتفکر کیا جائے تو ہر آیت بلکہ ہر ہر لفظ ہدایت کا سرچشمہ ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے اور اس کی نافرمانیوں سے بچنے کا ایک مستقل نسخہ ہے، قرآن مجید کے مضامین میں تدبر وتفکر کیا کریں، اگر کسی کو زیادہ علم نہیں تو اتنا سا تفکر تو سب ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات وکمالات کو سوچا کریں، یہ قاعدہ ہے کہ کسی کے احسانات وکمالات کو سوچنے سے اس کے ساتھ محبت بڑھتی ہے۔

محبت کے اسباب:

دنیا میں محبت کے اسباب پانچ ہیں:

① مال ② کمال ③ جمال ④ نوال ⑤ قرب

ان چیزوں سے محبت پیدا ہوتی ہے، حب مال کا یہ کرشمہ ہے کہ مالدار سے لوگوں کو محبت ہوتی ہے، خواہ اس کے مال سے کسی کا کچھ بھی فائدہ نہ ہو، اسی طرح صاحب

کمال سے بھی محبت ہوتی ہے مگر گناہ کا سب سے پہلا حملہ عقل پر ہوتا ہے، اس لئے آج کل کے لوگوں کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ کمال کسے کہتے ہیں؟ کوئی موت کے کنویں میں اترنے لگے تو انہیں اس سے محبت ہو جاتی ہے حالانکہ موت کے کنویں میں اترنا کوئی کمال نہیں، سوچنا چاہئے کہ کسی کے موت کے کنویں میں موٹر سائیکل وغیرہ چلانے سے لوگوں کا کیا بنایا کیا بگڑا؟

دس کوڑے اور دس درہم:

ہارون الرشید رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک شخص اپنا کمال دکھانے آیا، دس سوئیاں کسی تختے میں گاڑ دیں پھر دور کھڑے ہو کر ایک سوئی ایسی لگائی کہ وہ ان دسوں سوئیوں کے ناکوں میں سے پار ہوگئی، ہارون الرشید رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے دس درہم دے دو اور ساتھ ہی دس کوڑے بھی لگاؤ! درہم تو اس لئے کہ یہ کچھ امید لے کر آیا ہے اور کوڑے اس لئے کہ اس نے اتنی محنت ومشقت اور اتنا وقت ایک ایسے کام کے سیکھنے پر ضائع کیا جس کا نہ دنیا میں کوئی فائدہ اور نہ ہی آخرت میں۔

کوئی چھتیس گھنٹے سائیکل چلائے تو لوگ اسے فخر سے دیکھتے ہیں حالانکہ سوچنا چاہئے کہ اس کے چھتیس گھنٹے سائیکل چلانے سے نہ ہی دنیا کا کوئی فائدہ اور نہ ہی آخرت کا، کسی احمق کے چھتیس گھنٹے سائیکل چلانے سے نہ ہی پاکستان کو کوئی ترقی ہوسکتی ہے اور نہ ہی حملہ آور دشمن کی فوجیں بھاگ سکتی ہیں، بس ایک بے فائدہ کام میں لگے اس پر ناز کرتے رہتے ہیں۔

ایک بار ہمارے ایک بے تکلف پڑوسی کے ہاں ایک شخص آیا جو بلیڈ کھا جاتا تھا، اسے دیکھنے کے لئے ان کے گھر پر لوگ جمع ہوگئے، ان پڑوسی نے مجھ سے بھی کہا کہ ذرا سی دیر آپ بھی دیکھ لیں، میں نے جواب دیا کہ میرے اللہ نے مجھے کام کے لئے پیدا فرمایا ہے، ایسی خرافات دیکھنے کے لئے میں پیدا ہی نہیں کیا گیا، پھر خیال آیا کہ

بلیڈ کھانے والے احمق اور دیکھنے والوں کو تبلیغ کروں کہ ایسی خرافات میں اپنا وقت کیوں ضائع کر رہے ہو؟ اس لئے میں چلا گیا، میرے پہنچنے پر وہ شخص کہنے لگا کہ جیسا بلیڈ میں کھاتا ہوں وہ یہاں ملا نہیں، وہ خاص قسم کا بلیڈ ہے جو موڑنے سے ٹوٹتا نہیں، میں اسے منہ میں رکھ کر زبان کی مدد سے گول کر کے اندر نگل لیتا ہوں، میں نے کہا چلئے میں نے تسلیم کر لیا کہ آپ بلیڈ کھا جاتے ہیں لیکن یہ تو بتائیے کہ آپ بلیڈ کیوں کھاتے ہیں؟ اس نے کوئی جواب نہیں دیا خاموش رہا، تو میں نے حاضرین کو اس کی وجہ سمجھائی۔

خرافات میں لگنے کی وجہ:

حب دنیا دو چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے:

① حب مال ② حب جاہ۔

یہ دونوں چیزیں تمام فضول کام کرواتی ہیں، حب مال تو یہ کہ پیسہ ملتا ہے اور حب جاہ یہ کہ لوگ واہ واہ کریں گے کہ دیکھو بلیڈ کھا گیا، موت کے کنویں میں اتر گیا، دس سوئیوں کے ناکوں میں سے سوئی پار کر دی، حب مال وحب جاہ یہ دونوں چیزیں دنیا وآخرت کو تباہ کرنے والی ہیں۔

اصل کمال:

کمال تو یہ ہے کہ اللہ کو راضی کر کے دنیا وآخرت دونوں بنالو! محبت کے تمام اسباب یعنی مال، کمال، جمال، نوال اور قرب یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔

مال: مال اتنا زیادہ کہ سارے خزانے اسی کے قبضہ میں ہیں۔

کمال: اللہ تعالیٰ کا کمال کسی پر مخفی نہیں۔

جمال: جو تمام جمالوں کا پیدا کرنے والا ہے، خود اس کے جمال کا کیا عالم ہوگا؟
نوال: (احسان) اتنا عظیم کہ رب العالمین ہے۔
قرب: قرب اتنا کہ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔
فکر میں یہ تمام باتیں آ جاتی ہیں انسان ان کو سوچتا رہے تو اللہ تعالیٰ سے محبت بڑھتی ہے، جب ایک مخلوق کے بارے میں یہ سوچا جائے کہ وہ کتنا بڑا مالدار ہے، کیسا باکمال ہے، بہت خوبصورت بھی ہے، اس سے میرا فلاں رشتہ ہے، اس کے مجھ پر احسانات ہیں، وہ میرا دوست ہے، اسے مجھ سے کیسی محبت ہے، سو جب ایک مخلوق کے بارے میں ان باتوں کے سوچنے سے محبت بڑھتی ہے تو خالق جو ان سب چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے اس کے ساتھ محبت کیسے نہیں ہوگی؟

دسواں نسخہ ''کثرت دعاء'':

قرآن مجید میں دعائیں بہت کثرت سے ہیں، ان دعاؤں میں یہ فائدے ہیں:

1. اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں میں دنیا و آخرت دونوں کی فلاح و بہبود، ہر قسم کی خیر اور بھلائی مانگنے کی تعلیم و ترغیب دی ہے اور دعاؤں کو قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔
2. دعاء مانگنے سے مرض عجب سے حفاظت رہتی ہے، اس لئے کہ دعاء میں اپنے عجز اور اللہ تعالیٰ کی عنایت پر نظر رہتی ہے۔
3. دعاء مانگنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت میں ترقی ہوتی ہے جو ہر قسم کی نافرمانیوں سے بچنے اور دنیا و آخرت کی راحت و سکون کی کلید ہے۔

رمضان میں گناہ چھڑانے کے دس نسخے بتائے تھے جن میں چوتھا نسخہ ''تلاوت قرآن'' بتایا تھا، پھر بتایا تھا کہ قرآن میں دس نسخے ہیں جن کا بیان پورا ہوگیا، اب رمضان کے باقی نسخوں میں سے پانچویں نسخے کا بیان شروع ہوتا ہے۔

رمضان میں پانچواں نسخہ ’’نقل محبت‘‘:

بات یہاں سے چلی تھی کہ رمضان میں گناہ چھڑانے کے نسخے ہیں، چار نسخے تو تفصیل سے بیان ہو چکے، اب سنئے پانچواں نسخہ، وہ ہے ’’نقل محبت۔‘‘

رمضان کی آمد آمد ہے، اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس کا انتظار ہے، اس کی خوشی ہے، اس کے لئے اشتیاق و بے تابی ہے کہ رمضان آئے تو مالک کو راضی کرلیں۔ اب سوچنا یہ ہے کہ رمضان کی آمد پر مالک کو کیسے خوش کریں؟ ان کی رضا کیسے حاصل ہو؟ صرف رمضان کے آنے سے ہی تو اس کی برکتیں نہیں مل جائیں گی، رمضان تو سب پر آتا ہے، فساق، فجار، کفار سب رمضان گذارتے ہیں تو کیا سب کی بخشش ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں! اس کے لئے تو کچھ کرنا پڑے گا، سو یہ محبت کا مہینہ ہے اس میں مسلمان محبت کی نقل اتارتا ہے، عشق کا مظاہرہ کرتا ہے، نقل کو اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتے ہیں، اس میں اثر ڈال دیتے ہیں، دیکھئے! دنیا میں کسی انسان سے محبت پیدا کرنا چاہیں تو اسے کہیں: بھائی! مجھے آپ سے محبت ہے، آپ سے بڑی محبت ہے! وہ آپ کی طرف مائل ہوگا اور واقعۃً محبت پیدا ہو جائے گی۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ یوں کہیں کہ آپ کو مجھ سے محبت ہے، اگر اسے محبت نہ بھی تھی تو آپ کے کہنے سے ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ کو ہماری کیفیت معلوم ہے کہ انہیں ہم سے محبت نہیں، ان کے دعوے خام ہیں، محبت کے بغیر ان کی نجات مشکل ہے، اس طرح یہ جہنم کا ایندھن بنیں گے، ان کے رحم و کرم کو جوش آیا کہ بندوں کو جہنم سے بچایا جائے، کس طرح بچایا جائے؟ کہ محبت کا تخم ان کے دلوں میں بویا جائے، محبت آگئی تو ہم سے تعلق جڑ جائے گا، شیطان سے بچ جائیں گے، جہنم سے محفوظ رہیں گے، سو اس رحمت کے نتیجے میں بندوں کو رمضان کی نعمت سے نوازا جو عشق و محبت کا مظہر ہے، مظہر کیسے؟ صبح صادق سے غروب آفتاب تک بھوکے پیاسے پھر رہے ہیں، راتوں کو تراویح کے لئے صف بستہ کھڑے

ہیں، یہ محبت کی نقل ہے کہ یا اللہ! تیری خاطر، تیری محبت میں یہ سب کچھ کر رہے ہیں، ان کی رحمت کو بھی جوش آئے گا اور محبت کا بدلہ دیں گے یعنی جہنم سے نجات اور جنت کی نعمتیں۔

ہاں محبت کا یہ اصول نہ بھولیئے کہ اس کی نقل اتارنے کے لئے بھی صرف زبانی دعویٰ کافی نہیں ہوتا، محبوب کی صورت اختیار کرنی پڑتی ہے، اس کا کہنا ماننا پڑتا ہے، کچھ کئے بغیر صرف دعویٰ تو فریب ہی ہے، محبت کی تھوڑی سی نقل آپ اتار لیں، آگے اسے اصل وہ بنا دیں گے، نقل اتارنے سے سچی محبت دل میں اتر جائے گی اور محبوب کی نافرمانی چھوٹنا شروع ہو جائے گی، بس محبت والوں کی صورت بنا لیجئے، ان کی نقل اتارنا شروع کر دیجئے، یہ دعاء بھی کرتے رہئے۔

؎ ترے محبوب کی یا رب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

یا اللہ! تیرے محبوب کی صورت تو اختیار کر لی ہے، تیرے محبوب کی صورت تجھے محبوب ہے، اس صورت کے طفیل ہمیں بھی اپنا محبوب بنا لے، محبوب کی صورت اختیار کر لینے سے بھی بہت کچھ ہاتھ آتا ہے، انہیں تو دینے کے لئے بہانہ چاہئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جب جادوگر آئے تو انہوں نے اپنی رسیاں اور چھڑیاں پھینکیں جو جادو کے اثر سے سانپوں کی صورت میں نظر آنے لگیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا پھینکا تو وہ اژدھا بن گیا اور جادوگروں کی رسیوں اور چھڑیوں کے جو سانپ بن گئے تھے ان سب کو نگل گیا، وہ جادوگر ایمان لے آئے، ایمان بھی کتنا پکا، ایک ہی لمحہ میں فوراً وہیں کے وہیں اتنا پکا ایمان کہ فرعون نے کہا کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا، سولی پر چڑھا دوں گا، تمہیں ختم کر دوں گا تو وہ جواب میں کہتے ہیں:

﴿فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴾

(۲۰-۷۲)

جو چاہے کر لے، ایسا بھی تو ہوسکتا تھا کہ جناب ہم سے کیا قصور ہو گیا، مذاکرات کر لیجئے، موسیٰ علیہ السلام سے کہتے کہ آپ فرعون سے کچھ بات کریں، مذاکرات کریں، سمجھنے سمجھانے کی بات کریں پھر یہ ہے کہ لکم دینکم ولی دین چلو نہیں مانتے تو تم اپنے دین پر رہو ہمیں ہمارے دین پر چھوڑ دو، فرعون صاحب کیا ہو گیا، اگر ہم ایمان لے آئے چلو بخش دو، چھوڑ دو، نرمی سے بات کر سکتے تھے، خوشامد کر سکتے تھے سمجھنے سمجھانے کی بات کر سکتے تھے مگر وہ تو فرعون کو اور چڑا رہے ہیں:

﴿فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴾

ایک لمحہ میں ایسی ہمت کہ جو چاہے کر لے زیادہ سے زیادہ کیا کر لے گا یہی کہ دنیا کی زندگی ختم کر دے گا، کر دے سبحان اللہ! اور کیا چاہئے وطن پہنچ جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب میں شوق وطن آخرت اور اپنی محبت اتنی پیدا فرما دی کہ ان کے نزدیک دنیا کی قدر و قیمت مچھر کے پر جتنی بھی نہ رہی ان پر تو اللہ کی یہ رحمت ہوئی، ادھر فرعون نے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گود میں پالا، جوانی تک حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس رہے، موسیٰ علیہ السلام کی صحبت میں فرعون نے کتنی مدت گذاری مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا اور جادوگر ایک لمحہ میں کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ اس کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لباس میں آئے تھے، اس زمانے میں یہ دستور تھا کہ مقابلہ کے وقت دونوں فریق ایک جیسے لباس میں ہوں اس لئے جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا لباس پہن کر آئے اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی شباہت پسند آگئی، ان کی رحمت کو محبوب کی نقل اتارنے والوں پر جوش آگیا اور اسی لمحہ ایمان میں ایسے کمال سے نوازا کہ وہ بے دھڑک پکار اٹھے اور فرعون جیسے جابر و ظالم بادشاہ کو تحدی (چیلنج) کر دی:

﴿فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝﴾

اللہ تعالیٰ نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا، یہ محبت کی نقل کے کرشمے ہیں۔ بعض کتابوں میں ایک قصہ لکھا ہوا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو مع لشکر کے سمندر میں غرق کردیا تو کافروں میں سے ایک شخص بچ گیا جو استہزاء کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نقل اتارا کرتا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی زبان صاف نہیں تھی تو وہ مذاق اڑاتا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ! یہ تو میرا سب سے بڑا دشمن ہے، یہ تو مجھ سے استہزاء کے طور پر میری نقل اتارتا تھا اس کو تو سب سے پہلے غرق کرنا تھا اسے کیسے چھوڑ دیا؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا: ”موسیٰ! یہ تیری نقل اتارتا تھا جو میرے محبوب کی نقل اتارے اسے میں کیسے غرق کردوں۔“ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آگیا آخرت کا معاملہ تو جو ہے سو رہے گا مگر دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اس کو غرق ہونے سے بچالیا حالانکہ وہ محبت سے نقل نہیں اتارتا تھا، وہ تو عداوت کی وجہ سے ایسا کرتا تھا تو جو اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل محبت سے اتارے اس پر اللہ تعالیٰ کی کیسی رحمت ہوگی۔

رمضان میں مرغوب چیزوں کو چھوڑ دینا، چند گھنٹے ان سے صبر کرلینا اہل محبت کی نقل ہے، عاشقوں کی سی صورت ہے، اسی صورت کے طفیل عشق کی چنگاری دل میں پڑتی ہے اور شعلہ بن کر ہر ماسوا کو بھسم کردیتی ہے، عاشق اپنے معشوق کے سوا ہر چیز کو بھول جاتا ہے۔

حضرت بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں سونے کے لئے بستر پر لیٹا تو محبوب کا خیال آگیا، خیال کیا آیا؟ سینے میں آگ سی لگ گئی، اس نے نیند اڑادی، ایسا بے چین و بے کل کردیا کہ اب نہ لیٹا جاتا ہے نہ بیٹھا جاتا ہے۔

شروع میں تو نقل بنا بنا کر محبت پیدا کرنی پڑتی ہے، اس کے بعد بجلی کے تار کی مانند چمٹ جاتی ہے، پھر عاشق پیچھا چھڑانا بھی چاہے تو نہیں چھوڑتی، بس ایک بار نقل

اتار کر دیکھ لیجئے!

؎ خواب را بگذار امشب اے پسر
یک شبے در کوئے بے خوابان گذر

ایک رات کے لئے نیند کو خیر باد کہہ دو، یہ رات بے خوابوں کی گلی میں گذار دو، بس اتنا کر کے دیکھ لو، پھر یہ بے خوابی ایسی دامن گیر ہو جائے گی کہ پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قصہ:

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ جب حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ مجھ سے اذکار و اشغال نہیں ہوسکیں گے، اس لئے کہ پڑھنے پڑھانے اور دوسرے علمی کاموں کی مشغولیت اس قدر ہے کہ اذکار واشغال کی فرصت ہی نہیں مل سکے گی، یہ حضرات صیاد ہوتے ہیں، پھانسنے کے ماہر، فرمایا کہ ذکر کرنے کا طریقہ سیکھ لیجئے، اس میں کیا حرج ہے کبھی موقع مل جائے تو کر لیا کریں ورنہ نہیں۔ خادم کو اشارہ فرمادیا کہ ان کا بستر میرے قریب ہی لگادو! اس نے لگادیا تنور کے قریب، بھلا کسی کو نیند کیسے آئے؟

؎ جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیئے لاکھوں
اس قلب میں یا اللہ! کیا آگ بھری ہوگی

اب بستر پر کروٹوں پر کروٹیں بدل رہے ہیں، نیند بھلا کہاں آئے؟ بڑے میاں نے نہ جانے کیا پھونک دیا؟

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کو نیند نہیں آرہی، سوچا چلو آج رات تو کچھ کرلیں، دل میں ایک درد سا اٹھا، اب تو جال میں پھنس گئے، نکلنا کہاں نصیب ہو؟ کمبل نہ چھوڑنے کا قصہ تو سن ہی رکھا ہوگا، بہت مشہور ہے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ اس رات اٹھ کر نوافل اور ذکر میں مشغول ہوگئے، پھر تو زندگی بھر یہ مشغلہ بن گیا، بس ایک رات بے خوابوں کے کوچے میں گذار دی اب عمر بھر کے لئے بے خواب بن گئے۔

ہاں! تو نقل اتارنے سے بھی بہت کچھ مل جاتا ہے، ساحران فرعون کا قصہ بارہا سن چکے ہیں، ذرا اس میں غور کریں، حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں اس کی گود میں پلے بڑھے، فرعون موسیٰ علیہ السلام کی طبعیت وفطرت کو، ان کی صداقت کو خوب سمجھتا تھا، اسے یقین کامل تھا کہ آپ سچے نبی ہیں مگر دیکھئے ہدایت نہ ہوئی۔ اس کے برعکس جو جادوگر مقابلہ میں آئے وہ ہدایت پاگئے اور اپنی غلطی کا اعتراف کرکے زمین پر سجدہ ریز ہوگئے، ماجرا کیا ہے؟ جس نے سالہا سال موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا بلکہ اپنے ہاتھوں میں پال پوس کر بڑا کیا وہ محروم، اور جو ایک دن کے لئے آئے وہ کامیاب وسرفراز ہوگئے، اس کی وجہ یہ تھی کہ جادوگر موسیٰ علیہ السلام کی صورت بنا کر آئے تھے، ان جیسا لباس پہن کر آئے تھے، بس نقل محبت نے ہی ان کا بیڑا پار کردیا، اللہ تعالیٰ کی محبت نے دستگیری کی، محبت کی چاٹ لگ گئی، ایمان کی حلاوت نصیب ہوگئی، پھر تو یہ کیفیت ہوئی کہ فرعون کو بھی رو در رو کھڑے ہوکر کلمہ حق سنایا اور موت سے کھیل گئے، نقل کو محبت پیدا کرنے میں بڑا دخل ہے۔

ترے محبوب کی یا رب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں

رمضان کے اعمال نقل محبت ہیں، دن بھر بھوکے پیاسے رہے، رات کو نیند کا غلبہ ہے، اونگھ رہا ہے مگر تراویح نہیں چھوڑتا، یہ سب محبت کی نقل اتاری جارہی ہے، اس کا لازمی اثر یہ ہوگا کہ گناہ چھوٹیں گے، محبوب کی حقیقی محبت دل میں جاگزیں ہوگی، اس کی نافرمانی کا خیال دل سے نکل جائے گا۔

چھٹا نسخہ "کوشش اور دعاء":

کوشش اور دعاء، ان دونوں کا باہم خاص ربط ہے، اس لئے دونوں کے مجموعہ کو ایک نمبر شمار کیا گیا۔

ایک اشکال:

یہاں پھر وہی اشکال عود کر آتا ہے کہ مہینہ بھر روزے رکھنے اور تراویح پڑھنے کے باوجود مسلمان کے گناہ کیوں نہیں چھوٹتے؟ اسے تو اس دوران بزرگ بن جانا چاہئے، اس کا جواب بارہا دے چکا ہوں کہ یہ نسخہ اس مریض کے لئے ہے جو صحت کا طالب ہو، مرض سے شفایاب ہونا چاہتا ہو۔ آج کے مسلمان نے یہ طے کر رکھا ہے کہ وہ روزے رکھے گا، تراویح پڑھے گا مگر یہ سب کچھ کرنے کے باوجود گناہ ایک بھی نہیں چھوڑے گا، روزے کی حالت میں بھی گناہ کرتا ہی رہتا ہے، ایسے مسلمان کو رتی بھر فائدہ نہیں پہنچے گا۔

محبت کی علامت بتا چکا ہوں کہ گناہ چھوٹ جائیں، گناہ چھوٹنے سے جہنم سے نجات اور جنت کی نعمتوں کا فیصلہ ہوگا، جو شخص جہنم کو گلے لگائے بیٹھا ہو اس سے چھٹکارا چاہتا ہی نہ ہو تو اس کا کسی کے پاس کیا علاج؟

ہاں! جو مسلمان کہتا ہے میں جہنم سے ڈرتا ہوں، گناہ چھوڑنا چاہتا ہوں، بالخصوص رمضان میں اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کرنا چاہتا ہوں مگر گناہ چھوٹتے نہیں، ایسے لوگوں کو ہمت ہارنے کی بجائے دو کام کرنے چاہئیں، پہلی چیز ہے کوشش۔

کوشش کے بغیر دنیا کا کوئی ذرا سا کام بھی نہیں ہوتا، کوئی پتا بھی نہیں ہلتا تو عمر بھر کے گناہ بغیر کوشش کے صرف تمنا کرنے سے تو نہیں چھوٹ سکتے، سو پہلی چیز کوشش ہے۔ دوسرے نمبر پر اس دعاء کا اہتمام:

"یا اللہ! میں گناہ چھوڑنا چاہتا ہوں، تیرا بندہ بننا چاہتا ہوں مگر نفس و

شیطان میری راہ میں رکاوٹ ہیں، یہ مجھے جہنم میں دھکیلنا چاہتے ہیں، تو ہی میری دستگیری فرما، مجھے گناہوں سے بچا، نفس وشیطان کی دست برد سے مجھے چھڑا۔“

کوشش بھی جاری رکھے گا تو اللہ تعالیٰ کی مدد پہنچ جائے گی، دعاء میں اثر پیدا ہوگا، یہ دو کام کر کے دیکھیں گناہ فوراً چھوٹنے شروع ہو جائیں گے، ہاں! ایک دو دن یہ کام کر کے بیٹھ نہ جائیں بلکہ مہینہ بھر نفس سے کشتی جاری رکھنا ہے، دعاء کی پابندی ترک نہ کریں، آخر عمر بھر کی میل کچیل اور گندگی ایک دو دن میں تو صاف نہیں ہو سکتی، صفائی کے لئے مہینہ چاہئے، یہ نصاب (کورس) ہے جو مریض کو مکمل طور پر استعمال کرنا لازم ہے۔ جیسے ڈاکٹر سے پوچھتے ہیں کہ اس مرض کے علاج کا نصاب (کورس) کتنا ہے؟ وہ بتاتا ہے مہینہ یا دو مہینے یا سال، مریض پابندی سے ڈاکٹر کی ہدایت پر عمل کرتا ہے، رمضان شروع ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی محبت روحانی مریضوں پر متوجہ ہوگئی گویا انہیں ہسپتال میں داخلہ مل گیا، علاج شروع ہوگیا جو مہینہ بھر جاری رہے گا۔ اب جو ہسپتال میں داخلہ ہی نہ لے یا لے کر درمیان میں کسی وقت بھاگ جائے اسے قطعاً کوئی فائدہ نہیں ہوگا، علاج شروع ہونے کے بعد کچھ دیر سے دواء کا اثر محسوس ہوتا ہے، یوں تو جس دواء میں اللہ تعالیٰ نے شفاء رکھی ہے اس کی پہلی خوراک میں ہی اثر ہوتا ہے بلکہ ایک قطرے میں بھی اثر ہوتا ہے مگر یہ اثر ظاہر نہیں ہوتا، محسوس نہیں ہوتا، اس کا احساس چند دن تک دواء استعمال کرنے کے بعد ہی ہوتا ہے، کوئی گنہگار جیسے ہی نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا، گناہ چھوڑنے کی کوشش شروع کی اس کا علاج شروع ہوگیا، صحت یاب ہونا شروع ہوگیا مگر اس کا اثر چند دن بعد معلوم ہوگا۔

گناہ چھڑانے کے اس نسخے کے دو جزء ہیں:

کوشش اور دعاء۔ دونوں کا استعمال شروع کر دیں دس دن بعد خاطر خواہ فائدہ محسوس کریں گے، دل میں گناہوں سے نفرت پیدا ہو جائے گی اور گناہ کچھ کچھ چھوٹتے

محسوس ہونے لگیں گے، اس کے بعد مزید دس دن تک پابندی کرنے سے مغفرت ہوجائے گی اور تیسرے عشرہ میں مکمل طور پر صحت یاب ہوجائیں گے، یہ ہے "النجاۃ من النار" کا عشرہ، اس میں جہنم سے رہائی کا پروانہ مل جائے گا، کوئی پوچھے کہ بخشش تو بیس دن بعد ہی ہوگئی تھی تو اس کا کیا مطلب کہ کامل نجات آخری عشرے میں ہوگی؟

جواب یہ ہے کہ نجات کے کئی درجے ہیں، ادنیٰ درجے کی نجات تو بیس دن بعد ہوگی، دو چار غوطے دینے کے بعد نکال دیا جائے گا اور اعلیٰ درجے کی نجات جس میں جہنم کی ہوا بھی نہ لگے، دور ہی دور سے نجات ہوجائے یہ مہینہ بھر کوشش کے بعد ملتی ہے۔ ادنیٰ درجے کی نجات بیس دن بعد ہی مل جاتی ہے، اس کے بعد اگر مسلمان کوشش میں فرق نہیں آنے دیتا، کوشش اور دعاء کا سلسلہ جاری رکھتا ہے، گناہ چھوڑتا چلا جاتا ہے تو ایک مہینہ بعد کامل درجہ کی نجات نصیب ہوگی۔

میں یوں دعاء کیا کرتا ہوں:

"یا اللہ! مجھے جہنم کی آگ سے اتنی دور رکھ، اتنی دور کہ بالکل پتا ہی نہ چلے کہ جہنم کیا ہے اور کہاں ہے؟"

قرآن مجید میں ایک جگہ اہل جنت اور اہل جہنم کا آپس میں مکالمہ مذکور ہے، دونوں فریق آپس میں گفتگو کریں گے، میں تلاوت کرتے ہوئے جب ان آیتوں پر پہنچتا ہوں تو ساتھ ساتھ یہ دعاء کرلیتا ہوں:

"یا اللہ مجھے جہنم سے دور رکھئے! بہت دور، ہم میں اہل جہنم سے مکالمہ کرنے کی ہمت نہیں، یہ تو بڑے دل گردے والے جنتی ہوں گے جو جنت میں بیٹھ کر جہنم کا نظارہ کریں گے، اہل جہنم سے گفتگو کریں گے، ہمارا یہ حوصلہ نہیں، ہم دور ہی ٹھیک ہیں۔"

ساتواں نسخہ "جسمانی ضعف":

گنتے جایئے! گناہ چھڑانے کے چھ نسخوں کا ذکر ہوچکا۔ ساتواں نسخہ ہے "تنقیہ"۔

روزہ رکھنے سے روزہ دار کو ضعف محسوس ہوتا ہے، طبیعت میں اضمحلال آجاتا ہے، یہ ضعف و اضمحلال بھی گناہ چھڑانے کا ایک مستقل نسخہ ہے، کمزوری پیدا ہونے سے نفس کی شوخی ختم ہوجاتی ہے، نافرمانی کا جذبہ سرد پڑجاتا ہے، بالخصوص گرم علاقوں میں اور بڑے دنوں میں روزہ رکھنا تو بڑا مجاہدہ ہے، اس سے بدن میں کمزوری اور جذبات میں پژمردگی آجاتی ہے جو گناہ چھڑانے کا علاج اور نفس شریر کیلئے لگام ہے۔

یہاں ایک بات سمجھ لیں! وہ یہ کہ بعض علماء نے لکھا ہے روزے کی اصل حکمت چونکہ نفس کی قوت کو توڑنا ہے اس لئے افطار کے بعد بھی زیادہ کھانے پینے سے احتراز کرنا چاہئے، پیٹ بھر کر کھالیا تو نفس میں قوت آئے گی اس طرح روزے کی حکمت فوت ہوجائے گی، یہ ان حضرات کی رائے ہے، محققین فرماتے ہیں ایسے پرہیز کی کوئی حاجت نہیں، جب اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے روک دیں تو رک جاؤ اور جب کھانے پینے کی اجازت مرحمت فرمادیں تو خوب کھاؤ پیو۔

؎ چون طمع خواہد زمن سلطان دین
خاک بر فرق قناعت بعد زین

مالک تو کہے کھاؤ پیو مگر بندہ نخرے کرے، یہ بات شان بندگی کے خلاف ہے، اگر یہ بات کسی درجے میں مطلوب ہوتی تو اللہ تعالیٰ بندوں کو ضرور اس کا حکم دیتے، آخر یہ حکمت اللہ تعالیٰ سے تو اوجھل نہ تھی؟ انہوں نے بندوں کو اس کا مکلف کیوں نہ کیا؟ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا پابند نہ کیا بلکہ اس کے برعکس فرمایا:

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا﴾

کہ کھاؤ پیو تو ہمارے لئے اپنی طرف سے اس قسم کی حکمت و مصلحت گھڑنے کا کوئی جواز نہیں، حکمت و مصلحت وہ قابل قبول ہے جو حدود شرع کے اندر رہ کر سمجھی جائے، جس حکمت کا شریعت میں کوئی اشارہ نہ ملتا ہو وہ قابل قبول نہیں، بس صاف صاف بات یہ ہے کہ طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانا پینا چھوڑ دو مگر جیسے

آفتاب غروب ہو:

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا﴾

خوب کھاؤ پیو، یہ بھی نہیں کہ ذرا سا کھا پی کر ہاتھ کھینچ لو، خوب کھاؤ! خوب پیو! حتیٰ کہ صبح کا سفید تاگا ظاہر ہو، مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ بے تحاشا کھاتے چلے جاؤ، جس سے بدہضمی ہو اور قے آنے لگے، ہر کام میں اعتدال مطلوب ہے، کھاؤ بھی اس حد تک جسے بسہولت ہضم کرسکو جو بیماری کی بجائے صحت کا ذریعہ بنے، نہ بہت زیادہ کھاؤ نہ بہت کم۔

اب یہ اشکال ہوگا کہ اس طرح جب کھانے پینے کی چھوٹ ہوگئی تو روزے کی مصلحت کیسے پوری ہو؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ جو مصلحت اور حکمت انسان سمجھتا ہے ضروری ہے کہ وہ حکم شریعت کے تابع ہو، یہ نہیں کہ انسانی دماغ میں جو حکمت و مصلحت آئی، حکم کو اس کے تابع کردیا جائے۔ اس سے قلب موضوع لازم آئے گا۔ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تو اتنا ہے کہ غروب تک کھانے پینے سے رکے رہو لیکن آپ کے ذہن نے اس کے ساتھ یہ بات بھی اختراع کرلی کہ دن میں کھانا پینا چھوڑنے کے ساتھ ساتھ رات میں بھی کم کھاؤ پیو ورنہ روزے کی حکمت جاتی رہے گی اور کسر نفس نہ ہو سکے گا۔

اس حکمت پر عمل کرکے ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے قطعی حکم کو کیسے تبدیل کردیں؟ وہ تو غروب کے بعد کھانے پینے کی کھلی چھوٹ دے رہے ہیں، آپ اس سے منع کر رہے ہیں، یہ ایک بات ہوئی۔ دوسری بات یہ ہے کہ روزے کی افادیت، اس کی تاثیر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادی۔ ارشاد فرمایا:

''جس کو شادی کرنے کی استطاعت نہ ہو وہ روزے رکھے۔'' (متفق علیہ)

روزے میں یہ اثر ہے کہ وہ اس کی قوت شہویہ کو کمزور کردے گا، نفس کو خصی کر

دے گا۔ (اس نسخہ پر اشکال و جواب ’’جواہر الرشید‘‘ جلد۲ جوہرہ نمبرا۷ میں ہے، جامع) اگر اس مصلحت کا حصول اس بات پر موقوف ہوتا کہ دن میں روزے رکھنے کے ساتھ ساتھ رات میں بھی کم کھائیں اور بھوکے ہی رہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اسے بیان فرما دیتے۔ جب نفس پر قابو پانے اور اسے رام کرنے کا نسخہ ہی بیان فرما رہے ہیں تو یہ اہم جزء کیسے چھوڑ دیا کہ صرف دن کا روزہ رکھیں، رات کو کھانے پینے کی کھلی چھوٹ ہے؟ روزے کے جو فوائد ہیں، اس میں جو حکمتیں ہیں، جو مصلحتیں ہیں وہ سب روزہ رکھنے سے حاصل ہو جائیں گی خواہ رات کو پیٹ بھر کر ہی کھانا کھائیں، بلکہ مقویات، مشروبات اور ہر طرح کی نعمتیں استعمال کرتے رہیں اس سے حصول مقصد میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، ہر حکمت روزہ رکھنے میں ہی پنہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی حکمت سمجھ میں آئے نہ آئے بس بندے کا کام ہے آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لینا۔ حکیم ڈاکٹر سے بھی نسخہ ہی لے آتے ہیں اس کی حکمت تو نہیں پوچھتے۔ وہ اپنے نسخوں کی حکمت اور ان کی اہمیت وافادیت خود سمجھتے ہیں، مریض کو ان باتوں سے کیا واسطہ؟ اللہ تعالیٰ بھی اپنے احکام کی حکمت و مصلحت خوب جانتے ہیں۔ بھلا جس نے پیدا کیا وہ بھی نہ جانے، کیا یہ ممکن ہے؟

﴿الا یعلم من خلق﴾ (۶۷ - ۱۴)

نفس کا خالق وہی، نفس کی خواہشات کا خالق بھی وہی، کھانے پینے پر اثر مرتب کرنے والا بھی وہی۔ جب انہوں نے فرما دیا تو ہمارے لئے چون وچرا کی گنجائش نہیں، رات کو کسی قسم کا پرہیز کئے بغیر پیٹ بھر کر کھانے پینے سے بھی روزہ کی حکمت حاصل ہو جاتی ہے اور قوت شہویہ کمزور پڑ جاتی ہے۔ چلئے آخر میں اس کی حکمت بھی سمجھا دیتا ہوں وہ یہ کہ تجربہ کی بات ہے کہ کھانے پینے کے اوقات بدلنے سے بھی طبیعت میں ضعف واضمحلال پیدا ہوتا ہے، جب صبح صادق سے مغرب تک پورا وقت مسلسل بغیر کھائے پیئے آپ نے گذار دیا اور جن اوقات میں کھانے پینے کا معمول تھا

وہ اوقات بھوک میں گذار دیئے تو ضعف ونقاہت اس کا لازمی نتیجہ ہوگا، تجربہ کر کے دیکھ لیجئے۔

رمضان سے پہلے اپنی قوت کا اندازہ کر لیں، اس کے بعد رمضان بھر مقویات استعمال کرتے رہیں، طاقت کے انجکشن بھی لگواتے رہیں، وٹامن بھی خوب استعمال کریں مگر روزے پورے کرنے کے بعد قوت میں کمی محسوس کریں گے، شرعاً، عقلاً، تجربۃً، ہر پہلو سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حکم کے مطابق عمل کرنے سے مطلوبہ مصلحت اور حکمت ازخود حاصل ہو جاتی ہے۔

آٹھواں نسخہ ''شیاطین کا مقید ہو جانا'':

الحمدللہ! گناہ چھڑانے کے سات نسخے مکمل ہو گئے۔ اب سنئے آٹھواں نسخہ۔ وہ ہے ''رمضان میں شیاطین کا مقید ہو جانا۔''

انسان کو شرارت اور سرکشی پر آمادہ کرنے والی چیزیں دو ہیں:

نفس اور شیطان، شیطان سے حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی یوں دستگیری فرمائی کہ رمضان میں اسے قید کر دیا۔ اس پر کسی کو اشکال ہو سکتا ہے کہ اگر شیاطین قید میں ہیں تو رمضان میں لوگ گناہ کیوں کرتے رہتے ہیں؟ اس دوران تو سب کو پکے سچے مسلمان بن جانا چاہئے۔ اس کے کئی جواب ہیں:

ایک تو یہ کہ بڑے شیاطین مقید ہوتے ہیں، ان کے کارندے کام کرتے رہتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ گناہ کرانے کے لئے صرف شیطان ہی اکیلا نہیں انسان کا اپنا نفس بھی تو ہے، بتایئے شیطان کو کس نے گمراہ کیا تھا؟ اگر شیطان کے لئے دوسرا شیطان ضروری ہے جس نے اسے گمراہ کیا تو اس دوسرے شیطان کے لئے بھی تیسرے شیطان کا وجود ضروری ہے، پھر تیسرے شیطان کے لئے چوتھا شیطان

ضروری ہوا، اس طرح تسلسل لازم آئے گا جو رکنے کا نام نہ لے گا، حقیقت یہ ہے کہ بڑے شیطان کو اس کے نفس نے گمراہ کیا۔ اصل شیطان تو نفس ہے جس نے ابلیس کو بھی گمراہ کیا، شیاطین اس مہینے میں مقید ہو جاتے ہیں مگر سب سے بڑا شیطان یعنی نفس تو انسان کے اندر موجود رہتا ہے، وہ اپنا عمل جاری رکھتا ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ گیارہ ماہ تک شیطان کا انسان پر تسلط رہا وہ اپنا زہر مسلسل چھوڑتا رہا، گیارہ ماہ تک ڈستا رہا۔ اب ایک ماہ میں گیارہ ماہ کا زہر کیسے ختم ہوگا؟ وہ تو ختم ہوتے ہوتے ہی ختم ہوگا۔ سو بارہویں مہینے میں گو شیطان قید ہو جاتا ہے مگر اس کا چھوڑا ہوا زہر اپنا اثر دکھاتا رہتا ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ شیطان اور اس کے حواری جنات رمضان میں مقید ہو جاتے ہیں مگر انہوں نے انسانوں میں سے کئی شیطان تیار کر لئے ہوتے ہیں، یہ انسانی شکل کے شیطان اپنا کام جاری رکھتے ہیں اور اصل شیطانوں سے بھی کہیں بڑھ کر کام کر جاتے ہیں۔ پورے گھر میں بے چارہ ایک فرد مسلمان بننا چاہتا ہے، گناہوں سے اپنا دامن بچانا چاہتا ہے مگر شیطانوں میں گھرا ہوا ہے۔ بیوی، والدین، بھائی، بہن اور مختلف ''زاد'' بہکانے پر تلے ہوئے ہیں۔ چچا زاد، پھوپی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد ''زادیوں'' کو بہکانے میں شیاطین سے بھی بڑا کردار ادا کرتے ہیں۔ اس بے چارے کی بھی حاجات سب سے وابستہ ہیں، کسی کے رشتے کا پاس ہے، کسی سے طمع ہے، کسی سے خوف ہے، کسی کی محبت ہے۔ اسے بہکانے اور راہ راست سے ہٹانے کے لئے سب مصروف ہیں، سرتوڑ کوششیں کر رہے ہیں، کہیں ہمارے ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ بڑا شیطان تو قید ہے مگر اپنے گھر میں شیاطین کا یہ پورا جتھا تو کھلا ہوا ہے اور پوری آزادی سے مصروف عمل ہے، ان شیاطین سے تو مفر نہیں، ان سے مقابلہ کئے بغیر پوری ہمت دکھائے بغیر انسان کا چھوٹ نکلنا ممکن نہیں۔

کان کھول کر سن لیجئے! حدیث میں جو آخری عشرہ کو: النجاۃ من النار۔ فرمایا

گیا ہے یہ ہر شخص کے لئے نہیں کہ کوئی گناہ چھوڑے یا نہ چھوڑے بہرکیف اس کی مغفرت اور نجات کا فیصلہ ہو جائے، نجات تو گناہ چھوڑنے سے ہی ہو گی۔

رمضان میں گناہ چھڑانے کے بہت سے نسخے ہیں، جو ان کو استعمال کرے گا اس کے گناہ لازماً چھوٹ جائیں گے اور جہنم سے نجات ہو جائے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قطعی فیصلہ ہے کہ نجات کا مدار ترک منکرات ہے۔

یا اللہ! ہماری زندگیوں کو ہر قسم کے منکرات وفواحش سے پاک وصاف فرما دے، اپنی محبت عطاء فرما، اپنا تعلق عطاء فرما اور گناہوں سے بچنے کے جو مؤثر نسخے ہیں انہیں استعمال کرنے کی توفیق عطاء فرما اور ان کے سب ثمرات عطاء فرما۔

نواں نسخہ ''موت کی یاد'':

اب سنئے رمضان میں گناہ چھڑانے کا نواں نسخہ۔ اس بات کو سوچیں کہ جس طرح آپ کے بہت سے اعزہ، اقارب واحباب جو گذشتہ رمضان میں آپ کے ساتھ تھے اس رمضان میں نہیں ہیں اسی طرح ہوسکتا ہے ہمارا بھی یہ آخری رمضان ہو۔ جب موت کو یاد کریں گے تو غفلت جاتی رہے گی، دنیا سے دل ٹوٹے گا، آخرت سے جڑے گا اور گناہ چھوٹنے لگیں گے کیونکہ عام طور پر انسان اپنے نفس کی لذت کے لئے گناہ کرتا ہے جب یہ بات سامنے رہے گی کہ گناہ کے جتنے اسباب ہیں موت آکر سب کی جڑ کاٹ دے گی ہر چیز دھری کی دھری رہ جائے گی تو انسان گناہ سے باز رہے گا۔

(موت کو یاد کرنے سے گناہ کس طرح چھوٹتے ہیں اس کی مزید تفصیل حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کے وعظ ''مراقبۂ موت'' میں پڑھیں۔ جامع)

دسواں نسخہ ''عقلی تربیت'':

رمضان میں گناہ چھڑانے کے جو نو نسخے بتائے تھے، یہ نو نسخے عملی تربیت سے

متعلق تھے، آخر میں یہ دسواں نسخہ عقلی تربیت سے متعلق ہے۔ ہر گناہ کا سرچشمہ دماغ کا خناس ہے، دل ودماغ کی اصلاح کے بغیر گناہ چھوٹنا ممکن نہیں، عقل کی اصلاح ہوگئی، دماغ درست ہوگیا تو اعمال کی اصلاح از خود ہو جائے گی۔ ماہ مبارک میں عقلی تربیت کیا ہے؟ ذرا سوچئے! دن بھر کھانا پینا، بیوی سے ہم بستر ہونا سب حرام مگر رات ہوتے ہی یہ سب جائز! سوچئے ایسا کیوں ہے؟ غروب سے ایک لمحہ پہلے جو کام حرام تھے، سخت جرم تھے وہ آفتاب غروب ہوتے ہی جائز بلکہ ثواب بن گئے، چند لمحے پیشتر کھانا پینا حرام تھا مگر اب کھانے پینے میں تاخیر کریں گے تو گناہ گار ہوں گے، یہ بات عقل ودانش کے سراسر خلاف معلوم ہوتی ہے، اسی طرح انتیس یا تیس رمضان تک روزہ رکھنا، کھانے پینے سے رکے رہنا فرض تھا مگر دوسرے ہی دن عید کو کھانا پینا فرض ہوگیا، اب روزہ رکھیں گے تو پکڑ ہوگی، کل جو بات موجب اجر وثواب تھی آج وہی کام موجب عذاب ہے، آخر یہ کیا ماجرا ہے؟

سب عقلی تربیت ہو رہی ہے، بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے، عقل تسلیم کرے یا نہ کرے مگر ہمارا حکم ہے کہ آنکھیں بند کر کے ماننا پڑے گا، چون وچرا کی گنجائش نہیں، مالک کے حکم میں حکمتیں تلاش کرنا بندے کا کام نہیں، اس کا کام تو یہ ہے کہ حکم سنتے ہی کہہ دے: میرے آقا! تیرے حکم پر دل وجان سے راضی ہوں، تیری رضا پر اپنی رضا کو قربان کرتا ہوں، تیری مصلحت پر اپنی مصلحت کو قربان کرتا ہوں، میں تو بندۂ حکم ہوں، تیرے حکم سے سرتابی کی کیا مجال؟

یا اللہ! تو ہماری عقلوں کی ایسی تربیت فرما دے، ذہنوں کی ایسی اصلاح فرما دے، زاویۂ نظر کو ایسا سیدھا بنا دے کہ ہمہ تن تیرے حکم کی طرف متوجہ رہیں۔ یا اللہ! ہماری علمی، عملی ایسی تربیت فرما دے، اپنی مرضی کے مطابق ایسے پکے سچے مسلمان بنا لے کہ تیرے ہر حکم کے سامنے سرنگوں ہو جائیں، کسی حکم کی تعمیل میں پس وپیش نہ کریں۔

روزے رکھنے سے ماہ مبارک کی برکت سے اگر اصلاح عقل کی یہ دولت مل جائے تو بڑے سے بڑے گناہ بھی چھوٹ جائیں۔ جب انسان کی عقلی تربیت نہیں ہوتی، اپنی عقل نارسا کو غلط طور پر استعمال کرتا ہے تو ہر گناہ کا راستہ کھل جاتا ہے بلکہ بعض اوقات کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے، یہ عقل کا بندہ سوچتا ہے کہ مجھ جیسی عقل، مجھ جیسا فہم کسی کو نصیب نہیں، کسی کے سامنے جھکنا اپنی ہتک سمجھتا ہے، اس سے کبر و عجب کا دروازہ کھلتا ہے اور یہی جڑ ہے تمام روحانی امراض کی، عجب اور کبر میں فرق ہے، عجب کا مطلب ہے بس اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور اس پندار میں رہنا کہ میں ہی سب کچھ ہوں۔ بس اپنے آپ ہی پر نظر رہے۔ اور کبر کے معنی ہیں خود کو بڑا سمجھنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو حقیر و ذلیل سمجھنا، اپنے آپ کو عقل کل اور دوسروں کو بے وقوف اور نکھٹو تصوّر کرنا۔ جب ذہن میں یہ خناس آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے احکام میں بھی حکمتیں تلاش کرنا شروع کر دیتا ہے، جس حکم میں حکمت و مصلحت اس کی محدود اور کوتاہ عقل میں نہیں آتی اس حکم کا انکار کر دیتا ہے، اس طرح متاع ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ فلاں مسئلے میں کیا حکمت ہے؟ میں حکمت بتانے کی بجائے یہ کہہ دیتا ہوں کہ ہمارے ہسپتال میں داخلہ لیجیے! چالیس دن یہاں خاموش پڑے رہیے، اس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ کسی مسئلہ کی حکمت پوچھنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی۔

دینی مسائل بے شمار ہیں، ان میں پوشیدہ حکمتیں بھی لاتعداد ہیں، کس کس مسئلے کی حکمت دریافت کریں گے؟ اگر لاکھوں حکمتوں میں سے دو چار آپ کے علم میں آ بھی گئیں تو کیا فائدہ؟ پھر علم میں آئیں گی بھی کیسے؟ بھلا ایک چھوٹی سی پیالی میں سمندر کیسے سما سکے گا؟ اللہ تعالیٰ کی عظیم ذات! اس کے عظیم احکام! ان میں پنہاں لاتعداد حکمتیں! کسی عام انسان کی کیا مجال کہ انہیں سمجھے؟ پہاڑوں نے بھی ان کا بوجھ سہارنے سے انکار کر دیا، آپ کی چھوٹی سی عقل میں یہ حکمتیں کیسے سمائیں گی؟ اصل

علاج یہ ہے کہ حکمتوں کے پیچھے پڑنے کی بجائے صاحب حکم کی محبت دل میں پیدا کیجئے! ایسی محبت پیدا کیجئے کہ حکمت پوچھنے کی نوبت ہی نہ آئے، حکمتیں پوچھنا، مصلحتیں دریافت کرنا دوست کا کام نہیں یہ دشمن کا کام ہے، پھر وہ دشمن کے دل میں اپنے راز ڈالیں گے کیوں؟ دشمن ہزار زور لگالے یہ دولت اسے نہیں مل سکتی، دل میں ان کی عظمت پیدا کر کے، آنکھیں بند کر کے حکم پر چل پڑیں پھر دیکھیں حکمتیں وہ خود القاء کریں گے، پوشیدہ راز از خود منکشف ہونا شروع ہو جائیں گے۔

اس کو ایک مثال سے سمجھ لیں! کوئی شخص حکومت کے راز دریافت کرنا چاہتا ہے اگر حکومت کو پتا چل گیا تو وہ اسے پکڑ کر سزائے موت ہی دے گی، یوں ہی سامنے جا کر یہ بات دریافت کرے تو پاگل کہہ کر پاگل خانہ بھیج دیں گے اور چھپ کر دریافت کرے تو جاسوسی کے الزام میں پکڑا جائے گا جس کی سزا موت ہے، راز داں بننے کا تو ایک ہی طریقہ ہے کہ اس طرح دریافت کرنے کی بجائے حاکم اعلیٰ سے ربط پیدا کرے، اس کا وفادار بن کر اسے اعتماد میں لے جب وہ حاکم تمام پوشیدہ راز از خود اس کے سامنے ظاہر کر دے گا۔ دین کے احکام میں حکمتیں تلاش کرنے کی بجائے ان پر عمل کیجئے، احکم الحاکمین کی محبت و عظمت قلب میں پیدا کیجئے، پھر نہ کوئی الجھن باقی رہے گی، نہ ہی حکمت تلاش کرنے کی فکر رہے گی۔ قلب میں ایسا انشراح پیدا کر دیں گے کہ ہر الجھن کا حل از خود سمجھ میں آتا چلا جائے گا، حکمتوں کے پیچھے نہ پڑنا اور بلا چون و چرا حکم کی بجا آوری قرب و محبت کی علامت ہے۔

ہاں تو عقل کی صحیح تربیت نہ ہونے سے یہ امراض جنم لیتے ہیں اور رمضان میں عقل و دماغ کی بہترین تربیت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان میں تین قوتیں رکھی ہیں: قوت عقلیہ، قوت شہویہ اور قوت غضبیہ۔ ان تینوں میں سے ہر ایک میں تین درجات ہیں: افراط، تفریط اور اعتدال۔ اصل چیز جو مطلوب ہے وہ ہے اعتدال! جس شخص کی صحیح تربیت نہیں ہوتی، جسے کسی

روحانی ہسپتال میں داخلہ کی توفیق نہیں ملتی وہ اعتدال پر نہیں رہتا، افراط کا شکار ہوتا ہے یا تفریط کا اور دونوں راستے جہنم کی طرف جاتے ہیں، جنت کا راستہ تو ایک ہی ہے وہ ہے صراط مستقیم، راہ اعتدال! مسائل میں حکمتیں دریافت کرنا عقل میں افراط کی علامت ہے، جو شخص دوسروں کے عیوب تلاش کرتا ہے، بات بات میں دوسروں پر تنقید اور ان کی عیب جوئی کرتا ہے، سمجھ لو یہ بھی افراط کا مریض ہے، اس کے دماغ میں عجب ہے، پندار ہے جس کی وجہ سے دوسروں کو خاطر میں نہیں لاتا اپنے آپ کو ہی ہر بات میں معیار حق سمجھتا ہے، یہ مرض آج کل عام ہے۔ جھونپڑیوں والے، لنگوٹیوں والے، گدھوں پر مٹی اٹھانے والے، مزدور، محنت کش سب ہی ایسے ملیں گے گویا ہر شخص اپنی جگہ صدر مملکت ہے۔ کسی کو ذرا چھیڑ کر دیکھئے پھٹ پڑے گا، بین الاقوامی سیاست پر تبصرہ، ملکی سیاست پر تبصرہ، حکمرانوں پر تبصرہ، غرض لمبی تقریر شروع کر دے گا جو تھمنے کو نہ آئے گویا دنیا کا سب سے بڑا سیاست دان، چوٹی کا دانشور اور نامور حکمران یہی ہے۔

آج کل کے مسلمان کا حال دیکھئے! سیاست کے باب میں تو اس قدر فیاض اور سیر چشم واقع ہوا ہے مگر جہاں آئے مال کی بات تو اس بات میں بالکل بے چارہ اور تہی دامن ہے، اس کی عقل اور سیاست جواب دے جاتی ہے، مال و دولت کے معاملہ میں گویا دنیا کا مفلس اور قلاش ترین انسان ہے، جس سے پوچھو بھوکوں مر رہا ہے گویا ایک پھوٹی کوڑی بھی پلے نہیں، بس زبان پر ایک ہی جملہ ہے کہ ”بھائی ہمارے پاس کچھ نہیں، کچھ بھی نہیں، ہم تو فاقوں مر رہے ہیں۔“ یہاں آکر اس کی عقل ماری جاتی ہے، ذرہ برابر بھی عقل ہوتی تو ایسی ناشکری کے کلمات زبان پر نہ لاتا مگر عقل تو بالکل مسخ ہو چکی ہوتی ہے، سوائے ناشکری اور ناسپاسی کے کوئی کلمہ زبان سے نکلتا ہی نہیں۔ بالفرض ایسی ہی حالت ہوتی، فاقوں پر فاقے ہوتے، تن پر کپڑا نہ ہوتا، پیٹ پر پتھر ہوتے مگر ذرہ برابر عقل ہوتی تو بھی مالک کی شکایت زبان پر نہ لاتا۔ موجودہ نعمتوں پر

شکر بجالاتا، فقر وفاقہ پر صبر کا مظاہرہ کرتا۔ ایک طرف عقل ودانش اور سیاست کے اتنے بلند بانگ دعوے، دوسری طرف حماقت اور کم عقلی کا یہ مظاہرہ۔ معلوم ہوا عقل ہے ہی نہیں۔ عقل تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت کا راستہ دکھائے، بندے کو بندگی اور شکر کا درس دے، نہ یہ کہ ناشکری پر اکسا کر بندے کو اپنے مالک سے کاٹ دے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو عقل سلیم عطاء فرمائیں۔

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گناہ چھوڑنے کے جو نسخے عطاء فرمائے ہیں انہیں استعمال کر کے متقی بن جائے، ہر قسم کے ظاہری و باطنی گناہوں سے توبہ کر کے پکے اور سچے مسلمان بن جائیں مگر اس کے برعکس ہو یہ رہا ہے کہ رمضان میں دوسرے زمانہ سے بھی زیادہ گناہ کرتے ہیں اور پھر بڑا عذاب یہ کہ ان گناہوں کو بہت بڑی عبادات اور اجر وثواب کے کام سمجھتے ہیں، ان منکرات و بدعات کی تفصیل وعظ ''بدعات رمضان'' میں ہے، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو رمضان میں متقی بننے کے نسخے استعمال کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور اپنی رحمت سے سب کو اپنی مرضی کے مطابق متقی بنادیں۔

اللہ تعالیٰ کی جن کھلی نافرمانیوں اور علانیہ بغاوتوں کی وجہ سے مسلمان دنیا و آخرت کی جہنم میں جل رہے ہیں ان کی تفصیل وعظ ''اللہ کے باغی مسلمان'' میں دیکھئے، اس سے بہت فائدہ ہورہا ہے بے شمار باغیوں نے توبہ کرلی ہے اس لئے اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کریں، اللہ تعالیٰ سب باغی مسلمانوں کو اپنی رحمت سے صحیح مسلمان بنادیں۔

رمضان میں دو بہت بڑے گناہ:

لوگ رمضان میں گناہ چھوڑنے چھڑوانے کی کوشش کی بجائے اور زیادہ گناہ کرتے ہیں مثلاً روزہ کشائی کی رسم، افطار پارٹی کی رسم، عید کے دن سویاں پکانے کا

التزام اور ایک دوسرے کے گھروں میں پہنچانے کی رسم وغیرہ ان رسوم میں کئی خرابیاں ہیں اس لئے ناجائز ہیں، ان سے بھی بڑھ کر رمضان میں دو گناہ تو بہت ہی بڑے کئے جاتے ہیں جن میں عوام وخواص سب ہی مبتلا ہیں:

❶ قاری اور سامع کو اجرت دینا۔

❷ ختم قرآن کے موقع پر مٹھائی تقسیم کرنا۔

اب دونوں ناجائز رسموں کے مفاسد اور خرابیاں سنئے:

❶ قاری اور سامع کو اجرت دینا:

رمضان میں ختم تراویح کے موقع پر لوگ خدمت کے نام سے نقد رقم یا کپڑے وغیرہ دیتے ہیں لیکن یہ درحقیقت معاوضہ ہی ہے اور اجرت طے کرنے کی بنسبت زیادہ قبیح ہے، اس لئے کہ اس میں دو گناہ ہیں، ایک قرآن سنانے پر اجرت کا گناہ اور دوسرا جہالت اجرت کا گناہ۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قاری اور سامع بھی للہ کام کرتے ہیں اور ہم بھی للہ ان کی خدمت کرتے ہیں معاوضہ مقصود نہیں، ایسے حیلہ بازوں کی نیت معلوم کرنے کے لئے حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ امتحان رکھا ہے کہ اگر قاری اور سامع کو کچھ بھی نہ ملے تو وہ آئندہ بھی اس مسجد میں خدمت کے لئے آمادہ ہوتے ہیں یا نہیں؟ اور اہل مسجد کا امتحان یہ ہے کہ اگر یہ قاری اور سامع ان کی مسجد میں نہ آئیں تو بھی یہ لوگ ان کی خدمت کرتے ہیں یا نہیں؟ اب دور حاضر کے لوگوں کو اس کسوٹی پر لایئے، قاری اور سامع کو اگر کسی مسجد سے کچھ نہ ملا تو آئندہ وہ اس مسجد کی طرف رخ بھی نہیں کریں گے اور اہل مسجد کا یہ حال ہے کہ جس قاری یا سامع نے ان کی مسجد میں کام نہیں کیا وہ خواہ کتنا ہی محتاج ہو ان کو اس کی زبوں حالی پر قطعاً کوئی رحم نہیں آتا، اس سے ثابت ہوا کہ جانبین کی نیت معاوضہ کی ہے اور للّٰہیت کے دعوے میں جھوٹے ہیں لہٰذا اس

طرح سننے اور سنانے والے سب سخت گنہگار اور فاسق ہیں، اور ایسے قاری کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

فرائض میں فاسق کی امامت کا یہ حکم ہے کہ اگر صالح امام میسر نہ ہو یا فاسق امام کو ہٹانے کی قدرت نہ ہو تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لی جائے ترک جماعت جائز نہیں مگر تراویح کا حکم یہ ہے کہ کسی حال میں بھی فاسق کی اقتداء جائز نہیں، اگر صالح حافظ نہ ملے تو چھوٹی سورتوں سے تراویح پڑھ لی جائیں، اگر محلہ کی مسجد میں ایسا حافظ تراویح پڑھائے تو فرض مسجد میں جماعت کے ساتھ اداء کر کے تراویح الگ مکان میں پڑھیں۔

بالفرض کسی قاری کا مقصود معاوضہ نہ ہو تو بھی لین دین کے عرف کی وجہ سے اس کی توقع ہوگی اور کچھ نہ ملنے پر افسوس ہوگا، یہ اشراف نفس ہے جو حرام ہے۔ اگر کسی قاری کو اشراف نفس سے بھی پاک تصور کر لیا جائے تو بھی اس لین دین میں عام مروج فعل حرام سے مشابہت اور اس کی تائید ہوتی ہے علاوہ ازیں دینی غیرت کے بھی خلاف ہے، اس لئے بہر کیف اس سے کلی اجتناب واجب ہے۔

۲ ختم قرآن کے موقع پر مٹھائی تقسیم کرنا:

مٹھائی تقسیم کرنے کی مروج رسم میں کئی قبائح ہیں مثلاً:

۱ اسے مستقل ثواب سمجھا جاتا ہے جو دین پر زیادتی ہونے کی وجہ سے بدعت ہے۔

۲ اس کا ایسا التزام کیا جاتا ہے کہ کسی حال میں بھی اس رسم کو ترک نہیں کیا جاتا، التزام کی وجہ سے تو مستحب کام بھی واجب الترک ہو جاتا ہے چہ جائیکہ جس کا استحباب ہی ثابت نہ ہو۔

۳ وقف کی رقم سے اس پر صرف کرنا ناجائز ہے، اس لئے کہ یہ خرچ مصارف مسجد

سے نہیں۔ لہٰذا منتظمہ پر شرعاً اس رقم کا ضمان واجب ہوگا۔

۴ بلا ضرورت شرعیہ چندہ کرنا ناجائز ہے، اس میں دین اور قرآن مجید کی تحقیر و تذلیل ہے۔

۵ چندہ میں اگر خطاب خاص کیا گیا یا ایسی مجلس میں خطاب عام کیا گیا کہ جس میں کچھ خاص لوگ شریک ہوں تو ان دونوں صورتوں میں چندہ دہندگان کی رضا اور طیب خاطر متیقن نہیں بلکہ ظن غالب یہ ہے کہ مروت اور غلبۂ حیاء کی وجہ سے رقم دی ہوگی، لہٰذا اس رقم سے خرید کردہ مٹھائی حلال نہ ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفسه﴾ (مسند احمد)

۶ عموماً ایسی تقریبات کے چندہ میں بینک اور انشورنس وغیرہ جیسی حرام آمدنی والے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، جس کی دو وجہیں ہیں:

① حرام خوروں کے پاس پیسہ زیادہ ہوتا ہے۔

② یہ لوگ مساجد میں اور ختم قرآن جیسے مواقع میں شیرینی وغیرہ تقسیم کرنے پر رقم لگا کر عوام کو یہ فریب دینا چاہتے ہیں کہ ان کی آمدنی حلال ہے اگر حرام ہوتی تو اہل مساجد کیوں قبول کرتے۔

۷ قبائح مذکورہ نہ بھی ہوں تو بھی اس میں ایک بہت بڑی قباحت یہ ہے کہ اس سے ناجائز رسم اور بدعت شنیعہ کی تکیید ہوتی ہے اس لئے بہر حال ناجائز اور واجب الترک ہے۔

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو سال پہلے ۲۱ شعبان ۱۳۱۹ھ میں وعظ "تطہیر رمضان" میں اس پر بہت سخت تردید فرمائی ہے اور فرمایا کہ اس بری رسم کو ختم کرنے کے لئے اگر عوام وخواص پوری کوشش کریں تو بھی پچاس سال سے پہلے نہیں ہو سکتی۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے وعظ میں تو عوام اور علماء بہت ہوا کرتے تھے، عوام

اور علماء کے اتنے بڑے مجمع میں فرمایا کہ اگر سب مل کر کوشش کریں تو بھی اس قبیح رسم کو مٹانے میں آدھی صدی لگے گی مگر یہاں حال یہ ہے کہ پوری صدی گزر جانے کے بعد بھی یہ ناجائز رسم ختم ہونے کی بجائے اور زیادہ ترقی کر گئی ہے اور روز بروز مزید ترقی کر رہی ہے بلکہ اور نئی نئی بدعات پیدا کی جا رہی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام و خواص میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑنے چھڑوانے کی طرف توجہ نہیں، فکر ہی نہیں بلکہ اس کبیرہ گناہ کو تو گناہ سمجھنے کی بجائے کارِ ثواب سمجھ کر اور زیادہ سے زیادہ رواج دے رہے ہیں۔

رمضان کے مبارک مہینے کو اللہ تعالیٰ کی ایسی علانیہ نافرمانیوں، منکرات اور بدعات سے پاک کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنا ہر مسلمان پر بالخصوص علماء پر فرض ہے، اس فرض کے اداء کرنے میں غفلت کرنے والا برابر کا مجرم ٹھہرے گا، آخرت میں جواب دِہ ہوگا اور عذاب میں برابر کا شریک۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو صراطِ مستقیم کی ہدایت عطاء فرمائیں۔

رمضان المبارک میں مروجہ بدعات و منکرات کی تفصیل وعظ "بدعات رمضان" میں پڑھیئے۔ (جامع)

وصل اللّٰھم وبارك وسلم علی عبدك ورسولك محمدٍ

وعلی اٰلہٖ وصحبہ اجمعین.

والحمد للّٰہ رب العٰلمین.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
إن الذين امنوا وعملوا الصالحات سيجعل لهم الرحمن ودا
بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ اُن کے لئے محبت پیدا کر دے گا (مریم: ۹۶)

زکوٰۃ کے مسائل

— وعظ —

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

— ناشر —

کتاب گھر

ناظم آباد نمبر ۴ کراچی

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: زکوٰۃ کے مسائل

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ:

بوقت: بعد نماز عصر

تاریخ طبع مجلد: رجب ۱۴۲۴ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۴۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۴۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

زکوٰۃ کے مسائل

(شعبان ۱۴۱۶ھ)

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ، صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین۔

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔

﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (۲-۱۸۹)

شان نزول کے اعتبار سے تو اس آیت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ گھروں میں دیواروں پر سے پھلانگ کر مت جاؤ، دروازوں سے جایا کرو۔ یہ آیت کس موقع پر

نازل ہوئی؟ کیوں نازل ہوئی؟ اس وقت یہ تفصیل بتانا مقصود نہیں، اس آیت کے پڑھنے سے یہ مقصد ہے کہ اس میں جو ہدایت کی گئی کہ گھروں میں دروازوں سے جایا کرو دیواروں پر چڑھ کر کود کر مت جایا کرو اس سے ایک کلیہ یعنی قانون اور اصول سمجھ میں آیا کہ ہر کام سلیقے سے کرنا چاہئے، وہ کام کرنے کا جو طریقہ ہے اس طریقے کے مطابق کیا جائے، دنیا کے کام بھی جیسے ان کا طریقہ ہو ویسے کرنے چاہئیں اور دین کے کام تو بطریق اولیٰ، ان کاموں کے کرنے کے جو طریقے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں ان کے مطابق کیا کرو۔ دنیا کے کاموں میں صحیح طریقے سے ہٹ کر اگر دوسرے طریقے اختیار کریں گے تو وہ کام سدھریں گے نہیں بگڑیں گے نفع کی بجائے نقصان ہوگا، اسی طرح دین کے کام اگر صحیح طریقے کو چھوڑ کر غلط طریقے سے کریں گے تو اس سے دین بنے گا نہیں، ثواب کی بجائے الٹا عذاب ہوگا، اللہ کی رضا حاصل ہونے کی بجائے غضب نازل ہوگا اور جنت کی بجائے جہنم کا سامان ہوگا۔ تمام کام صحیح طریقے سے کیا کریں۔

آج کل مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ اولاً تو وہ دین کے احکام پر عمل کرتے ہی نہیں، دوسرے احکام کی بات تو الگ جو بنیادی پانچ ارکان ہیں ان پر بھی عمل نہیں کر رہے۔ کلمہ کے مقتضیٰ پر عمل کرنا تو دور کی بات ہے کلمہ ہی صحیح نہیں، نماز نہیں پڑھتے، زکوٰۃ نہیں دیتے، روزے نہیں رکھتے، جن پر حج فرض ہے وہ حج نہیں کرتے، فرائض اداء نہیں کر رہے۔

ارکان اسلام کی ترتیب:

یہ بات یاد رکھیں کہ ارکان اسلام جب بیان کئے جائیں تو ان میں ترتیب یوں رکھا کریں نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج۔ عام طور پر یوں کہنے کا دستور ہو گیا ہے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، بیعت کے سلسلے میں بھی اوپر سے جیسے بات چلی آرہی ہے میں بھی پہلے کئی

سالوں تک بوقت بیعت یونہی کہلواتا رہا: ”نماز پڑھوں گا، روزے رکھوں گا، حج فرض، ہوا تو اداء کروں گا، زکوٰۃ فرض ہوئی تو اداء کروں گا۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ترتیب بیان فرمائی ہے: نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، یہ ترتیب اتفاقاً نہیں بلکہ اس ترتیب میں کئی حکمتیں ہیں کئی مصلحتیں ہیں۔

❶ ترتیب درجات عشق:

یہ ارکان اسلام عشق کے درجات ہیں، جب انسان کو کسی سے عشق ہوتا ہے تو وہ اسی کی باتیں کرتا ہے، اس کی تعریف کرتا ہے، قول اور عمل سے اس سے محبت اور اس کی عظمت ظاہر کرتا ہے، یہ عشق کا پہلا درجہ ہے نماز اس کا مظہر ہے۔

پھر عشق میں اور ترقی ہورتی ہے تو محبوب کو راضی کرنے کے لئے کچھ مال وغیرہ خرچ کیا جاتا ہے، اسے ہدایا وتحائف پیش کئے جاتے ہیں، اس کی اور اس کے دوستوں کی دعوت وغیرہ کی جاتی ہے۔ محبوب کو راضی کرنے کے لئے یہ طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح مساکین کو زکوٰۃ دے کر محبوب حقیقی کی رضا حاصل کی جاتی ہے، مساکین اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں، علاوہ ازیں مساکین کو جو کچھ دیا جاتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ ہی کو دیا جاتا ہے۔ اس لئے زکوٰۃ عشق کے دوسرے درجہ کا مظہر ہے۔

پھر اس کے بعد وہ درجہ آتا ہے کہ عاشق محبوب کے عشق میں اپنی لذات بھول جاتا ہے، دنیا میں الذ اللذات تین چیزیں ہیں، اکل وشرب، نوم اور جماع، محبت کے اس درجے کا مظہر صوم ہے۔ سال بھر میں صرف ایک ماہ کے لئے اور وہ بھی صرف دن میں ان لذات کو ترک کر دینے سے گویا انسان نے اس درجۂ عشق کو طے کر لیا۔

اس کے بعد عشق اس درجے تک پہنچ جاتا ہے کہ انسان جنون عشق میں اپنے ہوش کھو بیٹھتا ہے، اسے بالکل فکر نہیں رہتی کہ اس کا حلیہ کیسا ہے، اس کی حرکتوں کو دیکھ کر لوگ کیا کہیں گے، بس وہ تو دیوانہ وار کبھی محبوب کی گلی کے چکر لگاتا ہے، کبھی نعرۂ

مستانہ لگا کر بے ہوش ہو جاتا ہے۔ عشق کے اس درجہ کا مظہر حج ہے۔ حج محبت الٰہیہ کا بہت بلند مقام ہے، اس کے بعد صرف محبوب کو اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کا مقام رہ جاتا ہے، محبوب کے دشمنوں پر جھپٹنا، ان کی گردنیں اڑانا اور اس کے مقصد کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دینا۔

۲ ترتیب فرضیت:

ان ارکان کی فرضیت کی ترتیب بھی اسی طرح ہے، پہلے نماز فرض ہوئی، اس کے بعد زکوٰۃ، پھر روزہ، پھر حج۔ نماز ہجرت سے پہلے شب معراج میں فرض ہوئی، زکوٰۃ ہجرت کے بعد سن دو ہجری میں، روزہ بھی اسی سن دو ہجری میں فرض ہوا مگر زکوٰۃ کے بعد اور حج سن چھ یا نو ہجری میں فرض ہوا۔

۳ ترتیب زمانی:

ترتیب زمانی کا اعتبار صرف روزہ اور حج میں ہوسکتا ہے، اس لئے کہ نماز تو روزانہ کا فرض ہے اور زکوٰۃ کا کسی خاص زمانے سے کوئی تعلق نہیں بلکہ صاحب نصاب ہونے کے بعد جب چاہے دے دے، باقی رہے روزہ اور حج سو ان میں ترتیب زمانی اس طرح ہے کہ حج کا زمانہ رمضان کے بعد ہے رمضان کا مہینہ گزرنے کے بعد حج کا احرام باندھ سکتے ہیں، شوال سے قبل احرام باندھنا مکروہ تحریمی ہے۔

۴ ترتیب ذکری:

حدیث میں ان ارکان کا ذکر بھی اسی ترتیب سے ہے:

﴿عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما وعنہم عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال بنی الاسلام علی خمس علی ان یوحد اللّٰہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ وصیام

رمضان والحج. فقال رجل الحج وصیام رمضان قال لا صیام رمضان والحج هکذا سمعته من رسول الله صلی الله علیه وسلم ﴾ (صحیح مسلم)

اس سے ثابت ہوا کہ بعض روایات میں جوصوم رمضان سے پہلے حج کا ذکر ہے وہ روایت بالمعنی ہے یا کسی راوی کا سہو ہے۔ اس حدیث میں صیام رمضان کی تقدیم کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحۃً ہے اور ترتیب درجات عشق، ترتیب فرضیت وترتیب زمانی کے مطابق بھی یہی ہے۔

قرآن اور حدیث میں جہاں کہیں نماز کا ذکر آتا ہے اس کے ساتھ ساتھ متصل زکوٰۃ کا ذکر آتا ہے، روزے کا بیان الگ ہے حج کا بیان الگ ہے جہاں دو حکموں کا ایک ساتھ بیان ہے تو وہ قرآن میں جگہ جگہ اور کئی جگہ حدیث میں نماز زکوٰۃ، نماز زکوٰۃ، نماز زکوٰۃ، اس لئے دونوں کو ''قرینتان'' کہا جاتا ہے، قرینتان کے معنی ہیں ''دو ساتھی'' یہ دونوں شریعت میں ساتھ ساتھ ہیں مگر معلوم نہیں یہ رسم کب سے پڑ گئی کہ نماز روزہ کہتے ہیں، فلاں نماز روزے کا پابند ہے اور نماز روزہ کرنا چاہئے، غرض لوگوں کی زبان پر نماز روزہ ساتھ ساتھ آتا ہے حالانکہ قرآن اور حدیث میں تو نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ساتھ ساتھ ہے۔

ارکان اسلام اور لوگوں کی غفلت:

مسلمانوں کا حال بتا رہا ہوں کہ اولاً تو ان ارکان خمسہ کو اداء ہی نہیں کرتے اور اگر اداء کرتے ہیں تو وہ ایسے کہ نہ ہونے کے برابر ان میں روح نہیں، خشوع نہیں، خضوع نہیں، سکون نہیں یہ بات تو رہی الگ، ان کے آداب ظاہرہ کی بات بھی الگ رہی، فرائض اور واجبات بھی اداء نہیں کرتے، میرے خیال میں اکثر نہیں تو آدھے نمازی تو ایسے ہی ہوتے ہوں گے کہ جن کی نمازیں سرے سے ہوتی ہی نہیں، مجھے پتا

یوں چلتا رہتا ہے کہ ٹیلیفوں پر ایک دو نہیں بہت سے لوگ نماز کے مسائل پوچھتے ہیں کہ یہ کیسے ہے؟

جب میں بتاتا ہوں کہ اس طرح کرنے سے نماز نہیں ہوگی یا واجب الاعادہ ہوگی تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو ساری عمر ایسے ہی کرتے رہے، ساری عمر نماز پڑھتے رہے اور ضائع کرتے رہے، نماز کیا پڑھی سجدے کیا کیے ٹکریں لگائی ہیں ٹکریں، کچھ حاصل نہیں ہوا لوٹاؤ پوری عمر کی نمازیں۔ پھر کہتے ہیں اب کیا کریں؟ اتنی عمر تو گزر گئی بڈھے ہوگئے۔ تو میں کہتا ہوں کہ میں کیا کروں مسئلہ تو یہی ہے جو میں نے بتایا، نمازیں لوٹانی شروع تو کر دیں دعاء بھی کرتے رہیں شاید اللہ تعالیٰ ایسی توفیق عطاء فرما دیں عمر لمبی ہوجائے اور ایسی ہمت ہوجائے کہ ایک ایک دن میں ایک ایک سال کی نمازیں پڑھ لیں تو ہوجائیں گی ستر اسی سال کی نمازیں۔ عمر گزر جاتی ہے نمازیں پڑھتے ہوئے مگر ایسی ایسی غلطیاں کرتے ہیں کہ نماز ہوتی ہی نہیں یا واجب الاعادہ ہوتی ہے، اکثر ایسی غلطیاں کرتے ہیں۔ یہی حال زکوٰۃ کا ہے، اس کی تفصیل آگے چل کر بتاؤں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہی حال روزوں کا، یہی حال حج کا، حج میں تو کچھ نہ پوچھئے وہاں تو صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ گناہ معاف کروانے ہی تو آئے ہیں تو یہ گناہ بھی کرلو سب معاف ہوجائیں گے۔

رئیسۃ القوم:

اس پر ایک قصہ بھی سن لیں، ایک بار حج کے موقع پر مزدلفہ میں میرے قریب ایک خاندان بیٹھا ہوا تھا، معلوم ہوا کہ پنجاب سے تعلق ہے کراچی میں رہتے ہیں انہوں نے بتایا کہ وہ کئی کارخانوں کے مالک ہیں۔ جس کے دل میں جس چیز کی محبت ہوتی ہے وہ جہاں بھی بیٹھتا ہے ذکر لیلیٰ چھیڑ دیتا ہے۔

ع جہاں بھی بیٹھتے ہیں ذکر انہی کا چھیڑ دیتے ہیں

کوئی مولیٰ کا ذکر چھیڑے کوئی لیلیٰ کا۔ یہ لوگ میرے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے مجھ سے کچھ مسائل پوچھنے شروع کر دیئے۔ میں نے سوچا کہ چلئے شاید اسی طرح انہیں کچھ ہدایت ہوجائے اس لئے میں بھی متوجہ ہوگیا، مسائل بتاتا رہا، ایسے لگ رہا تھا کہ سب میرے عاشق ہوگئے، لٹو ہی ہوگئے، ساری رات ایسے ہی گزر گئی، میں نے سوچا کہ ایک مسئلہ پوچھنے کا ثواب ایک ہزار رکعت نفل پڑھنے سے زیادہ ہے، مجھے بتانے کا تو اور بھی زیادہ ثواب مل رہا ہے، یہ تو ہمیں افضل ترین عبادت مل گئی، مزدلفہ میں حکم ہے کہ زیادہ سے زیادہ عبادت کرو، اللہ کا ذکر کرو تو میں نے سوچا افضل ذکر مل گیا ہے، ان لوگوں کو ہدایت ہوجائے گی اور کیا چاہئے۔ ساری رات اسی طرح گزر گئی کسی طرف سے صبح کی اذان کی آواز آئی تو مجھ سے کہنے لگے کہ نماز پڑھائیں، میں نے کہا ابھی وقت نہیں ہوا۔ آپ لوگ بھی یاد رکھیں! مزدلفہ میں معلم صبح صادق سے پہلے ہی اذانیں دلوا کر لوگوں کو نماز پڑھوا دیتے ہیں۔ کسی کی نماز ہو یا نہ ہو کسی کا حج ہو یا نہ ہو انہیں اپنا کام آسان کرنا ہوتا ہے کہ جلدی جلدی پہنچاؤ۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ نماز پڑھائیں میں نے بتایا ابھی وقت نہیں ہوا جب وقت ہوجائے گا تو میں بتادوں گا، میرے پاس تو دنیا بھر کے حسابات رہتے ہیں، جہاں کا بھی چاہیں چند منٹ میں بتا سکتا ہوں کہ وقت ہوا یا نہیں۔ جب میں نے کہا کہ ابھی وقت نہیں ہوا تو وہ ذرا بیٹھ گئے پھر کسی دوسری طرف سے کسی معلم نے اذان دلوادی تو ان میں سے ایک کہتا ہے:

''او کیوں چانگراں مارن ڈیا؟۔''

''وہ کیوں چیخیں مار رہا ہے؟۔''

بندروں کی طرح چیخنے چلانے کی آواز کو ''چانگراں'' کہتے ہیں، ایسے واہیات لوگ کہ اذان کی آواز کو اس سے تشبیہ دے رہے ہیں، پھر کسی مؤذن کی آواز سنی تو پھر ویسے ہی کہنے لگا:

''او کیوں چانگراں مارن ڈیا؟۔''

اصرار شروع کر دیا کہ نماز پڑھائیں، میں نے پھر ایک دو بار کہا کہ آخر مجھے بھی تو نماز پڑھنی ہے جب وقت ہو جائے گا تو پڑھا دوں گا اپنی نماز برباد مت کریں انتظار کر لیں۔ بڑی مشکل سے انہوں نے دو تین منٹ صبر کیا تو ایک عورت بولی:

''گناای تاں معاف کراؤن آئے آں اناوچ اے وی سئی اے وی ماف ہوجاؤ گا، چلو پڑھو نماج تے چلیے۔''

ترجمہ: ''گناہ ہی تو معاف کروانے آئے ہیں، سارے گناہ معاف ہوجائیں گے یہ نماز کا گناہ بھی ساتھ ہی معاف ہوجائے گا، نماز پڑھو اور چلو۔''

معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت رئیسۃ القوم تھی اس نے جیسے ہی کہا سب اٹھ گئے، رات بھر کا عشق یہ کر نکل گیا، رئیسۃ القوم بلکہ فقیہۃ القوم فرما رہی ہیں کہ یہاں گناہ ہی تو معاف کروانے آئے ہیں، اگر یہ ایک نماز نہیں ہوئی تو کوئی بات نہیں یہ گناہ بھی ساتھ ہی معاف ہوجائے گا چلو پڑھو نماز۔ یہ تو جاتے ہی اس نیت سے ہیں کہ گناہ معاف کروانے آئے ہیں اس لئے یہاں خوب خوب گناہ کرو کیونکہ حج کرنے سے تو سارے گناہ معاف ہو ہی جائیں گے۔ یہ حاجی لوگ وہاں جا کر صرف شیطان کی بات مانتے ہیں اور کسی کی بات نہیں مانتے۔

آج زکوٰۃ کا بیان کرنا ہے یہ تفصیل اسی کی تمہید تھی۔ زکوٰۃ کے بارے میں بھی لوگوں کے حالات یہی ہیں، جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے ان کا حال نہیں بتا رہا، زکوٰۃ کے فوائد اور ترک پر وعیدیں نہیں بتا رہا، جو لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں وہ کیسے دیتے ہیں یہ بتانا چاہتا ہوں، ان کا حال بھی یہی ہے کہ ہو یا نہ ہو کہتے ہیں، بس ہوگئی! بی بی تمیزہ کی طرح، جیسے اس کا وضوء کبھی نہیں ٹوٹتا تھا، بے وضوء ہی نماز پڑھتی رہتی تھی اور کہتی تھی نماز ہوگئی، ایسے ہی یہ کہتے ہیں ہوگئی گویا کہ قبول کرنا بھی انہی کے اختیار میں ہے، انہوں نے دے دی اور ہوگئی۔ زکوٰۃ کے بارے میں جو مسائل بتاؤں گا اللہ تعالیٰ

تفصیل سے اور مکمل طور پر بیان کرنے کی توفیق عطاء فرمادیں، کوئی بات رہ نہ جائے اور سننے والوں کو سمجھنے اور صحیح طور پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

نصاب زکوٰۃ:

پہلی بات یہ کہ زکوٰۃ فرض ہونے کا نصاب کیا ہے، لوگ اس میں بہت غلطیاں کرتے ہیں، بنیادی غلطی یہ ہے کہ دین کا علم حاصل کرتے نہیں اور اگر کرتے ہیں تو براہ راست کچھ کتابیں پڑھ لیتے ہیں، کسی عالم کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ مسائل بتانے کے لئے کوئی چھوٹا موٹا عالم کافی نہیں، بڑا عالم ہونا چاہئے، مفتی ہونا چاہئے، مفتی کے بارے میں ایک لطیفہ بھی سن لیجئے، چند مہینوں میں ایسے ایسے لوگوں کے ساتھ مفتی کا لفظ سننے میں آیا کہ بہت تعجب ہوتا ہے، بہت تعجب، مسائل پوچھنے والے کہتے ہیں فلاں مفتی! میں کہتا ہوں ارے! اسے مفتی کس نے بنادیا؟ تو کہتے ہیں نہیں نہیں! وہ مفتی ہیں، میں نے کہا وہ کہیں کسی دارالافتاء میں چپڑاسی ہوگا، آپ نے اسے مفتی سمجھ لیا ایسے کرتے کرتے خود یہاں کا قصہ پیش آگیا، کسی نے ٹیلیفون پر مجھ سے کہا مفتی خالد صاحب، میں نے کہا اللہ کے بندو! وہ مفتی کیسے ہوگئے؟ کہتے ہیں نہیں نہیں، وہ مفتی ہیں! وہ رہتے ہیں ہمارے پاس، افتاء کی ہوا بھی نہیں لگی، سیکھنے کا ارادہ ہی نہیں، ایک تو ہے نا کہ ارادہ ہو کبھی مفتی بننے کا ان کا تو ارادہ ہی نہیں، ہر ایک کو تھوڑا ہی ہر فن سکھایا جاتا ہے، ویسے بہت صالح نوجوان ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بہت صلاحتیں عطاء فرمائی ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور ترقی عطاء فرمائیں۔ یہ تھوڑا ہی ضروری ہے کہ جسے بھی دارالافتاء میں دیکھیں اسی کو مفتی کہنا شروع کردیں پھر تو یہ ہمارے مؤذن صاحب بھی مفتی ہوئے مفتی مصطفیٰ صاحب مؤذن دامت برکاتہم العالیہ۔ ایک اور لطیفہ سنئے! کسی نے کہا کہ یہاں دارالافتاء کے سامنے سے بکری گزر جائے تو لوگ اسے بھی مفتی کہتے ہیں۔ غنیمت ہے بکری کہا گدھا نہیں کہا، وہ بھی مفتی،

وہ بھی مفتی، وہ بھی مفتی، سارے ہی مفتی ہو گئے، مسئلہ پوچھیں کسی معتبر عالم سے اور معتبر ہے یا نہیں، کہنے کو تو ہر مولوی کہہ دے گا کہ میں بہت معتبر ہوں، مسئلہ ہر عالم سے نہ پوچھیں، جو بڑے بڑے دارالافتاء ہیں ان کے رئیس سے مسئلہ پوچھا کریں اور ان سے متعین کروالیں کہ آپ کبھی نہ ہوں تو میں کس کس سے مسئلہ پوچھ لیا کروں۔ ڈاکٹروں کو ڈاکٹر جانتے ہیں کہ ملک میں معتبر مستند ڈاکٹر کون کون سے ہیں، جس طرح بڑا ڈاکٹر اپنے ماتحت ڈاکٹروں کو جانتا ہے اسی طرح بڑے مفتیوں سے پوچھیں کہ یہاں کون کون مفتی ہیں، اگر آپ نہیں ملے تو پھر ہم کس سے مسئلہ پوچھیں۔ علم حاصل کرنے کی بہت اہمیت ہے جب تک علم صحیح نہیں ہوگا تو عمل کیسے کریں گے؟ صحیح عمل صحیح علم پر موقوف ہے:

﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ۝﴾

(۴۷-۱۹)

فاعلم، پہلے علم حاصل کیجئے! علم ہوگا تو عمل ہوگا، علم نہیں تو عمل نہیں ہوسکتا اور اگر ہوا تو غلط ہوگا وہی جیسے نماز پڑھی بھی مگر ہوئی نہیں۔

زکوٰۃ کا نصاب کتابوں میں دیکھ لینا کافی نہیں، مسائل کی سب سے بڑی معتبر مستند کتاب کون سی ہے؟ بہشتی زیور، بہشتی زیور میں اگر آپ نے زکوٰۃ کا نصاب ہزار بار دیکھ لیا تو بھی جب تک کسی عالم سے پڑھیں گے نہیں سمجھیں گے نہیں اس وقت تک کبھی بھی صحیح زکوٰۃ نہیں دے سکتے، کسی سے پڑھیں، شاگرد بنیں، کسی استاذ سے پڑھیں یا کسی عالم مفتی سے پوچھیں، مفتی وہی جو میں نے بتایا اس سے پوچھا کریں۔ بظاہر بہشتی زیور سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ سونے کا نصاب ہے ساڑھے سات تولہ اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ۔ اس سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جس کے پاس ساڑھے سات تولے سے کم سونا ہوگا اس پر زکوٰۃ فرض نہیں آپ لوگ بھی ایسے ہی

سمجھتے ہوں گے نا ماشاء اللہ! ساڑھے سات تولہ سونا ہوگا تو زکوٰۃ فرض ہوگی اور اگر اس سے تھوڑا سا کم ہوا تو نہیں۔ اسی طرح چاندی کا نصاب سمجھتے ہیں ساڑھے باون تولے، اگر باون تولے ہے یا سوا باون ہے تو کہتے ہیں زکوٰۃ فرض نہیں۔ سنئے! اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائیں، سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے اس صورت میں ہے کہ صرف سونا ہو۔ اسی طرح چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے اس صورت میں ہے کہ صرف چاندی ہو۔

اموالِ زکوٰۃ:

پہلے یہ سمجھ لیں کہ اموالِ زکوٰۃ کتنے ہیں، جن مالوں پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے وہ چار ہیں:

❶ سونا۔

❷ چاندی۔

❸ مالِ تجارت، مالِ تجارت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو بیچنے کی نیت سے خریدی ہو، کہیں زمین وغیرہ خرید لی اس نیت سے کہ اسے بیچیں گے اور بیچنے کی نیت قائم بھی ہو تو وہ مالِ تجارت ہے۔ اگر شروع میں بیچنے کی نیت سے نہیں خریدی، ملک میں آنے کے بعد نیت ہوگئی کہ بیچیں گے تو اس پر زکوٰۃ نہیں۔ ایسے ہی اگر بیچنے کی نیت سے خریدی اور بعد میں یہ ارادہ ہوگیا کہ نہیں بیچیں گے تو بھی زکوٰۃ نہیں، مالِ تجارت میں زکوٰۃ دو شرطوں سے ہے:

① بیچنے کی نیت سے خریدی ہو۔

② بیچنے کی نیت قائم بھی رہے۔

دونوں باتیں نہیں یا دونوں میں سے ایک نہیں تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہوگی۔

❹ اموالِ زکوٰۃ میں سے چوتھی چیز نقدی ہے، نقدی کا مطلب یہ نہیں کہ روپیا آپ

کے ہاتھ میں ہو بلکہ یہ مطلب ہے کہ وہ کسی چیز کی صورت میں نہ ہو، جسے آپ لوگ ''کیش'' کہتے ہیں وہ مراد ہے، خواہ وہ بینک میں ہو، خواہ کسی تجارت میں لگا ہوا ہو، خواہ آپ کے گھر میں ہو، خواہ کسی کے پاس امانت ہو، خواہ کسی پر قرض ہو۔

یہ چار چیزیں ہوگئیں، اب یہ جو کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ ساڑھے سات تولے سونے پر زکوٰۃ فرض ہے، یہ سونے کا نصاب ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان چاروں چیزوں میں سے صرف سونا ہو اور کچھ بھی نہیں، چاندی بھی نہیں، مال تجارت بھی نہیں اور نقدی بھی نہیں، ایک پیسا بھی نہیں جسے ''ٹیڈی پیسا'' کہتے ہیں، ایک ٹیڈی پیسا بھی نہیں، کچھ بھی نہیں صرف سونا ہے تو اس کا نصاب ہے ساڑھے سات تولے، اگر باقی تین چیزوں میں سے کوئی چیز سونے کے ساتھ مل گئی تو پھر اس کے وزن کا اعتبار نہیں رہتا بلکہ ان سب چیزوں کی قیمت لگائیں گے، اگر سب کی قیمت کا مجموعہ ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہوگیا تو زکوٰۃ فرض ہوجائے گی، سمجھ میں آرہی ہے بات؟ لہٰذا سونا اگر ایک ملی گرام بھی ہو اور اس کے ساتھ نقدی بھی ہے یا تھوڑی سی چاندی بھی ہے یا مال تجارت ہے غرض کوئی بھی چیز ملانے سے مجموعہ ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہوجائے تو زکوٰۃ فرض ہے۔ اس صورت میں سونا تو دیکھنے میں تو تھوڑا سا ہے مگر زکوٰۃ فرض ہوجاتی ہے۔ یہی تفصیل چاندی میں ہے چاندی کا نصاب جو ساڑھے باون تولے بتایا جاتا ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ اموال زکوٰۃ میں سے کوئی چیز بھی نہ ہو صرف چاندی ہو، سونے کا ذرہ بھی نہ ہو، مال تجارت کچھ بھی نہ ہو، نقدی میں سے ایک پائی بھی نہ ہو صرف چاندی ہو تو ساڑھے باون تولے چاندی پر زکوٰۃ فرض ہوگی اور اگر اس کے ساتھ سونے کا ذرہ ہو یا مال تجارت میں سے تھوڑا سا ہو یا نقدی ایک پیسا ہی کیوں نہ ہو اس صورت میں وزن کا اعتبار نہیں قیمت کا اعتبار ہے۔ دو چیزوں کا مجموعہ یا تین چیزوں کا مجموعہ یا چاروں کا مجموعہ ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہوجائے تو زکوٰۃ فرض

ہو جائے گی۔ میرا خیال ہے کہ آج کل کوئی انسان ایسا تو ہوتا ہی نہیں کہ جس کے پاس پیسا نہ ہو پیسا تو ہوتا ہی ہے لہٰذا وزن کا اعتبار نہیں رہے گا، ان کی قیمت کا حساب لگایا جائے گا، قیمت خرید نہیں بلکہ زکوٰۃ فرض ہونے کا جو دن ہے اس دن بازار میں جو قیمت ہو وہ قیمت لگائیں گے۔ اگر کسی پر قرض ہو تو تمام اموال زکوٰۃ کے مجموعے کی قیمت لگا کر اس میں سے قرض منہا کر دیں اس کے بعد اگر ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر ہو تو زکوٰۃ فرض ہوگی ورنہ نہیں۔ یہ نصاب زکوٰۃ دینے والوں کے لئے ہے۔

مصرف زکوٰۃ:

دوسرا نصاب ہے ان لوگوں کا جنہیں زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی، اسے زکوٰۃ کا مصرف کہتے ہیں۔ اس کا نصاب یہ ہے کہ پانچ چیزوں کا مجموعہ ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے، زکوٰۃ دینے والوں کے لئے تو چار چیزیں بتائی تھیں، لینے والوں کے لئے پانچ چیزیں ہیں، چار تو وہی جو پہلے بتائی ہیں سونا، چاندی، مال تجارت، نقدی اور اس دوسرے نصاب میں پانچویں چیز ہے ضرورت سے زیادہ سامان، اس کی قیمت بھی لگائیں گے۔ کسی کے پاس یہ پانچوں چیزیں ہوں، چار ہوں، تین ہوں، دو ہوں یا ایک ہو مجموعہ ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے تو وہ زکوٰۃ نہیں لے سکتا، اسے زکوٰۃ دے دی تو ادا نہیں ہوگی خوب یاد رکھیں۔

ضرورت سے زائد سامان کی تفصیل بھی سمجھ لیں کہ ضرورت کسے کہتے ہیں ورنہ لوگ تو یہی کہیں گے کہ ابھی تو ضرورت ہی پوری نہیں ہوئی، ضرورت سے زائد کہاں؟ کسی کے پاس قارون کا خزانہ ہو مگر جب اس سے پوچھیں تو وہ یہی کہے گا کہ اور آجائے اور آجائے، ابھی تو میری ضرورت پوری نہیں ہوئی، یہ حال ہے لوگوں کی ہوس

کا۔ ایک بزرگ کے پاس کوئی بہت بڑا مالدار آیا اور کچھ نذرانہ پیش کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کی کچھ ضرورتیں باقی ہیں یا سب پوری ہوگئیں؟ اس نے کہا نہیں حضرت بہت ضرورتیں ہیں تو فرمایا: بحمد اللہ تعالیٰ میری تو ایک ضرورت بھی باقی نہیں اور تمہاری بہت سی ضرورتیں باقی ہیں، تم زیادہ محتاج ہو اس لئے لے جاؤ۔ آج کل کے مسلمان کی ضرورتیں کہاں پوری ہوتی ہیں؟ وہ تو ہوتی ہی نہیں، جتنا بڑا سرمایہ دار بنتا جاتا ہے ضرورتیں بڑھتی جاتی ہیں، وہ بہت مسکین نظر آتا ہے۔

ضرورت کے معنی:

سنئے! ایک مثال سے ضرورت کا اندازہ لگائیں، کھانے کی ضرورت کیا ہوتی ہے؟ کھانا کتنا کافی ہے، فدیے میں یا کفارے میں ایک ایک مسکین کو کتنا کھانا کھلانا واجب ہے، اگر کفارے میں مسکین کو گیہوں کی روٹی کھلائیں تو دو وقت کھلانا کافی ہے، تین وقت کھلانا ضروری نہیں اور روٹی کے ساتھ انڈا بھی نہیں، چائے بھی نہیں، پھل بھی نہیں، قورمہ بھی نہیں، کباب بھی نہیں، کوفتے بھی نہیں، مکھن بھی نہیں، صرف دو وقت کی روٹی جس سے پیٹ بھر لے، اگر روٹی گیہوں کی ہے تو سالن ضروری نہیں، وہ ویسے ہی حلق سے اترنی چاہئے، کبھی تجربہ کر کے دیکھ لیں کہ آپ کا حلق اللہ کی مرضی کے مطابق ہے یا نہیں؟ گیہوں کی روٹی بغیر سالن کے حلق سے اتر جائے تو حلق ٹھیک ہے، تندرست ہے، اور اگر بغیر سالن کے لقمہ نہیں اترتا تو یہ حلق مریض ہے اس کا کچھ علاج کرنا چاہئے۔ یہ جو میں نے بتایا کہ کفارے میں گیہوں کی روٹی کافی ہے، سالن کی ضرورت نہیں، اس کا مطلب یہ نہ لے لیں کہ کفارے میں مسکین کو سوکھی روٹی ہی پکڑا دیں، سالن نہ کھلائیں، مساکین کو تو خوب خوب کھلائیں خوب خوب، یہ بتانے سے مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفارے میں مسکین کو جو کھلانے کے لئے فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ گیہوں کی روٹی ہو تو بغیر سالن کے ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ یہ سن

کر کہیں ایسا نہ سمجھ لیں کہ کفارہ دینا تو بڑا آسان ہو گیا بس سوکھی روٹی مسکین کو کھلا دیں گے، اس لئے خوب روزے توڑو۔ جب دینے کی بات ہو تو خوب دل کھول کر دیا کریں اگر اللہ تعالیٰ نے وسعت عطاء فرمائی ہے تو آپ پر جتنا فرض واجب ہے اس سے کئی گنا زیادہ دیا کریں ثواب ہی ملے گا کوئی گناہ تو نہیں ہوگا۔

پہننے کے لئے کپڑوں کے تین جوڑے ضرورت میں داخل ہیں، وہ تین اس طرح کہ ایک کام کاج کے وقت میں پہننے کا پرانا جوڑا، دوسرا جوڑا عام حالات میں پہننے کا، تیسرا جوڑا جمعہ اور عیدین میں پہننے کا، یہ ایک جوڑا کئی سال چلے گا۔ اس قسم کے تین جوڑے جس کے پاس ہوں اس کے پاس لباس بقدر ضرورت موجود ہے۔ باقی چیزوں کی تفصیل کو اسی پر قیاس کر کے خود اندازہ کر لیں۔

یہ تو بیان ہو گیا اس کا کہ کون سے لوگ ایسے ہیں جنہیں زکوۃ نہیں دی جا سکتی، ایک بار پھر بتا دوں کہ جس کے پاس ان پانچوں کا مجموعہ یا ان میں سے چند کا مجموعہ ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہوگا اسے زکوۃ نہیں دی جا سکتی۔ البتہ اگر اس شخص کے ذمہ کچھ قرض ہو تو قرض کی رقم کو مجموعے کی قیمت سے منہا کریں گے، اس کے بعد اگر ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو زکوۃ نہیں لے سکے گا۔

ٹی وی کے مالک کو زکوۃ دینا:

ایک بات خاص طور پر سمجھ لیں کہ ٹی وی جس کے گھر میں ہوگا اسے تو یقیناً زکوۃ نہیں دی جا سکتی، ٹی وی تو بہت قیمتی ہوتا ہے اور ہے یہ ضرورت سے زائد، صرف یہی نہیں کہ ضرورت سے زائد ہے بلکہ یہ تو عذاب ہے عذاب، ضرورت سے زائد تو کیا کہنا یہ تو ہے ہی عذاب کی چیز، جس کے گھر میں بھی ہو اسے زکوۃ نہیں دی جا سکتی، اگر دیں گے تو اداء نہیں ہوگی اور آپ کی دی ہوئی زکوۃ سے وہ جو کچھ بھی کھائے پئے گا،

قوت حاصل کرے گا اور پھر ٹی وی دیکھے گا تو اس گناہ میں آپ بھی برابر کے شریک ہوں گے، بھوکا مرے دو چار روز تو خود ہی ٹی وی کو گھر سے نکالے گا، اگر وہ مقروض ہو دس بارہ ہزار کا اور ٹی وی ہے تین ہزار کا اور دوسری کوئی چیز نہیں تو اگرچہ زکوٰۃ اداء تو ہوجائے گی مگر ایسے فاسق، فاجر، مجاہر، باغی کو زکوٰۃ دیں گے تو اس سے اسے جو کچھ بھی قوت حاصل ہوگی وہ اسے گناہوں میں اللہ کی بغاوت میں خرچ کرے گا، اس لئے اسے بھی زکوٰۃ نہیں دینی چاہئے۔ زکوٰۃ کچھ دیکھ بھال کر کسی ایسے شخص کو دیں کہ جب وہ کھائے، پئے، پہنے تو اس قوت کو اللہ کی اطاعت وعبادت میں خرچ کرے ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دی جائے۔

مانگنے والے کو زکوٰۃ دینا:

مانگنے والے کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ اگر مانگنے والا مستحق ہی نہیں پھر تو گناہ بھی ہوا، زکوٰۃ بھی اداء نہیں ہوئی اور اگر وہ مستحق تو ہے (یہ بات خوب یاد رکھیں کہ ان شرائط کے مطابق مستحق ہو جو میں نے بتائی ہیں) مگر اپنے لئے مانگتا ہے، اگر کسی دینی کام کے لئے اجتماعی دینی خدمات کے لئے مانگے تو وہ اور بات ہے، کوئی شخص خود اپنے لئے مانگتا ہو تو اسے دینا جائز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مانگنے والے پر قیامت کے دن ایک کھلا عذاب ہوگا، بہت کھلا عذاب، وہ یہ کہ قیامت کے دن اسے ایسی حالت میں لایا جائے گا کہ اس کے چہرے پر ذرا سا بھی گوشت نہیں ہوگا۔ (متفق علیہ) صرف ہڈیاں ہوں گی۔ حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ چہرہ بہت معزز عضو ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ چہرہ اس لئے بنایا تھا کہ صرف اللہ کے سامنے جھکے، اللہ کی طرف یہ چہرہ متوجہ رہے اور اللہ ہی کے سامنے یہ ہاتھ پھیلے، غیر کے سامنے نہ پھیلے، غیر کے سامنے سر نہ جھکے، غیر کے سامنے اس چہرے کی رونق کو تباہ نہ کیا جائے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے اس اعزاز کی ناشکری کی،

ناقدری کی، غیر کے سامنے اپنے چہرے کو ذلیل کرتا رہا اس کا عذاب یہ ہوگا کہ حشر میں پوری مخلوق دیکھے، سب کے سامنے اللہ تعالیٰ اسے یوں ذلیل فرمائیں گے کہ سب لوگ دیکھیں اس کے چہرے پر رونق نہیں، رونق تو گوشت سے ہوتی ہے نا، ہڈیوں سے تو رونق نہیں ہوتی، ان سے تو نفرت پیدا ہوتی ہے، اس نے دنیا میں اپنے چہرے کی آب کو تباہ کیا، اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کے چہرے کی آب اور عزت کو تباہ کریں گے، گوشت نہیں ہوگا صرف ہڈیاں ہوں گی۔ اور فرمایا:

﴿واذا سألت فاسأل اللّٰہ واذا استعنت فاستعن باللّٰہ﴾

(احمد و ترمذی)

ترجمہ: ''تو جب بھی سوال کرے تو صرف اللہ سے سؤال کر اور جب کسی معاملے میں کسی سے مدد طلب کرنے کی ضرورت پیش آئے تو صرف اللہ سے مدد طلب کر۔''

غیر کے سامنے ہاتھ نہ پھیلا، اللہ کافی ہے۔

سؤال سے ممانعت:

ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سوال کے لئے آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ تیرے گھر میں کوئی چیز ہے؟ اس نے عرض کیا کہ ہاں! ایک ٹاٹ ہے اسی کا کچھ حصہ ہم اوڑھتے ہیں اور کچھ حصہ بچھاتے ہیں اور ایک پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دونوں چیزیں میرے پاس لاؤ! وہ لے آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں چیزوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا: ان دونوں کو کون خریدے گا؟ ایک شخص نے کہا کہ میں ایک درہم میں لیتا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین بار فرمایا کہ ایک درہم سے زیادہ کون دے گا؟ تو ایک شخص نے کہا

کہ میں دو درہم میں لیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دونوں چیزیں اسے دے دیں اور اس سے دو درہم لے کر اس سائل کو دے کر فرمایا: ایک درہم سے کھانا خرید کر اپنے گھر والوں کو دو اور دوسرے درہم سے کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ! وہ لے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے اس میں دستہ ڈال کر فرمایا: جا اس سے لکڑیاں کاٹ کر بیچ اور میں تجھے پندرہ دن نہ دیکھوں۔ وہ شخص لکڑیاں کاٹ کر بیچنے لگا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس دوران اس نے دس درہم کمائے، ان میں سے بعض سے کپڑے خریدے اور بعض سے کھانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس سے بہتر ہے کہ بروز قیامت تو ایسی حالت میں آئے کہ سوال تیرے چہرے میں گڑھا ہو۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

ہوسکتا ہے کسی کو یہ خیال ہو کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَاَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝﴾ (۹۳-۱۰)

اسی طریقے سے صدقات کے مصارف میں بھی سائلین کا ذکر آتا ہے کہ اللہ کے بندے سائلین کو دیتے ہیں، اسی طرح بعض احادیث میں بھی یہ آتا ہے کہ سوال کرنے والا خواہ کوئی گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تو بھی اس کا حق بنتا ہے اسے دو واپس مت لوٹاؤ، ایسی حدیثیں ہیں، ان کے بارے میں خوب سمجھ لیں کہ قرآن و حدیث کا مطلب کسی عالم سے پوچھا کریں:

﴿اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۝﴾ (۲۵-۵۹)

قرآن و حدیث کے ترجے اگر خود دیکھ کر سمجھنے کی کوشش کریں گے تو گمراہ ہوجائیں گے ان کا مطلب علماء سے پوچھا کریں، رحمٰن کی شان کسی باخبر سے پوچھا کریں۔ قانون کی کتابیں خود دیکھ کر کوئی شخص بھی وکیل یا جج نہیں بن سکتا، ڈاکٹری کی کتابیں دیکھ کر پڑھ کر کوئی بھی ڈاکٹر نہیں بن سکتا اگر بن گیا تو اس کے علاج سے ایک تندرست ہوگا اور سو کو مارے گا۔ قرآن مجید کی آیات اور احادیث کا مطلب کسی عالم

سے پوچھیں، اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو سمجھنے والوں میں سب سے اول حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں یہ حضرات قرآن و حدیث کی تفسیر ہیں، پھر ان کے بعد قرآن مجید کی آیات، احادیث اور اقوال و افعال صحابہ کو سامنے رکھ کر دین کو قانون کی شکل دینے والے ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں انہوں نے دین کو قانون کی شکل دے دی تاکہ آگے امت میں اختلافات نہ ہوں، کسی نے کوئی حدیث دیکھی تو ادھر کو چل پڑا، کسی نے کوئی دیکھی تو وہ ادھر کو چل پڑا۔

جہالت کے کرشمے:

سمجھنے والے تو ماشاء اللہ! بڑے عجیب عجیب لوگ ہیں اور اس صفت کمال میں اکثر غیر مقلد سب سے آگے ہیں ان کا حال یہ ہے۔

الف کو کیل جانیں سب بے چارے
مگر دعویٰ ہے سب کا اجتہادی

ایک لطیفہ سن لیجئے! میں جو لطائف بتایا کرتا ہوں ان میں تنبیہات بھی ہوتی ہیں، غور سے سنئے ایک بڑا عجیب لطیفہ، چند روز پہلے ایک بچی نے اپنا نام بتایا شمائلہ میں نے کہا وہ کیا ہوتا ہے، یہ کیا بلا ہے؟ کہنے لگیں میری امی نے رکھا ہے، میں نے کہا اپنی امی سے پوچھ کر بتائیں، امی سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ مجھے بھی نہیں پتا، بس کسی نے بتا دیا تھا تو میں نے یہی نام رکھ دیا۔ ایک اور بچی نے اپنا نام بتایا شمائلہ، میں نے کہا ارے یہ کیا مصیبت ہے کچھ تو پتا چلے تو معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں دو جگہ لفظ "شمائل" ہے سورت نمبر سات آیت نمبر سترہ اور سورت نمبر سولہ آیت نمبر اڑتالیس دونوں جگہ اس لفظ کے معنی ہیں "بائیں جانب" بتائیے یہ نام رکھنے کا کیا مطلب ہوا پھر اسے لڑکی بنانے کے لئے "شمائلہ" کر دیا پھر اور زیادہ فیشن کے لئے "شمائلہ" کر دیا، ایسے نام رکھتے ہیں۔ اس قصے کو تو ہو گئے دو تین مہینے، ابھی کل کی بات ہے، ایک شخص

نے مجھ سے پوچھا کہ ایک لڑکی کا نام ''وریشا'' ہے یہ کیسا ہے؟ میں نے کہا کہ اس کے معنی تو کچھ بھی نہیں بنتے۔ کہنے لگے وہ لڑکی کہتی ہے کہ اس کے معنی ہیں زینت کا سامان۔ میں نے کہا کہ یہ تو کسی لغت میں نہیں، کیا آپ کے پاس اپنی کوئی لغت ہے؟ جس میں یہ لکھا ہے تو کہنے لگے کہ لڑکی کہتی ہے قرآن مجید میں آٹھویں پارے میں ہے ''وریشا'' اس کے معنی لکھے ہوئے ہیں: ''زینت کا سامان'' میں نے کہا اللہ کے بندے! یہ واو الگ ہے، ریش الگ ہے، الف الگ ہے، ڈاڑھی کو اسی لئے ریش کہا جاتا ہے کہ ڈاڑھی مرد کے لئے زینت ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ اس لڑکی سے کہیں کہ نام تو رکھ لیا ''وریشا'' اس لئے شادی کسی ڈاڑھی والے مرد سے کریں۔ ایسے ایسے نام لوگ رکھ لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو قرآن میں ہے، قرآن کا کوئی لفظ ذرا اچھا لگا تو معنی پوچھے بغیر، سمجھے بغیر بس وہ نام رکھ دیا، خاص طور پر لڑکی کا نام تو جو دیکھنے میں بہت اچھا لگے معنی کچھ بھی ہوں خواہ وہ ابلیس ہی کیوں نہ ہو، ابلیس چونکہ مشہور ہے اس لئے یہ نام نہیں رکھتے، اگر مشہور نہ ہوتا تو بہت سے لوگ اپنی بیٹیوں کا نام ابلیس رکھ لیتے۔

بات یہ ہو رہی تھی کہ قرآن و حدیث کا مطلب علماء سے پوچھا کریں قرآن میں جو حکم ہے کہ سائل کو مت جھڑکو اور حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا کرو اس کا مطلب علماء سے پوچھو قرآن مجید اور احادیث کا مطلب سمجھنے والے اسے قانون کے سانچے میں ڈھالنے والے حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں، سنئے! فقہاء کیا لکھتے ہیں، فقہ کی کتب میں صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ جس شخص کے پاس ایک دن کا کھانا حقیقۃً موجود ہو یا حکماً موجود ہو اس کے لئے سوال کرنا حرام ہے اور جو اسے دے گا وہ بھی حرام کام کر رہا ہے، دینے والا برابر کا مجرم ہے۔ ایک دن کا کھانا حقیقۃً موجود ہے یا کھانے کے لئے پیسے ہیں خرید کر کھا سکتا ہے، اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ حقیقۃً موجود نہ ہو حکماً موجود ہو، حکماً کا مطلب یہ کہ کما سکتا ہو، کمانے کی

قوت بھی ہو اور موقع بھی ہو پھر کھانے کے لئے گھر میں ایک دانہ بھی موجود نہ ہو تو حکماً موجود ہے کیونکہ کما سکتا ہے ایسے شخص کو دینا حرام ہے دینے والا حرام کام کا مرتکب ہوگا، جس کا سوال کرنا حرام اسے دینا بھی حرام دونوں برابر کے مجرم۔

رجب، شعبان، رمضان ان تین مہینوں کو لوگ بھیک مانگنے کا زمانہ سمجھتے ہیں، خوب زکوتیں مانگتے ہیں، خاص طور پر لڑکیوں کے جہیز بنانے کے لئے، زکوۃ مانگ مانگ کر جہیز بناتے ہیں اور ایسے ہی بے شرم دولہا ہوتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں جہیز ضرور چاہئے چوری کر کے لاؤ یا ڈکیتی کر کے لاؤ یا زکوۃ مانگ کر لاؤ، جہیز ہونا ضروری ہے۔ لوگ فون پر کہتے ہیں کہ کوئی صاحب ایسے ایسے آکر بتاتے ہیں ان کے یہ حالات ہیں وہ زکوۃ مانگتے ہیں تو انہیں دوں یا نہ دوں؟ میں کہتا ہوں کہ آپ جو حالات بتا رہے ہیں بظاہر تو وہ ٹھیک ہیں، زکوۃ اداء ہو جائے گی مگر پہلی بات یہ کہ مانگنا حرام، دوسرے مانگنے والے کو دینا حرام۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ جب تک کوئی مانگے گا نہیں تو ہمیں پتا کیسے چلے کہ زکوۃ کا مستحق ہے، زکوۃ کیسے دیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اپنے عزیز واقارب کے حالات کا تو اکثر علم ہوتا ہی ہے، محلے میں جو مساکین ہوتے ہیں ان کا علم بھی ہوتا ہے پھر اگر کوئی مسکین نہ ملے تو اس کا جواب بھی وہی ہے:

﴿اَلرَّحۡمٰنُ فَسۡـَٔلۡ بِهٖ خَبِيۡرًا ۝﴾ (۲۵-۵۹)

رحمن کا راستہ کسی باخبر سے پوچھئے، کسی معتبر عالم سے جس کے دل میں خود حب مال نہ ہو ایسے کسی عالم سے پوچھئے کہ ہمیں کوئی زکوۃ لینے والا نہیں مل رہا کسے دیں؟ وہ آپ کو ہزاروں بتا دے گا، ایک دو نہیں ہزاروں بتائے گا، ایسے ہزاروں لوگ دنیا میں موجود ہیں جنہیں زکوۃ دی جاسکتی ہے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گھر بیٹھے بیٹھے کوئی آکر لے جائے، انہیں چھان بین کرنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے، بیٹھے رہیں آرام سے اور لوگ گھر پر آکر مانگیں گے تو اعزاز بھی ہوگا سبحان اللہ! کوئی ادھر سے آرہا ہے کوئی ادھر سے آرہا ہے، سیٹھ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اکڑ کر اور اتنے ادھر سے ایک کو نکال

کر دیئے ادھر دوسرے کو دیئے لوگوں کا ایک ہجوم ہے اور یہ بڑی شان سے اپنی سیٹھی جتا رہا ہے اسے یہ خیال نہیں آتا کہ زکوٰۃ قبول بھی ہو رہی ہے یا نہیں، وہی حال اس کا ہے جو چرم قربانی کا کیا ہوا ہے، گائے خریدنے تو جائیں گے چار پانچ سات آدمی اتنے لوگ جاتے ہیں خریدنے کے لئے شاید اس میں یہ حکمت بھی ہو کہ اگر سات شریک ہیں تو ہر ایک کو یہ خیال ہوتا ہے کہ کہیں مہنگی نہ خرید لیں ایک خطرہ تو یہ اور دوسرا خطرہ یہ کہ کہیں دو چار پیسے ہم سے زیادہ نہ لے لیں، سستی خرید کر ہمیں زیادہ قیمت نہ بتا دیں، تیسرا خطرہ یہ کہ کہیں گائے بھاگ نہ جائے اگر خریدنے کے بعد گائے بھاگ گئی تو پھر اور خریدنی پڑے گی اور چوتھی بات یہ کہ شوق ہوتا ہے گوشت کھائیں گے گوشت، اس شوق میں سب جاتے ہیں، ان وجوہ سے قربانی کی گائے خریدنے تو جاتے ہیں اتنے سارے لوگ، دوکانیں کاروبار اور تجارت سارا کچھ چھوڑ کر گائے خریدنے جاتے ہیں پھر یہ فلسفی لوگ کہتے ہیں کہ جلدی خرید لو جیسے جیسے وقت قریب آتا جائے گا قیمتیں بڑھتی جائیں گی اس لئے دس پندرہ دن پہلے ہی خرید کر گھر لا کر جو باندھتے ہیں تو اس کا کھلانا پلانا، نگرانی کرنا اور گوبر وغیرہ اس کے نیچے سے ہٹانا اور اگر بکرا ہے تو ساری ساری رات وہ چیختا ہے، ہفتہ عشرہ پہلے ساری تکلیفیں برداشت کرتے ہیں نا؟ اور یہ بھی کہ کوئی بکرے کو اٹھا کر نہ لے جائے تو اس کی نگرانی الگ سے اور گائے کے دانت دیکھنے میں کتنی محنت کرتے ہیں۔ ایک بات یاد رکھیں اس کام کے لئے مستقل کمپنیاں کھلی ہوئی ہیں کہ اصل دانت نکال کر بڑے بڑے مصنوعی دانت لگا رہے ہیں، چھوٹے دانت والے جانور کے اصل دانت نکال کر بڑے دانت اس کے منہ میں ایسے فٹ کر دیتے ہیں جیسے ڈینٹل سرجن کرتا ہے۔ جانور خریدنے کے لئے اتنی محنتیں کرتے ہیں اور جانور ذبح ہونے اور گوشت تقسیم کرنے کے وقت بھی بڑے مستعد رہتے ہیں پھر جہاں یہ بات ہو کہ کھال کسے دیں، کیونکہ شرعی مصرف پر اس کا لگانا ضروری ہے، تو یہ نہیں سوچتے کہ جو لینے آتا ہے وہ مصرف ہے یا نہیں کہاں لگائے گا،

یہ کھال اٹھا کر صحیح جگہ پر نہیں پہنچا سکتے، بس جو بھی لینے پہنچ جائے اسے تھما دیتے ہیں، پوری گائے لے آتے ہیں مگر کھال اٹھا کر صحیح جگہ پہنچانا مشکل، یہ کام بہت مشکل ہے۔ معلوم ہوا کہ گوشت کی جو ہوس ہے نا وہ سارے کام آسان کر دیتی ہے، آگے کھال کسی صحیح شرعی مصرف پر لگانا اسے بہت مشکل لگتا ہے، کئی کئی دن کئی کئی گھنٹے جانور کی خریداری پر لگانا آسان ہے۔ ایک شخص نے یہاں فون پر کہا کہ ہمارے ہاں قربانی کی ایک کھال رکھی ہوئی ہے دارالافتاء کو دینا چاہتے ہیں کوئی آدمی بھیج دیں۔ میں نے کہا تھوڑی دیر کے لئے آپ خود ہی آدمی بن جائیں کھال یہاں اٹھا کر لے آئیں پھر جو چاہیں بنتے رہیں (اس زمانے میں ایسے لوگوں سے کھال قبول کر لی جاتی تھی جو خود پہنچاتے تھے بعد میں یہ سلسلہ بھی ختم کر دیا خود بیچ کر رقم لائیں اور وہ دارالافتاء کی شرائط کے مطابق ہو تو قبول کر لی جاتی ہے ورنہ نہیں۔)

زکوٰۃ دینے کا طریقہ:

کہتے ہیں کہ زکوٰۃ لینے والا ملتا نہیں، زکوٰۃ کسے دیں؟ فکر ہوتی تو مل جاتے، فکر ہی نہیں اور فکر اس لئے نہیں کہ اہمیت نہیں۔ زکوٰۃ کا مستحق کون ہے؟ وہ بات تو الگ رہی زکوٰۃ کا مسئلہ پوچھ لیں اتنی ہمت بھی نہیں ہوتی، مستحق تلاش کرنا تو الگ بات ہے۔ مستحق کو تلاش کیا کریں تلاش کرنے پر نہ ملے تو پھر کسی صحیح عالم سے پوچھ لیں کہ ہمیں مستحق نہیں مل رہے آپ بتا دیں تو وہ آپ کو ہزاروں مستحق بتا دیں گے۔ بہر حال نتیجہ یہ کہ مانگنے والوں کو دینا جائز نہیں۔ ایک تدبیر اور بتا دوں، پہلے سے کچھ لوگوں کے بارے میں یہ علم ہو کہ یہ یہ مساکین ہیں، انہیں آپ پہلے سے بتا دیں کہ آپ وقت پر ہمیں یاد دلائیں اولاً تو وہ یاد کیوں دلائیں کام تو آپ کا ہے ان کے یاد دلانے سے پہلے ہی آپ انہیں دے دیں اور اگر کسی نے آکر سوال کر بھی لیا تو اسے مسئلہ سمجھائیں کہ مانگنے پر دینا تو جائز نہیں، اس لئے ہم آپ کو نہیں دیں گے، ہاں کسی وقت میں غور

کریں گے اگر کبھی کچھ توجہ ہوگئی اور ہماری سمجھ میں بات آگئی کہ آپ کو دینا چاہئے، اللہ نے آپ کی طرف دل کو متوجہ کر دیا تو شاید کبھی آپ کو بھی دے دیں، چند دن گزرنے کے بعد جب وہ بالکل مایوس اور ناامید ہوجائے تو پھر اسے دے دیں، دوسرے سال پھر مانگے تو کہیں کہ آپ نے پچھلے سال مانگا تھا میں نے آپ کو مسئلہ بتا دیا تھا اس کے باوجود اب پھر سوال کر دیا اب تو ہرگز نہیں دوں گا جب بالکل مایوس ہوجائے پھر دے دیں، مانگنے کی نوبت ہی نہ آنے دیں، اس سے پہلے ہی دے دیں یا کچھ مساکین نظر میں ہوں تو ان سے کہہ دیا کریں کہ اگر ہم بھول جائیں تو تمہیں اجازت ہے آکر یاد دلا دیا کرو پہلے سے کہہ دیا پھر کسی نے یاد دلا دیا تو وہ جائز ہے وہ اس مانگنے میں داخل نہیں اس لئے کہ دینے والے نے پہلے سے خود ہی کہہ دیا۔

صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب:

دوسرے درجے میں جو نصاب بتایا ہے ان لوگوں کا جو لوگ زکوٰۃ نہیں لے سکتے وہی نصاب صدقۃ الفطر کے وجوب کا ہے اور وہی نصاب قربانی کے واجب ہونے کا ہے۔ پانچ چیزوں کا مجموعہ ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہوجائے تو اس کے لئے تین حکم ہیں:

1. زکوٰۃ نہیں لے سکے گا۔
2. اس پر صدقۃ الفطر واجب ہوگا۔
3. اس پر قربانی واجب ہوگی۔

ان تین احکام کا تعلق اس نصاب کے ساتھ ہے۔

زکوٰۃ کا حساب لگانے کا طریقہ:

اب رہی یہ بات کہ زکوٰۃ کس تاریخ میں نکالی جائے یا زکوٰۃ واجب کب ہوگی؟ واجب تو ہوگئی نصاب پورا ہونے سے، اداء کرنا کب واجب ہوگا اس کا حکم یہ ہے کہ

جس قمری تاریخ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو صاحب نصاب کیا، زیادہ تر لوگ صاحب نصاب بنتے ہیں یا تو شادی کے موقع پر، لڑکی کی شادی ہوئی تو والدین اسے زیور دیتے ہیں، شوہر کی طرف سے بھی زیور ملتا ہے وہ صاحب نصاب بن جاتی ہے بلکہ اس پر تو حج بھی فرض ہوجاتا ہے، والدین بیٹیوں کو جہیز اتنا دیتے ہیں کہ حج فرض کر دیتے ہیں پھر کرواتے نہیں، یہ بھی عجیب بات ہے، جہنم میں داخل کرنے کی کتنی کوشش کرتے ہیں یا تو اتنا دیں ہی نہیں کہ اس پر حج فرض ہوجائے، دیتے اتنا ہیں کہ حج فرض ہوجائے مگر کرواتے نہیں، وہ خود کیسے کرے وہ کہتی ہے جہیز کیسے بیچوں یہ تو ابا نے دیا ہے، امی نے دیا ہے، ان کی یادگار ہے پھر کوئی بیچنا بھی چاہے تو والدین ناراض ہوتے ہیں مت بیچو، مت بیچو، ہم نے بیچنے کے لئے تھوڑا ہی دیا ہے، یعنی ضرور جہنم میں جاؤ، کبھی بھی بیچنے کی کوشش نہ کرنا اولاد کو لازماً دھکیل دھکیل کر جہنم میں پھینکنے کی کوشش کر رہے ہیں، اتنا جہیز دیتے ہیں کہ حج فوراً فرض ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو ہدایت دیں۔ صاحب نصاب ہونے کی دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ ملازمت مل گئی تو پہلی تنخواہ جب آئے گی اگر وہ اتنی ہے کہ چار چیزوں کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہوگیا تو وہ تاریخ ہے صاحب نصاب بننے کی۔ تیسری صورت یہ کہ کسی کے رشتے دار کا انتقال ہوگیا تو وراثت میں اسے کچھ مال ملا جس کی وجہ سے یہ صاحب نصاب ہوگیا۔ چاند کے مہینے کی وہ تاریخ جس میں یہ صاحب نصاب ہوا وہ تاریخ عمر بھر کے لئے معین ہوگئی ایک سال گزرنے کے بعد جب وہ قمری تاریخ آئے گی تو اس وقت دیکھیں گے کیا کچھ ہے خواہ وہ روپیا اپنے پاس ہو، خواہ بینک میں ہو، خواہ تجارت میں ہو، خواہ کسی کو قرض دیا ہو (قرض دیئے ہوئے مال پر وجوب زکوٰۃ میں کچھ تفصیل ہے، قرض کی قسمیں مختلف ہیں جن کے احکام بھی مختلف ہیں جو بوقت ضرورت علماء سے معلوم کئے جاسکتے ہیں) خواہ کسی کے پاس امانت ہو، خواہ مال تجارت ہو، خواہ سونا ہو، خواہ چاندی ہو، خواہ بیٹی کو جہیز میں دینے کی نیت سے رکھا ہو، لوگوں نے زکوٰۃ سے بچنے کا ایک

طریقہ یہ نکال رکھا ہے کہ بیٹی کو جہیز میں دینے کے لئے جو سونا، چاندی نقدی وغیرہ جمع کیا ہے اس کے بارے میں کہتے ہیں اس پر زکوٰۃ نہیں، وہ تو ہم نے بیٹی کے لئے رکھا ہے سنئے خوب سمجھ لیجئے! اگر وہ سامان والدین نے بیٹی کی ملک کر دیا یعنی بیٹی کو یہ اختیار دے دیا کہ شادی سے پہلے ہی اس کا جو چاہے کرے، خواہ خود استعمال کر لے خواہ صدقہ کر دے، جو چاہے کرے، ملک کرنے کا یہ مطلب ہے تو اس صورت میں تو اس کی زکوٰۃ بیٹی کے ذمہ ہے اور اگر ابھی وہ سب چیزیں والدین کی ملک ہیں تو ان کی زکوٰۃ والدین کے ذمہ ہے جہیز کی نیت سے جمع کیا جانے والا سامان زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہیں ہوتا۔ اس معین تاریخ میں سونے اور چاندی کی جو قیمت ہو اس کے مطابق حساب لگائیں گے کل مال پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔ حساب تو لگائیں معین تاریخ میں لیکن اداء کرنے کے لئے تاریخ کی پابندی نہیں جب چاہیں اداء کریں لیکن جلدی سے جلدی اداء کرنا چاہئے۔ اس معین قمری تاریخ کا اعتبار ہے اس دن حساب کریں گے، وہ تاریخ آنے سے ایک دن پہلے لاکھوں روپے آپ کو مل گئے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگئی، لوگ مجھ سے پوچھتے رہتے ہیں نا اس لئے مجھے معلوم ہے، کہتے ہیں اتنے دن پہلے ہم نے مکان بیچا اور اتنے دن پہلے فلاں چیز بیچی اور اتنے دن پہلے وراثت میں پیسا ملا وہ ایک ایک کا سال الگ گزارنا چاہتے ہیں۔ اس کا سال جب ہوگا، اس کا سال جب ہوگا، اس کا سال جب ہوگا، ارے اللہ کے بندو! دیکھئے جو اللہ سے نہیں ڈرتا اس میں عقل تو رہتی ہی نہیں، اگر ہر جہیز کا حساب الگ الگ لگائیں گے تو پیسا تو روزانہ آتا ہے اس لئے روزانہ آپ پر زکوٰۃ فرض ہوگی کچھ پیسا آج آیا، کچھ کل آیا، کچھ پرسوں آیا، کیا پورے سال زکوٰۃ ہی نکالتے رہیں گے، ایک معین قمری تاریخ جس میں صاحب نصاب ہوئے اس سے ایک دن پہلے لاکھوں روپے آگئے تو زکوٰۃ فرض ہوگئی لاکھوں کروڑوں جتنے بھی ہیں سب کی زکوٰۃ فرض ہے، اور اگر ایک دن پہلے لاکھوں روپے نکل گئے، جس قمری تاریخ پر حساب موقوف ہے اس کے آنے سے ایک

دن پہلے کروڑوں روپے نکل گئے تو ان کی زکوٰۃ نہیں ہوگی۔ ایک بہت خوبصورت پمفلٹ شائع ہوا ہے اس میں بڑی عجیب بات لکھی اور اپنی طرف سے بہت کمال کر دکھایا اور دکھانا ہی چاہئے تھا اس لئے کہ بہت ترقی یافتہ لوگوں نے شائع کیا ہے، لکھا ہے کہ اگر قمری مہینے کی تاریخ کا حساب لگانا کچھ مشکل ہو تو عیسوی سال کے شمسی مہینوں سے زکوٰۃ کا حساب کرلیں چونکہ عیسویں سال کے دن زیادہ ہوتے ہیں اور قمری سال کے دن کم ہوتے ہیں تو دنوں کا حساب لگا کر اتنے پیسے کم کردیں۔ یہ طریقہ بالکل غلط ہے واللہ اعلم ان ترقی یافتہ لوگوں نے کہاں سے لے لیا۔ زکوٰۃ میں دنوں کا حساب نہیں ہوتا اگر صرف ایک دن پہلے کروڑوں روپے ملے تو ان کی زکوٰۃ بھی اتنی ہی ہوگی جتنی ایک سال گزرنے والے مال کی۔ زکوٰۃ کا حساب قمری تاریخ سے کیا جائے گا جس دن اللہ نے آپ کو صاحب نصاب کیا اس تاریخ کو کہیں لکھ لیں یاد رکھیں عمر بھر کے لئے وہ تاریخ معین ہوگئی، آگے پیچھے نہیں کرسکتے۔ کتنی بڑی اللہ کی ناشکری ہے کتنی بڑی ناشکری کہ اللہ تعالیٰ نے مسکین سے مالدار کیا صاحب نصاب کیا مگر یہ ناشکرا اس تاریخ کو یاد نہیں رکھتا، اللہ کا اتنا بڑا کرم کہ پہلے زکوٰۃ لینے کا مستحق تھا، اللہ نے اپنے کرم سے بارش جو برسائی تو اب یہ زکوٰۃ دینے کے قابل ہوگیا، شکر اداء کرتے کرتے اس کی تو زبان خشک ہوجائے اور جب سجدے میں سر رکھے تو قیامت تک اٹھائے نہیں عمر بھر سجدے میں پڑا رہے۔

ے نہیں ہوتا ادائے حق نعمت کچھ نہیں ہوتا
اگرچہ دل ہے وقف سجدۂ شکرانہ برسوں سے

ایسا ناشکرا مسلمان کہ اللہ نے تو اتنا مال دیا کہ صاحب نصاب ہوگیا اغنیاء کی فہرست میں داخل ہوگیا اور یہ کہتا ہے کہ مجھے یاد ہی نہیں زکوٰۃ کب فرض ہوئی۔ خوب یاد رکھیں چاند کی تاریخ کے مطابق زکوٰۃ کا حساب کرنا ہے شمسی تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں اگر ایک تاریخ آگے پیچھے ہوگئی تو ایک دن میں بڑھ بھی سکتے ہیں اور کم بھی ہوسکتے ہیں۔

مخصوص مہینوں میں زکوٰۃ دینا:

یہ جو دستور ہے کہ لوگ زکوٰۃ اداء کرتے ہیں رجب میں یا شعبان میں یا رمضان میں اس طرح مہینے معین کرنے میں کتنی خرابیاں ہیں لوگوں کو میری یہ بات عجیب لگے گی لیکن جیسے میں نے بتایا کہ مہینہ بھی تاریخ بھی وہ تو اللہ نے جب آپ کو مالدار کیا تو اللہ نے خود ہی معین فرمایا دیا فلاں مہینے کی فلاں تاریخ میں جو کچھ بھی آپ کے پاس ہوگا اس پر زکوٰۃ فرض ہوگئی، اس کا حساب کریں جن لوگوں نے اپنی طرف سے کوئی مہینہ معین کرلیا اس میں کتنی خرابیاں ہیں، شروع میں جو آیت میں نے پڑھی تھی اسے پھر سوچ لیں، کام جب بنے گا جب کہ اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کریں گے، اگر اس کے مطابق نہیں کرتے تو گھروں میں دروازوں سے نہیں جارہے اوپر سے پھلانگ پھلانگ کر جارہے ہیں، کہیں اوپر چڑھے اور کودے تو ٹانگ ٹوٹے گی، اللہ کے قانون کے مطابق کریں، یہ لوگ خود اللہ بننا چاہتے ہیں کہ جیسے میں چاہوں گا ویسے کروں گا۔ جن لوگوں نے رمضان کو معین کر رکھا ہے یا رجب یا شعبان کو معین کر رکھا ہے اس میں ترتیب وار سنیں کتنی خرابیاں ہیں:

① جس تفصیل سے میں نے بتایا اس کے مطابق کسی کا سال پورا ہوا جمادی الثانیہ میں مگر یہ حساب کرے گا رجب میں یا شعبان میں یا رمضان میں تو ایک ہی دن میں کروڑوں کا مالک بھی بن سکتا ہے اور ایک ہی دن میں کروڑوں سے محتاج بھی ہوسکتا ہے۔

تو شاہوں کو گدا کردے گدا کو بادشاہ کردے
اشارہ تیرا کافی ہے گھٹانے اور بڑھانے میں

کہنے والے نے تو یہ شعر کہا دنیا کے لئے، میں یہ شعر پڑھتا رہتا ہوں آخرت کے لئے، یا اللہ! تیری وہ شان کہ لمحے میں اشارے میں گدا کو بادشاہ کردے یا اللہ!

تیری اس رحمت کا صدقہ، قدرت کاملہ کا صدقہ ہم دین کے لحاظ سے فقیر ہیں، گدا ہیں، بھکاری ہیں یا اللہ! اپنی محبت سے، دین کی نعمتوں سے، جنت کی نعمتوں سے ہمیں مالا مال کردے بادشاہ بنادے، یا اللہ! اپنی رحمت سے ساری امت کو دین کی نعمتیں، دین میں ترقی اتنی عطاء فرما کہ بادشاہ بنادے۔ ایک خرابی تو یہ کہ زکوٰۃ کا حساب کرنا شرعاً فرض تھا جمادی الثانیہ میں آپ نے کیا رجب یا شعبان یا رمضان میں تو کروڑوں کی زکوٰۃ آپ کے ذمہ رہ سکتی ہے کروڑوں کی، کتنے نقصان کی بات ہے، کتنا بڑا قرض آپ کے ذمہ رہ جائے گا۔

(۲) اگر کسی نے حساب تو لگا لیا صحیح تاریخ کے مطابق کہ اس معین تاریخ میں کیا کچھ ہے، جتنے اموال زکوٰۃ ہیں چاروں کے مجموعے کا موجودہ قیمت کے مطابق حساب تو لگا لیا مگر زیادہ ثواب لینے کے لئے سوچا کہ رمضان میں دیں گے تو اس بارے میں یہ سوچئے:

(۱) کیا آپ نے اللہ سے لکھوا لیا ہے کہ رمضان تک اللہ آپ کو ضرور مہلت دے گا، اگر پہلے مر گئے تو؟ زندگی کا تو ایک لمحے کا اعتبار نہیں زکوٰۃ آپ کے ذمہ رہ گئی تو کیا بنے گا۔

(۲) اگر زندہ رہ بھی گئے تو فرض اداء کرنے میں بلاوجہ اتنی تاخیر کیوں کی فرض تو جتنی جلدی ہو سکے اداء کرنا چاہئے۔

(۳) دنیا کے تجارب سے ثابت ہے کہ کروڑوں اربوں پتی دنوں بلکہ منٹوں میں مفلس ہو گئے، ہو سکتا ہے کہ ان مہینوں کے آنے سے پہلے سارا مال ختم ہو جائے، آپ مسکین ہو جائیں تو وہ زکوٰۃ جو آپ پر فرض ہو چکی تھی وہ ساقط نہیں ہو گی پھر کہاں سے اداء کریں گے۔

(۴) مساکین کا حق پہنچانے میں دیر کیوں کی ان کا حق تو جلد از جلد پہنچانا چاہئے۔

(۵) کسی مخصوص دن یا مہینے میں عبادت کا زیادہ ثواب اسی صورت میں ہے جب کہ

شریعت میں اس کا ثبوت ہو اپنی طرف سے اس میں ثواب بتانا بہت سخت گناہ ہے۔ جمعہ کے دن اور رات کی بہت فضیلت ہے مگر کسی کو جمعرات کے دن نفل پڑھنے کا خیال ہوا لیکن وہ کہتا ہے کہ کل پڑھوں گا تاکہ ثواب زیادہ ملے تو اسے زیادہ ثواب نہیں ملے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے صراحۃً روکا ہے، فرمایا:

﴿لا تختصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالي ولا تختصوا يوم الجمعة بصيام من بين الايام﴾ (مسلم)

جمعہ کی رات کو زیادہ نفلوں سے خاص نہ کرو، جمعہ کے دن کو روزے سے خاص نہ کرو۔ صراحۃً روک دیا بالکل مت کرنا، بدعت ہوگا، ثواب کی بجائے عذاب ہوگا۔ اسی طرح مکہ مکرمہ میں ایک عبادت کا ثواب لاکھ کا ملتا ہے اس کا مطلب بھی سمجھ لیں کہ جو عبادت وہاں جا کر کرنے کا خیال آیا یہ اس کے لئے ہے کہ ایک کا ثواب ایک لاکھ ملے گا اور اگر خیال تو پہلے آگیا لیکن یہ کہتا ہے کہ وہاں جا کر یہ عبادت کروں گا لاکھ کا ثواب ملے گا تو اسے ثواب نہیں ملے گا عذاب ہوگا۔ ثواب جب ملتا ہے کہ پہلے سے خیال نہیں تھا یا پہلے سے کوئی چیز واجب نہیں تھی، فرض نہیں تھی، اگر فرض پہلے سے ہے، واجب پہلے سے ہے یا خیال پہلے سے ہے مگر اسے ادا نہیں کرتا اس لئے کہ فلاں دن فضیلت کا ہے اس میں کروں گا، اس سے صراحۃً ممانعت آئی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر زکوٰۃ پہلے فرض کر دی لیکن آپ اسے روکے ہوئے ہیں رمضان کا زیادہ ثواب حاصل کرنے کی غرض سے تو خوب سمجھ لیں کہ ثواب نہیں ہوگا عذاب ہوگا۔ دوسروں تک بھی یہ بات پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ تمام احکام کو اپنی مرضی کے مطابق اداء کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔

وصل اللّٰهم وبارك وسلم على عبدك ورسولك محمد

وعلى اٰله وصحبه اجمعين.

والحمد لله رب العٰلمين.

زحمت کو رحمت سے بدلنے کا نسخۂ اکسیر

— وعظ —

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

— ناشر —

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ کراچی

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: زحمت کو رحمت سے بدلنے کا نسخۂ اکسیر

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ:

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۳-۰۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

زحمت کو رحمت سے بدلنے کا نسخۂ اکسیر

(محرم ۱۴۰۲ھ)

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین.

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم.

﴿قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ڮ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ۝﴾ (۹-۵۲)

مسلمان کی ہر حالت رحمت:

اس آیت میں مجاہدین کے لئے بشارت ہے کہ ”آپ کفار سے فرما دیں کہ ہم

لوگ جب جہاد کے لئے نکلتے ہیں تو ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی کا انتظار کرتے رہو، اور ہم تمہارے حق میں اس کے منتظر رہا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی عذاب واقع کرے گا اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں سے، سو تم انتظار کرو، ہم تمہارے ساتھ انتظار میں ہیں'' اللہ تعالیٰ کی دو رحمتوں میں سے ایک رحمت ضرور ملے گی، وہ کیا؟ اگر مر گئے تو شہید ہوگئے، سیدھے جنت میں گئے اور زندہ رہے تو غازی کہلائے، زندگی ہے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق جہاد کا ثواب مل رہا ہے، ساتھ ساتھ مال غنیمت بھی مل رہا ہے، مر گئے تو شہادت نصیب ہوگئی، اللہ تعالیٰ کی ہم پر وہ رحمت ہے ان کا وہ کرم ہے کہ زندہ رہیں تو رحمت مر جائیں تو رحمت۔

اور تمہارے بارے میں ہم یہ انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں براہ راست ہی ذلیل فرمائیں گے، یا ہمارے ہاتھوں قتل کروائیں گے۔

اس وقت آیت کے پہلے ٹکڑے کا بیان مقصود ہے، جو لوگ جہاد میں نکلے ہوئے ہیں ان کے لئے: **احدی الحسنیین** یعنی دو بھلائیوں میں سے ایک کا وعدہ ہے، اس پر قیاس کر کے یہ سوچا جائے کہ جو لوگ کسی عذر کی وجہ سے کفار کے ساتھ جہاد میں مشغول نہیں ہو سکتے انہیں بھی چاہئے کہ ان پر جو حالت بھی آئے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت بنالیں اور رحمت بنا لینا اپنے اختیار میں ہے، وہاں جیسے دو چیزیں تھیں کہ یا تو زندہ رہے یا مر گئے یہاں بھی سمجھ لیں کہ مسلمان کی دو حالتیں ہیں کہ جب تک زندہ ہے تکلیف میں ہے یا راحت میں۔ ہر شخص محاسبہ کرے کہ جب تک زندگی ہے بظاہر تکلیف میں ہے یا راحت میں، پھر تکلیفیں بھی مختلف قسم کی ہیں مالی پریشانی، بیماری کی پریشانی، لوگوں کی طرف سے پریشانی کہ کوئی دشمن مسلط ہوگیا وہ پریشان کر رہا ہے، ذہنی پریشانی۔ غرض کسی قسم کی بھی پریشانی ہو۔ ایک حالت تو یہ ہو گئی۔

اور دوسری راحت کی حالت کہ کوئی پریشانی نہیں بس سکون ہے، دونوں حالتوں کو

اللہ تعالیٰ کی رحمت بنالیں، اور یہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اختیار میں دے دیا ہے کہ راحت کو بھی رحمت بنالیں اور تکلیف کو بھی، دونوں صورتوں میں رحمت ہی رحمت، یہ دونوں حالتیں رحمت کیسے بنتی ہیں؟ اس طریقہ سے کہ بندہ ہر حال میں اپنے مالک کے ساتھ محبت کا تعلق رکھے، اطاعت کا تعلق رکھے، نافرمانی سے بچتا رہے، جن گناہوں کی عادت ہے خواہ ظاہری گناہ ہوں یا باطنی گناہ، ان سے بچنے کی کوشش کرے، توبہ واستغفار کرتا رہے، بس ہر حالت رحمت بن گئی، اگر جسمانی تکلیف میں مبتلا ہے، مالی تکلیف میں مبتلا ہے یا کسی انسان کی طرف سے پریشانی کا سامنا ہے، مگر یہ گناہوں کو چھوڑے ہوئے ہے، دوسروں سے بھی چھڑوانے کی کوشش کرتا ہے، تو یہ تکلیفیں اس کے لئے رحمت بن گئیں، وہ کیسے؟ گناہ معاف ہورہے ہیں، اگر گناہ نہیں ہیں تو درجات میں ترقی ہورہی ہے، جنت کی نعمتوں میں ترقی ہورہی ہے، یا یہ کہ گناہ تو تھے مگر تکلیف کی وجہ سے گناہ بھی معاف ہوگئے اور درجات میں بھی ترقی ہورہی ہے، تکلیف بھی رحمت بن گئی۔

شکرِ نعمت کا طریقہ:

اور اگر راحت و آسانی ہے تو یہ سمجھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، شکرِ نعمت اداء کرے، شکرِ نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اطاعت کا تعلق رکھے صرف زبانی شکر کافی نہیں جب تک کہ اعمال کی اصلاح نہیں کرلیتا، اصلاح بھی کرلے اور ساتھ ساتھ زبانی شکر بھی اداء کرتا رہے پھر تو کیا کہنا، سبحان اللہ نورٌ علیٰ نور ہے، اگر زبانی شکر اداء نہیں کیا مگر عملی شکر اداء کررہا ہے تو بھی شکرِ نعمت اداء ہوگیا، فرض اداء ہوگیا، ایک شاعر کہتا ہے۔

؎ افادتکم النعماء منی ثلاثۃ
یدی ولسانی و الضمیر المحجبا

مجھ پر آپ کے احسانات وانعامات کی جو بارش ہو رہی ہے اس کی وجہ سے آپ میری تین چیزوں کے مالک بن گئے، تینوں چیزیں ہر وقت آپ کی خدمت میں لگی ہوئی ہیں، ایک ظاہری اعضاء ہاتھ پاؤں وغیرہ، یہ آپ کی اطاعت میں لگے ہوئے ہیں، دوسری زبان جو ہر دم آپ کی مدح وثناء میں لگی رہتی ہے، تیسری چیز میرا دل ہے، جو آپ کی محبت سے سرشار ہے، آپ کا مملوک ہو گیا۔

یہ ایک انسان دوسرے انسان کے بارے میں کہہ رہا ہے کہ آپ کے احسانات نے مجھے اپنا مملوک بنا لیا، حالانکہ ایک انسان جو دوسرے انسان پر احسان کرتا ہے تو اس کی مثال صرف ایک برتن کی سی ہے، اصل محسن تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں، انسان صرف اس کا ذریعہ ہے، کسی انسان نے دوسرے پر احسان کیا تو ذرا سوچئے کہ محسن کے دل میں احسان کرنے کا ارادہ کس نے پیدا کیا؟ احسان کرنے کی صلاحیت کس نے عطاء فرمائی؟ اور جو نعمت یہ دوسرے کو دے رہا ہے وہ نعمت اس کو کس نے عطاء فرمائی؟ ظاہر ہے کہ یہ تینوں چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں، جب ایک بندہ کے احسان کا دوسرے بندہ پر یہ اثر ہے تو اللہ تعالیٰ کے احسانات کا کتنا اثر ہونا چاہئے؟

غرضیکہ اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حاصل ہیں تو ان کو اپنے لئے حسنٰی یعنی رحمت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا ذریعہ بنالے، ان نعمتوں کو آئینۂ جمال یار بنالے، کہ نعمتوں میں منعم کا دیدار ہو، اس کا جلوہ نظر آئے۔

مصیبت کی تین قسمیں:

تکلیف اور مصیبت جو دنیا میں پیش آتی ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم عذاب ہے یعنی تکلیف عذاب کے طور پر آتی ہے، گناہوں کی سزا ہوتی ہے۔ دوسری قسم ہے کفارۂ سیئات اور تیسری قسم باعث ترقیٔ درجات۔ آنے والی تکلیف کس قسم میں داخل ہے؟ یہ کسی اور سے معلوم کرنے کی ضرورت نہیں، جس پر گزر رہی ہے وہ خود

ہی بتا دیتا ہے کہ کونسی قسم ہے؟ اگر تکلیف اور مصیبت کے دوران بھی نافرمانی سے باز نہیں آتا، گناہوں کی عادت جیسی پہلے تھی تکلیف کے بعد بھی ویسی ہی ہے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ تکلیف اس کے لئے عذاب ہے۔

اور اگر تکلیف کے بعد گناہوں سے باز آجاتا ہے، توبہ واستغفار کرنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہوجاتا ہے تو یہ تکلیف اس کے لئے رحمت بن جاتی ہے۔ جیسے ایک شخص کو بخار ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لا بأس طهور ان شاء الله﴾ (رواه البخاری والنسائی فی الیوم واللیلة)

کیا عجیب الفاظ ہیں، ''انشاء اللہ یہ پاک صاف کرنے والا ہے'' یہ تکلیف اس کے لئے کفارۂ سیئات ہے، دو فائدے ہوئے، ایک تو یہ کہ اب تک کے سارے گناہ معاف ہوگئے، دوسرا فائدہ یہ کہ اس تکلیف کے بعد اس نے آیندہ کے لئے گناہ چھوڑ دیئے۔ یہ کتنا بڑا فائدہ ہے؟ ویسے کہتے رہو، سمجھاتے رہو گناہ نہیں چھوڑتے، اب اللہ تعالیٰ نے ایسا چابک لگا دیا کہ پہلے گناہ بھی معاف ہوگئے، اور آیندہ کے لئے بھی باز آگیا، یہ کتنی بڑی رحمت ہے؟

تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو گناہ نہیں کرتے اور کبھی غلطی ہوجاتی ہے تو توبہ واستغفار کرلیتے ہیں، ان لوگوں کی ایک حالت بہت ہی عجیب ہے، وہ یہ کہ اس قسم کے لوگ جب کوئی گناہ کررہے ہوتے ہیں تو عین گناہ کی حالت میں بھی ان کے دل لرز رہے ہوتے ہیں، غافل نہیں ہوتے، دہلتے، لرزتے دل سے گناہ کرتے ہیں، ایسی حالت میں گناہ ہوجاتا ہے تو اس کے بعد بہت پریشان ہوتے ہیں، ان ہی کی پریشانی کے بارے میں فرمایا۔

چون برارند از پریشانی حنین
عرش لرزد از انین المذنبین

آنچنان لرزد کہ مادر بر ولد
دست شاں گیرد ببالا می کشد

فرمایا جب غلطی ہوگئی اور غلطی کے بعد گڑگڑاتے ہیں، روتے ہیں، توبہ واستغفار کرتے ہیں تو ان کی اس کیفیت سے عرش بھی لرز جاتا ہے، کانپ اٹھتا ہے، یہ بندہ اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرتا ہے کہ عرش لرزد از انین المذنبین، اور۔

؎ آنچنان لرزد کہ مادر بر ولد
دست شان گیرد ببالا می کشد

عرش ایسے کانپ اٹھتا ہے جیسے بچہ کے رونے پر ماں کو جوش آتا ہے عرش کو بھی جوش آتا ہے اور ہاتھ پکڑ کر درجات قرب طے کروا دیتا ہے۔ دست شان گیرد ببالا می کشد، اللہ تعالیٰ کی رحمت دست گیری فرماتی ہے، ان کے درجات بلند ہو جاتے ہیں۔

نہی عن المنکر چھوڑنا عذاب الٰہی کو دعوت:

آج صبح ایک خط کا جواب لکھ رہا تھا، اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ حدیث میں یہ مضمون ہے کہ کسی گناہ کو دیکھ کر اگر انقباض پیدا نہیں ہوا اور انقباض بھی ایسا کہ اس کا اثر چہرہ پر نظر آئے تو وہ بھی ان معذب لوگوں میں شامل ہے۔

سائل کی مراد یہ حدیث ہے: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلی امتوں میں کسی بستی کے بارے میں جبریل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا جا کر اسے تباہ کردو، حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ وہاں تو ایک ایسے بزرگ بھی ہیں جن کو کبھی طرفۃ العین کے لئے بھی گناہ میں مبتلا نہیں دیکھا، آنکھ جھپکنے کی دیر تک بھی غافل نہیں پایا، کیا ان کو بھی ساتھ ہی ہلاک کر دیا جائے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملتا ہے: ”لم یتمعر فی وجھہ“ یعنی دوسروں کے گناہ دیکھ کر اس کے چہرہ پر بل نہیں پڑا لہٰذا یہ بھی ویسا ہی مجرم ہے اس کو بھی ان کے ساتھ ہی ہلاک کردو۔“ معلوم ہوا

کہ کتنا ہی بڑا عابد وزاہد ہو، شب خیز ہو، متقی ہو مگر گناہ دیکھ کر اس کے چہرہ پر بل نہیں پڑتا دل میں ایسا انقباض پیدا نہیں ہوتا جس کا اثر چہرہ پر بھی ظاہر ہو تو یہ بھی برابر کا مجرم ہے۔

چہرہ سے اثر کیسے معلوم ہو؟ چند روز کی بات ہے کسی نے کہا کہ کچھ پڑھنے کے لئے بتا دیجئے، میں نے بتایا:

﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝﴾ (۳-۱۷۳)

تو کہنے لگے لکھ دیجئے، جیسے انہوں نے کہا لکھ دیجئے، مجھے سخت تکلیف ہوئی، یہ تکلیف دو وجہ سے ہوئی، ایک تو یہ کہ مسلمان ہو کر اتنی عمر گزار دی مگر حسبنا اللہ کے دو لفظ تک نہ آئے، کتنے صدمے کی بات ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ مجھے فرصت ہی نہیں، بجائے اس کے کہ دوسروں کے مسائل سنوں اور کوئی دین کی بات کروں حسبنا اللہ لکھ لکھ کر دیتا رہوں ساری عمر تو اسی میں خرچ ہو جائے گی، کس کس کو لکھ کر دوں گا، میں نے ان سے کچھ نہیں کہا، بعد میں ان کا خط آیا کہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ مجھے **حسبنا اللّٰه ونعم الوكيل** لکھ دیجئے، اس وقت مجھے آپ کے چہرہ پر سخت گرانی محسوس ہوئی، چہرہ دیکھ کر معلوم ہوا کہ آپ سخت ناراض ہیں، یہ بھی لکھا کہ میں نے پہلے سے سن رکھا تھا آپ بہت سخت ہیں، تیسری بات جو آگے لکھی اس سے بڑی مسرت ہوئی، وہ یہ کہ اوپر اوپر سے آپ نے ناراضی کا اظہار فرمایا تھا ورنہ دل میں آپ نے میرے لئے دعاء کی تھی، اس کا اثر یہ ہوا کہ میں دو چار لفظ بھی قرآن کے نہیں پڑھ پاتا تھا اور بہت کوشش کی تھی، اب جو میں نے جا کر پڑھنا شروع کیا تو اتنے اتنے پارے پڑھ چکا ہوں، اور سارا قرآن ہی میرے لئے آسان ہو گیا، ایسی آپ کی دعاء لگی۔

ماشاء اللہ! سمجھدار معلوم ہوتے ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ میرا یہ معمول ہے کہ کسی پر کسی مصلحت سے ناراضی کا اظہار کرتا ہوں تو اس کے لئے خصوصی دعاء بھی کرتا ہوں۔

سختی اور مضبوطی میں فرق:

انہوں نے یہ جو لکھا تھا کہ ''پہلے سے سن رکھا تھا آپ سخت ہیں'' اس کا مختصر سا جواب میں نے لکھ دیا کہ میں سخت نہیں اصول کا پابند ہوں، خط میں کیا لمبی چوڑی تقریر لکھتا، آپ لوگوں کو بتا دیتا ہوں سختی اور مضبوطی میں فرق سمجھ لیجئے، کیا آپ نے مجھے کبھی کسی ذاتی غرض سے کسی کو مارتے دیکھا، سخت کلامی کرتے دیکھا یا سنا؟ نہ میں کبھی کسی کو ڈانٹوں، نہ برا بھلا کہوں، پٹائی وغیرہ تو الگ رہی کچھ کہتا بھی نہیں، دنیوی لحاظ سے کوئی مجھے کتنا ہی نقصان پہنچا دے کچھ نہیں کہتا، اس کے بہت سے واقعات ہیں کیا بتاؤں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ (حضرت والا کی نرمی، ظالموں اور عزت و مال کو نقصان پہنچانے والوں، بلکہ جان سے مار دینے کی دھمکی دینے والوں سے بھی درگزر بلکہ ان پر احسانات کے واقعات کا نمونہ ''انوار الرشید'' میں دیکھیں، جامع) ہاں مضبوط ضرور ہوں، مضبوطی کا کیا مطلب؟ کہ کوئی دعوت دے ہمارے ہاں چلئے، وہاں تصویریں بھی ہوں گی، تو یہ ہم سے نہیں ہوگا، کوئی کہے کہ ہمیں خلاف ضابطہ رات کو یہاں ٹھہرنے دیں یہ بھی نہیں ہوگا، ان طلبہ کو ہدایت کر رکھی ہے کہ کوئی رات کو ٹھہرنے کی یا اور کوئی خلاف قاعدہ بات کرے تو سختی نہ کریں، غصہ نہ دکھائیں، بات تو نرمی سے کریں مگر اصول کے پابند رہیں، کہ اگر نہ مانے تو پکڑ کر باہر نکال دیں، اور پکڑنے سے بھی نہیں نکلتا تو تین چار طالب علم اٹھا کر باہر رکھ آئیں، غصہ پھر بھی نہ کریں، یہ اصول کی پابندی ہے، اسے سختی کا نام دینا صحیح نہیں، کسی کی وجہ سے ہم جہنم میں جائیں یہ ہم سے نہیں ہوگا خواہ کوئی دوست ہو یا محسن، صحیح بات تو یہ ہے کہ دنیا میں کوئی ہمارا محسن نہیں سوائے والدین، اساتذہ اور مشائخ کے۔ بہرحال دنیا میں کوئی بھی ہو، خواہ کوئی حاکم ہو، خواہ دوست، خواہ عزیز و قریب ہو یا کوئی اور، وہ اگر گناہ کی دعوت دے کہ آپ ہماری شادی میں شرکت کیجئے، جس میں کوئی خرافات نہ ہوئیں تو بھی تصویریں تو ہوں گی ہی، یہ ہم

سے بھی نہیں ہوگا، ان باتوں کو آپ سوچا کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ سختی بالکل نہیں دیکھیں گے، البتہ مضبوطی ضرور دیکھیں گے، مضبوطی ہم نہیں چھوڑ سکتے، اللہ کرے اور زیادہ مضبوطی آجائے۔

یہ بات اس پر چلی کہ انہوں نے لکھا کہ آپ کا چہرہ دیکھ کر پتا چل گیا کہ آپ ناراض ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لم یتمعرفی وجهه گناہوں کو دیکھ کر اس نے چہرہ بھی ایسا نہ بنایا کہ لوگ دیکھ کر سمجھ جاتے کہ یہ ہماری نافرمانی سے ناراض ہے، اسے تکلیف ہے، جس کے چہرہ پر بھی بل نہیں آتا، چہرہ سے یہ نہیں ظاہر کرتا کہ گناہوں کو برا سمجھتا ہے تو یہ بھی ویسا ہی مجرم ہے اس کو بھی ان کے ساتھ ہی تباہ کردو۔

اس مضمون کی ایک آیت بھی سن لیجئے:

﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾

(۵-۷۸)

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شروع میں تو علماء بنی اسرائیل لوگوں کو گناہوں سے روکتے تھے، تبلیغ کرتے اور اللہ سے ڈراتے مگر جب وہ نہ مانتے تو انہی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا شروع کر دیتے، یعنی گناہوں سے بیزاری ظاہر نہ کرتے، بس ان علماء کی اس حرکت کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی، کہ لوگ جب گناہ نہیں چھوڑتے تو تم ان سے بیزار کیوں نہیں ہوتے؟ ان سے تعلقات کیوں رکھتے ہو؟

خط میں سائل نے نافرمانوں کی بستی پر عذاب کے بارے میں حدیث لکھ کر اس پر یہ اشکال لکھا ہے کہ ہم تو لوگوں کو ہر قسم کے گناہوں میں مبتلا دیکھتے ہیں مگر پھر بھی ان سے بیزار نہیں ہوتے۔ ان کے ساتھ ہنستے بولتے رہتے ہیں، اگر ان سے بالکل الگ تھلگ رہتے ہیں تو یہ خود کو پارسا اور دوسروں کو حقیر سمجھنے کے مترادف ہے جو سب سے

بڑا گناہ ہے، آخر ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

علمی مسائل حل کرنے کا نسخہ:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ توفیق ہوجاتی ہے کہ فقہی مسئلہ یا اصلاحی خط دیکھتے ہی دعاء ہوجاتی ہے کہ یا اللہ! مسئلہ کے جواب میں غلطی سے حفاظت فرما، صحیح جواب کی توفیق عطاء فرما، دل سے دعاء ہوجاتی ہے، اس کے بعد حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھنے کی توفیق ہوجاتی ہے، یہ دعاء بھی رہتی ہے کہ یا اللہ! جس منصب پر تو نے فائز فرمایا ہے، اس منصب کے لحاظ سے مدد فرما، دل میں ایسے نسخے القاء فرما جن سے سائل کو فائدہ ہو، جب ان کا یہ اشکال پڑھا تو فوراً خیال آیا کہ اشکال تو زبردست ہے اس کا جواب کیا ہوگا؟ فوراً دعاء ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے جواب دل میں ڈال دیا، یا اللہ! تیرا کتنا بڑا کرم ہے کہ اتنا بڑا علم عطاء فرمایا محض اکابر کی دعائیں ہیں جن کی برکت سے یہ علوم عطاء ہوتے ہیں، بڑی مسرت ہوئی، جواب اللہ تعالیٰ نے دل میں یہ ڈالا کہ حتی الامکان حسب موقع نرمی یا گرمی سے نہی عن المنکر کا سلسلہ جاری رکھیں اور اس کے ساتھ یہ نسخہ بھی استعمال کرتے رہیں کہ جیسے ہی گنہگار پر نظر پڑے تو اس کے لئے فوراً دعاء کی جائے، اگر نظر پڑتے ہی فوراً توجہ ہوگئی کہ یہ اس گناہ میں مبتلا ہے تو فوراً دعاء کی جائے ورنہ چوبیس گھنٹے میں ایک وقت معین کرکے اس میں تمام گنہگاروں کے لئے دعاء کیا کریں، اللہ تعالیٰ نے جیسے یہ نسخہ دل میں ڈال دیا اس کے فوائد بھی ڈال دیئے، ان کو تو میں نے مختصر سا نسخہ لکھ دیا، اب اس کے فائدے سنئے:

① آپ نے مسلمان بھائی کا حق اداء کردیا، کسی کو تکلیف میں مبتلا دیکھیں تو آپ پر حق ہے کہ اس کے لئے دعاء کریں، کوئی مسلمان گناہوں میں مبتلا ہے اس سے بڑھ کر کیا تکلیف ہوسکتی ہے؟

② آپ میں عجب پیدا نہیں ہوگا کہیں اپنے بارے میں یہ سمجھنے لگیں کہ ہم تو ایسے متقی

ہیں اور یہ گناہگار ہیں، دعاء کے ساتھ عجب کا علاج ہوگیا اس لئے کہ عطاء مولیٰ کی طرف توجہ ہوگئی۔

۳ دل میں گناہگاروں سے نفرت اور ان کی تحقیر پیدا نہیں ہوگی۔

۴ دعاء کے ساتھ گناہوں کا استحضار اور ان کی برائی کا استحضار ہو جائے گا، جب دوسروں کو بچانے کے لئے دعاء کریں گے تو لازماً اس کا استحضار ہوگا کہ یہ کام گناہ کے ہیں، اور لوگ ان میں مبتلا ہیں۔

اس جامع نسخہ سے یہ سب فوائد حاصل ہوگئے، دل بیدار ہوگیا، برائی کا استحضار ہوگیا، ورنہ ہوتے ہوتے دل مسخ ہو جاتا ہے، اور گناہ کی برائی کا خیال تک نہیں آتا، مسلمان سے نفرت بھی نہ ہوئی اس کا حق بھی اداء ہوگیا۔

جب ایسی باتیں ذہن میں آتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر اداء کرتا ہوں اس میں طالبین کی برکت بھی ہوتی ہے، اگر وہ طالب خط میں سوال نہ کرتے تو یہ نسخہ ذہن میں نہ آتا، اور اب اگر کچھ لوگ اہل طلب نہ ہوتے تو یہ علم عطاء نہ ہوتا، اللہ تعالیٰ اپنی عطاء کے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں۔

غصہ بہت خطرناک گناہ:

تمام گناہ ندامت کے ساتھ جمع ہوسکتے ہیں، گناہ بھی کر رہا ہے اور عین گناہ کی حالت میں ندامت بھی طاری ہے، جس نے گناہ کی لذت کو کرکرا کر دیا، جن لوگوں کو خوف آخرت ہے وہ اگر نفس وشیطان کے بہکانے سے نفسانی تقاضوں سے کبھی گناہوں میں مبتلا ہو بھی جائیں تو ان کو گناہ کی لذت نہیں آتی، گناہ بھی کر رہا ہے ساتھ ساتھ ڈر بھی رہا ہے، دل پر خوف طاری ہے، جس نے لذت کو کرکرا کر دیا، جیسے کسی کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے اور اس کو کچھ کھانے کو دیا جائے اور کہا جائے کہ زبردستی کھانا پڑے گا، ورنہ تیری آنکھیں نکال لیں گے، تو وہ بظاہر کھا رہا ہے لذت اٹھا رہا ہے، مگر

اندازہ کیجئے کہ اس کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی؟ جس کے دل میں فکر آخرت غالب ہے، اگر وہ گناہ کر رہا ہے تو عین گناہ کی حالت میں بھی لذت کی بجائے اسے تکلیف محسوس ہوتی ہے، غصہ کے سوا سب گناہوں کی یہی حالت ہے کہ ان کے ساتھ ندامت جمع ہو سکتی ہے، مگر غصہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ ندامت اس کے ساتھ جمع ہو ہی نہیں سکتی، غصہ بھی کر رہا ہو اور دل میں ندامت بھی ہو یہ دو چیزیں ایک وقت میں جمع نہیں ہوسکتیں، اس لئے کہ ذرا سی ندامت آگئی تو غصہ ہی اتر جائے گا۔ انسان چوری کرتا ہے، بدکاری کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، غیبت کرتا ہے، رشوت لیتا ہے، غرض کسی بھی گناہ میں مبتلا ہے مگر دل میں ندامت بھی ہو، یہ دونوں چیزیں جمع ہوسکتی ہیں، مگر غصہ اور دل میں ندامت جمع نہیں ہوسکتے، دونوں متضاد چیزیں ہیں، غصہ بہت خطرناک گناہ ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔

زحمت کو رحمت بنانے کی عقلی مثال:

انسان تکلیف میں ہو یا راحت میں دونوں صورتوں کو اپنے حق میں رحمت بنانا اللہ تعالیٰ نے اس کے اختیار میں دیدیا ہے بظاہر تکلیف میں ہے مگر وہ تکلیف رحمت ہے، یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، اس کی دو مثالیں سمجھ لیں: کسی بیمار کو ڈاکٹر کڑوی دواء پلائے، انجکشن لگائے یا آپریشن کرے، طبعاً تو اس کو تکلیف ہوگی مگر عقلی طور پر اسے اپنے لئے رحمت سمجھتا ہے۔ حالانکہ ڈاکٹر کا علم ناقص، آپریشن سے متعلق بھی دونوں احتمال ہیں فائدہ ہو یا نقصان، مگر یہ اس لئے مطمئن ہے کہ اسے اپنے لئے ذریعۂ راحت تصور کرتا ہے، رحمت سمجھتا ہے، ڈاکٹر کو فیس بھی اداء کرتا ہے، دواء کے پیسے بھی دیتا ہے، اور ساتھ ساتھ اس کا شکریہ بھی اداء کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا علم کامل، بندوں کے ساتھ ان کی محبت کامل، ان کی قدرت کامل، مصلحت کامل، ان کی طرف سے بندہ پر جو تکلیف آئے گی وہ رحمت ہوگی بشرطیکہ یہ بندہ بھی بندہ بن جائے، ان کی نافرمانی

چھوڑ دے، ان کو راضی کرلے، بس مالک کی طرف مائل ہوجائے، گناہوں سے باز آجائے، ان کی رضا طلبی میں سرگرداں ہوجائے تو رحمت ہی رحمت ہے اور اگر ان کی نافرمانی سے باز نہیں آتا تو ہر تکلیف زحمت اور عذاب ہے۔

شکر کی حقیقت:

اسی طرح دنیا میں جتنی نعمتیں میسر ہیں ان کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار دیدیا ہے، چاہے تو ان کو اپنے حق میں رحمت بنالے، اور چاہے تو زحمت وعذاب، اگر نعمتوں پر شکر اداء کررہا ہے تو رحمت ہے ورنہ عذاب۔ شکر سے یہ مقصد نہیں کہ صرف زبانی ''شکر ہے'' کہتا رہے بلکہ منعم کی نافرمانی چھوڑ دے، اس کو راضی کرنے کی کوشش کرتا رہے اس کی ناراضی سے بچتا رہے، یہ ہے شکر کی حقیقت۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ والد اپنی اولاد پر جتنے احسانات کرتا ہے اولاد جواب میں صرف زبان سے شکریہ نہیں کہتی، اور اگر کوئی غیر احسان کرے تو اس کے جواب میں شکریہ کہہ دیتی ہے، دونوں میں فرق کیا ہے؟ والد جو احسان کرتا ہے تو اولاد اگر واقعۃً اولاد ہے تو یہ سمجھتی ہے کہ زبانی کیا شکریہ شکریہ کہوں، میرا تو پورا وجود ہی شکریہ ہے، اپنے والدین کے زیر منت، زیر احسان ہے، زبان سے شکریہ تو وہ کہے جسے کچھ کرنا نہ ہو صرف زبانی شکریہ کہہ کر راضی کرنا چاہے، جب والدین کے ساتھ یہ تعلق ہے کہ صرف زبانی شکریہ اداء نہیں کرتا بلکہ سمجھتا ہے کہ مجھے عمل سے شکریہ اداء کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ جو محسن حقیقی ہے، مالک حقیقی ہے، ان کی نعمتوں کا شکر صرف زبانی کیسے اداء ہوسکتا ہے؟ عمل سے بھی اداء کرنے کی کوشش کی جائے۔

عذاب بصورت اسباب:

بندہ اگر نعمتوں کا شکر اداء کرتا ہے یعنی ان کو مالک کی نافرمانی چھوڑ دینے کا ذریعہ بناتا ہے، ان کی وجہ سے فکر آخرت پیدا کرتا ہے تو یہ نعمتیں رحمت بن جاتی ہیں،

اور اگر نعمتیں ہوتے ہوئے نافرمانی نہیں چھوڑتا بلکہ جیسے جیسے اسباب زیادہ حاصل ہوتے گئے نعمتیں زیادہ ملتی گئیں، مال و دولت اور منصب کی فراوانی ہوتی گئی ویسے ویسے اس کی طغیانی، سرکشی اور گناہوں میں اضافہ ہوتا گیا، تو یہ نعمتیں رحمت نہیں بلکہ عذاب ہیں، اس کو استدراج کہتے ہیں، استدراج کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ڈھیل دیتے ہیں، جو کرنا ہے کرلو، آخر میں اکٹھی کسر نکال لی جائے گی۔ مثال کے طور پر کسی کو موت کی سزا سنادی گئی اور اسے کہہ دیا گیا جو وصیت چاہو کردو، جو چاہو کھالو، جس سے ملنے کی خواہش ہو کہو یا جو کچھ بھی چاہو اس کی تعمیل کی جائے گی، بظاہر اس کو راضی کیا جارہا ہے اس کی آؤ بھگت ہورہی ہے، مگر اس کی موت کا فیصلہ ہوچکا ہے، جو لوگ نافرمانی نہیں چھوڑتے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے جہنم کی سزا مقدر ہوچکی ہے، اگر دنیا میں ان کو نعمتیں مل رہی ہیں تو ان کی مثال وہی ہے کہ کسی کو سزائے موت سنا کر کہا جائے خوب کھاؤ پیو، عیش کرو۔

زحمت اور رحمت کی پہچان:

آخر میں ایک بات اس سے متعلق یہ سمجھ لیں کہ دنیا میں اگر کسی کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ سوچ کر خود فیصلہ کرسکتا ہے کہ یہ اس کے حق میں کیا ہے؟ کفارہ سیئات ہے یا باعث ترقی درجات یا خدانخواستہ عذاب؟ یہ کس قسم میں داخل ہے؟ اپنے اعمال پر نگاہ ڈال لے، اگر بدعملی صریح طور پر واضح ہورہی ہے تو فیصلہ بالکل ظاہر ہے بدعملی کو چھوڑ دے، فوراً توبہ واستغفار میں لگ جائے، اگر گناہوں کو پہلے ہی سے چھوڑے ہوئے ہے، توبہ واستغفار کی توفیق پہلے ہی سے مل رہی ہے، آخرت کی فکر ہے، تو بظاہر یہ تکلیف اس کے لئے رحمت ہی ہے مگر احتیاط اس میں ہے کہ نظر اس احتمال پر رکھے کہ خدانخواستہ یہ زحمت تو نہیں؟ اس لئے توبہ واستغفار کرتا رہے۔ اعمال سے ظاہر بھی ہوجائے کہ وہ اچھے ہیں، بداعمالی سے بچ رہا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت نظر آرہی ہے، تو

بھی بندہ کا کام یہ ہے اور اس کی بہتری اسی میں ہے کہ دوسرے احتمال کو ذہن میں لاتا رہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ کوئی گناہ ہو گیا ہو جس کا احساس نہ ہو، توجہ نہ ہو اور یہ اسی پر گرفت ہو، یہ خیال ذہن میں رہے اور توبہ و استغفار کرتا رہے، اگر پہلے سے گناہوں سے پاک ہے تو اب اور زیادہ پاک ہو جائے گا، زیادہ ترقی درجات ہو جائے گی، بہرحال خود کو مجرم ہی سمجھے۔

اسی طرح دنیوی نعمتیں ہیں، صحت کی نعمت، مال کی نعمت، سکون کی نعمت، منصب کی نعمت، اولاد کی نعمت، غرضیکہ تمام نعمتوں سے متعلق انسان کو سوچنا چاہئے کہ یہ دونوں قسموں میں سے کسی قسم میں داخل ہیں؟ یہ رحمت ہیں یا زحمت؟ کہیں استدراج تو نہیں؟ سوچنے کے بعد، محاسبہ کرنے کے بعد اگر یہ فیصلہ ہو کہ الحمدللہ! شکر نعمت حاصل ہے، بداعمالیوں سے محفوظ ہے، جب کبھی غلطی ہو جاتی ہے توبہ و استغفار کر لیتا ہے، تو یہ نعمتیں اس کے حق میں رحمت ہیں، مگر اس کے باوجود دل میں یہ کھٹکا ضرور رہے کہ خدانخواستہ یہ کہیں استدراج تو نہیں؟ اس لئے توبہ اور دعاء کرتا رہے کہ یا اللہ! ان نعمتوں کا شکر عطاء فرما، عمل کرنے کی توفیق عطاء فرما، انہیں اپنی رضا کا ذریعہ بنا۔

حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک سبق آموز قصہ:

میں نے جب یہاں دارالافتاء کا کام شروع کیا تو ایک بار استاذ محترم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے اپنی ایک حالت بیان کی کہ میں نے یہاں تن تنہا بالکل بے سروسامانی میں کام شروع کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ کسی حال میں بھی کسی سے بھی کسی قسم کے بھی تعاون کا ہرگز نہیں کہوں گا، ان حالات میں کسی کی عقل میں بھی یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ یہ کام چل سکے گا، دیکھنے سننے والے اسے میری خام خیالی اور کم فہمی بلکہ کج فہمی قرار دیتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کام کو اتنی ترقی عطاء فرمائی کہ عقل حیران ہے، یہ حالت دیکھ کر پریشانی ہوتی ہے کہ کہیں استدراج نہ ہو۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ استدراج کا خطرہ دلیل قبول ہے، جس دل کو یہ خطرہ رہے کہ میرا یہ کام قبول ہے یا نہیں؟ کہیں استدراج تو نہیں؟ یہ نعمتیں بجائے رحمت کے زحمت تو نہیں؟ تو یہ خطرہ قبول ہونے کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس بشارت کا مصداق بنادیں، دستگیری فرمائیں، اپنی رحمت سے قبول فرمائیں، استدراج سے محفوظ رکھیں، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

اس نسخہ سکون کی طرف کسی کے متوجہ کرنے سے یا منجانب اللہ توجہ ہوجانے سے کسی حد تک زیادہ پریشانی کا علاج تو ہوجاتا ہے مگر مکمل سکون نہیں ملتا، مرتے دم تک یہی کیفیت رہتی ہے، جس کی عبادت قبول ہوتی ہے اس کو آخر دم تک خطرہ لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اس کے آخر دم تک اسی پریشانی میں مبتلا دیکھنا چاہتے ہیں۔ جس کے لئے استدراج ہوتا ہے اس کے دل میں ایسا خطرہ آیا ہی نہیں کرتا، مست ہی رہتا ہے کہ ہم بڑی عبادت کر رہے ہیں، بڑے مالدار ہیں، خواہ دینی نعمت ہو یا دنیوی نعمت اسے خیال ہی نہیں آتا کہ یہ رحمت ہے یا زحمت اور جو مقبول ہوتا ہے اسے دونوں قسم کی نعمتوں میں یہ خطرہ لگا رہتا ہے کہ کہیں استدراج نہ ہو، فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝﴾ (۲۳-۶۰)

اللہ تعالیٰ کے بندے جو کچھ کرتے ہیں اس حالت میں کرتے ہیں کہ ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، کیا یہ وہ لوگ ہیں جو گناہ کرتے ہیں اور گناہ کرتے ہوئے ڈرتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے وہ بندے ہیں جو عبادت کرتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کر رہے ہیں اور ساتھ ڈر بھی رہے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول بھی ہے یا نہیں؟ خطرہ لگا ہوا

ہے۔

حاصل یہ ہے کہ انسان پر جو حالت بھی آئے خواہ تکلیف آئے یا راحت یہ خطرہ رہے کہ یہ کہیں استدراج تو نہیں؟ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف مائل رہے، ڈرتا رہے اس سے شکر نعمت میں اضافہ ہوتا ہے، دل میں انکساری و عاجزی پیدا ہوتی ہے، بہرحال انسان خود کو مجرم ہی سمجھے، اسی میں فائدہ ہے، بندہ تو آخر بندہ ہی ہے، اللہ تعالیٰ سب کو بندوں کی صفات عطاء فرمائیں، اپنے بندے بنالیں۔

وصل اللّٰھم وبارك وسلم علی عبدك ورسولك محمدٍ

وعلی اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

والحمد للہ رب العٰلمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات سيجعل لهم الرحمٰن ودا
بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ اُن کے لئے محبت پیدا کر دے گا (مریم: ۹۶)

زندگی کا گوشوارہ

— وعظ —

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

— ناشر —

کتاب گھر
ناظم آباد ۴ کراچی

وعظ: فقیہ العصر حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: زندگی کا گوشوارہ

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ:

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۶۶۰۴۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

زندگی کا گوشوارہ

(محرم ۱۴۰۵ھ)

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین۔

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (۵۹-۱۸)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو، اور ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے کیا بھیجا ہے؟ اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔“

مقصد زندگی:

نیا سال ۱۴۰۵ ہجری شروع ہو چکا ہے اپنی عمر کے قیمتی لمحات کے بارے میں کچھ غور وفکر کریں، انسان کو اپنی زندگی کے بارے میں سوچنا چاہئے کہ یہ کدھر جارہی ہے؟ یہ قدم جنت کی طرف اٹھ رہے ہیں یا جہنم کی طرف؟ جن کے دل میں کچھ فکر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کس مقصد کے لئے بھیجا ہے؟ وہ اپنے مقصد زندگی کو نہیں بھولتے، سوچتے ہیں کہ مالک کی رضا کس میں ہے؟ کیا کرنا چاہئے؟ اور آخرت جو صحیح معنوں میں وطن ہے وہ بگڑ رہی ہے یا سنور رہی ہے؟ یہ فکر ہر انسان کو ہونی چاہئے اپنی زندگی کا کچھ تو حساب و کتاب کیا جائے کہ گذرے ہوئے سال میں کیا کمایا کیا گنوایا؟ ایک سال کی مدت بہت طویل ہوتی ہے، سارے تغیرات اور موسم سب کچھ ایک سال میں گذر جاتا ہے، کوئی چیز باقی نہیں رہتی، سال میں چاند اور ستاروں کے علاوہ آفتاب بھی اپنی گردش پوری کرلیتا ہے، آفتاب کی گردش کئی قسم کی ہے، اس کی تفصیل بیان کرنے کی اس وقت فرصت نہیں، بہر حال ایک سال میں ہر قسم کی گردش مکمل ہو جاتی ہے، مختلف سمتوں سے مختلف قسم کی ہواؤں کا دور ہر قسم کی نباتات کی پیدائش، تمام کائنات میں مزاجوں کے تغیرات اور ہر جان دار مخلوق کے انقلابات کا دور ایک سال میں پورا ہو جاتا ہے، اسی لئے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو ایک سال کے بعد اس کی سالگرہ مناتے ہیں، پھر دوسرے سال پھر سالگرہ، اسی طرح ہر سال سالگرہ مناتے رہتے ہیں، سالگرہ منانا ہے تو بہت بری بات مگر اس سے کچھ سبق تو حاصل کیا کریں، کہ سالگرہ منانے والوں کا نظریہ کیا ہے؟ وہ کیوں مناتے ہیں؟ اس لئے کہ سال کی مدت بہت طویل مدت ہے، بچہ ایک سال گذرنے کے بعد ابھی تک موجود ہے مرا نہیں، اس پر خوشی مناؤ، حالانکہ جس نے نعمتیں عطاء فرمائیں اس کو خوش کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، مگر کرتے ہیں الٹا کام کہ اس کو ناراض کرتے ہیں، بس جہاں محرم کا مہینہ شروع

ہوا تو سمجھ لیں کہ نیا سال شروع ہوگیا، سوچیں غور وفکر کریں کہ گذشتہ محرم سے لے کر اس محرم تک پورا ایک سال گذر گیا، مگر آخرت کے لحاظ سے گذشتہ محرم میں جہاں تھے اب بھی وہیں ہیں یا ایک آدھ قدم آگے بھی بڑھے ہیں؟ اگر سارا سال گذر گیا مگر حالت میں ذرہ برابر بھی انقلاب نہیں آیا تو کتنے بڑے خسارہ کی بات ہے، کوئی شخص کمانے کے لئے بیرون ملک گیا، جتنی پونجی لے گیا تھا سال گذرنے کے بعد وہیں کا وہیں رہا کچھ بھی نہیں کمایا تو کتنی محرومی اور بدنصیبی کی بات ہے، سوچیں کہ گذشتہ سال میں کتنے لوگ زندہ تھے اور اب کتنے لوگ اس دنیا سے رخصت ہوگئے، اسی طرح سب کو ایک دن اس دنیا سے جانا ہے، ایک ایک لمحہ بہت قیمتی ہے، اس سال جب محرم کا چاند نکلا، اس وقت تو اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں ہوئی لیکن جب کسی تحریر پر ۱۴۰۵ ہجری لکھتا ہوں تو بہت شدت سے احساس ہوتا ہے کہ کل تک تو لکھتا رہا ۱۴۰۴ ہجری اور آج ہوگئی ۱۴۰۵ ہجری، یہ دیکھ کر دل دہل جاتا ہے، جسم پر سکتہ طاری ہوجاتا ہے، اور تھوڑی دیر کے لئے قلم ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے، تین چار روز تک یہی حالت رہی کہ سال گذر گیا اور ہماری حالت کا کیا کچھ بنایا نہیں بنا؟ پھر الحمد للہ! یہ سوچ یہیں تک محدود نہیں، خیال ہوا کہ ۱۴۰۵ ہجری سے پہلے ۱۳۰۵ ہجری میں کیا ہوا؟ اور ۱۲۰۵ ہجری میں کیا ہوا؟ ایک سال کیا یہاں تو صدیاں گذر گئیں، زمانہ کس تیز رفتاری سے گذرتا چلا جارہا ہے، مگر غفلت کی آنکھیں بیدار نہیں ہوتیں، سوچیں اپنے ابا، دادا، پردادا کو کہ ان کی پیدائش کے وقت ان کے والدین اور رشتہ دار خوشیاں منارہے تھے اور سالوں پر گرہیں لگاتے تھے مگر ساری گرہیں ٹوٹ گئیں، کوئی رہی نہیں، اور سب اس دنیا سے چلے گئے، آپ بھی ہزاروں سالگرہیں منالیں کوئی رہے گی نہیں، سب ٹوٹ جائیں گی، اسی طرح شادیوں کا نتیجہ آخر میں کیا ہے؟ اگر آخرت کو نہیں بنایا تو یہ دنیا کی سب شادیاں مہنگی پڑیں اور برباد ہوگئیں، کہاں گئیں شادیاں یہاں کی؟ جب اولاد کی شادی ہو تو سوچنا چاہئے کہ کسی روز ہماری بھی شادی ہوئی تھی، میں تو اپنی شادی تک ہی نہیں

حضرت آدم علیہ السلام کی شادی تک سوچتا ہوں کہ کسی روز ان کی بھی شادی ہوئی تھی:

''گذر گئی گذران کیا جھونپڑی کیا میدان''

کچھ باقی نہیں رہا، اگر کچھ باقی رہے گا تو وہ اعمال صالحہ جو آخرت کی شادی میں کام آئیں گے۔

ان سب باتوں کو سوچا کریں، سوچنا تو روزانہ چاہئے مگر کم سے کم ہر سال کی ابتداء میں تو یہ سبق حاصل کرلیں کہ ایک سال گذر گیا لیکن اب بھی وہیں کھڑے ہیں جہاں گذشتہ سال تھے یا کچھ آگے بھی بڑھے؟ آگے بڑھنے کا یہ مطلب ہے کہ سال بھر میں اگر ایک گناہ بھی چھوٹ گیا جب بھی کچھ تو آگے بڑھے، اور اگر یہ حالت ہے کہ گذشتہ محرم کی ابتداء میں جتنے گناہ تھے آج بھی اتنے ہی ہیں، ایک گناہ بھی نہیں چھوٹا تو بڑے خسارہ کی زندگی گذری، کچھ فکر کرنی چاہئے کہ آخر ایک روز مرنا ہے، کب تک زندہ رہنا ہے۔

تجارت آخرت کا گوشوارہ:

دنیوی تجارتوں میں جہاں سال ختم ہونے کو آتا ہے نفع وخسارہ کا حساب لگایا جاتا ہے، گوشوارے تیار کئے جاتے ہیں، تاجر لوگ نفع اور خسارہ کا حساب کیسے لگاتے ہیں؟ وہ اس طریقہ سے کہ سال کے اندر اگر ایک کروڑ کے نفع کی امید تھی اور نفع ہوا ۷۵ لاکھ تو یوں کہتے ہیں کہ ۲۵ لاکھ کا نقصان ہوا، یہ ناشکرا بندہ یہ نہیں کہتا کہ ۷۵ لاکھ کا فائدہ ہوا، نفع کو بھی خسارہ ہی بتاتا ہے، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے پاس ایک تاجر ہر سال نقصان ہی بتاتا تھا، ایک بار انہوں نے پوچھا کہ اگر ہر سال ہزاروں کا نقصان ہوتا رہتا ہے تو اب تک تو آپ کا کباڑا ہی ہوجاتا، آپ کی ساری تجارت ہی ختم ہوجاتی، لیکن یہ تو روز بروز ترقی پر ہے، یہ کیسا نقصان ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ تاجروں کی اصطلاح نہیں سمجھتے، یہ شروع سال میں تخمینہ لگاتے ہیں کہ

آیندہ سال میں اتنا نفع ہونا چاہئے، اس تخمینہ سے جو کم ملا اسے یہ لوگ خسارہ کہتے ہیں، ناشکرا انسان دنیوی نفع کو بھی نقصان شمار کرتا ہے اور آخرت کے نقصان کو تو شمار ہی میں نہیں لاتا، کبھی اس کا گوشوارہ ہی تیار نہیں کرتا۔

دعاء کرلیجئے کہ اللہ تعالیٰ آخرت کے حساب و کتاب کے گوشوارے بنانے کی توفیق عطاء فرمادیں، گوشوارہ پر ایک بات یاد آگئی "گوش" کے معنی ہیں "کان" یہ دین کی باتیں جو آپ کے کانوں میں پڑ رہی ہیں وہ آپ لوگوں کے گوشوارے بن رہے ہیں یا اللہ! کانوں میں پڑنے والی اپنی باتیں دلوں میں اتار دے۔

دو مبارک دعائیں:

یہ دونوں دعائیں یاد کرلیں، اللہ تعالیٰ سے مانگا کریں، ان کا دائمی معمول بنائیں۔

پہلی دعاء:

﴿اللھم افتح مسامع قلبی لذکرک﴾

ترجمہ: "یا اللہ! میرے دل کے کان اپنے ذکر کے لئے کھول دے۔"

جب تیرا ذکر ہو، خواہ میں ذکر کروں یا کوئی دوسرا کرے تو میرے دل کے کان کھل جائیں اور ذکر کانوں سے گذر کر دل میں اتر جائے۔

یہ دعاء یاد کرلیں، اگر عربی الفاظ یاد نہ رہیں تو مفہوم ہی یاد رکھیں، اس دعاء کا مطلب یہ ہے کہ یا اللہ! تیرے اذکار سر کے کانوں سے ہوتے ہوئے دل کے کانوں میں اتر جائیں۔

دوسری دعاء:

﴿اللھم افتح اقفال قلبی بذکرک﴾

ترجمہ: "یا اللہ! اپنے ذکر کی چابی سے میرے دل کے تالے کھول دے۔"

جب انسان ذکر اللہ سے غافل ہوتا ہے تو دل پر تالے پڑ جاتے ہیں، یا اللہ!

اپنے ذکر کی توفیق عطاء فرما اور دل پر جو غفلت کے تالے پڑے ہیں انہیں ذکر کی برکت سے کھول دے۔

تریاق منکرات:

ہر شخص کو اپنے بارے میں روزانہ سوچنا چاہئے کہ اس نے اپنی آخرت کا گوشوارہ کتنا بنایا؟ یہ ہر قسم کی نافرمانیوں سے بچنے کے لئے تریاق ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (۵۹-۱۸)

اس آیت میں تقویٰ کے حکم کے ساتھ اس کو حاصل کرنے کا نسخہ بھی ارشاد فرمادیا کہ آخرت کے بارے میں سوچا کریں۔

یا اللہ! تو اپنی رحمت کے صدقہ میں سب کو اپنی آخرت کے گوشوارہ کے بارے میں سوچنے کی توفیق عطاء فرما۔ کچھ تو سوچنا چاہئے کہ یہ زندگی آخرت کے اعتبار سے کیسی گذر رہی ہے؟ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسے جیسے زمانہ دور ہوتا چلا جارہا ہے برکت اٹھتی چلی جارہی ہے، پچھلے محرم سے اس محرم تک ایک سال گذر گیا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ایک سال اور دور ہوگئے۔

طلب رحمت کا طریقہ:

اس لئے یہ دعاء کرلینی چاہئے کہ یا اللہ! تیری رحمت کمزوروں کی طرف زیادہ متوجہ ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری کی وجہ سے ہم تیری رحمت کے زیادہ مستحق ہیں، تو ہماری مدد فرما، سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجانا چاہئے، مجھے ایک بار نماز میں خیال آیا کہ یا اللہ! میں سب سے زیادہ عاجز و ناقص ہوں، اس لئے رحمت کا سب سے زیادہ تو میں ہی مستحق ہوں، اس کو اس مثال سے سمجھیں کہ ماں کے سامنے تین چار بچے ہوں، ایک ان میں سے نجاست سے بھرا ہوا ہے، عاجز ہے، کمزور

ہے اور دوسرے بہتر حالت میں ہیں، تو ماں کی شفقت اسی کی طرف متوجہ ہوگی جو کمزور اور گندہ ہے، جب انسان کا یہ حال ہے تو یا اللہ! تیری رحمت کو مجھ پر کیسے جوش نہ آئے گا؟ یا اللہ! اس دوری کا صدقہ اس عاجزی، کمزوری اور ضعف کا صدقہ تیری رحمت کے ہم زیادہ مستحق ہیں، تو رحم فرما، دستگیری فرما، نفس، شیطان، برے معاشرہ اور ماحول کے مقابلے میں ہماری مدد فرما، یا اللہ! تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہیں مگر تجھ سے دور نہیں، تو ہمارے ضعف اور عاجزی کے مطابق ہمارے ساتھ رحم کا معاملہ فرما۔

ایک اور عجیب دعا:

ایک اور دعاء یاد آگئی، یہ ہمارے حالات کے عین مطابق ہے:

﴿اللھم عاملنا بما انت اھله ولا تعاملنا بما نحن اھله﴾

ترجمہ: ''اے اللہ! ہمارے ساتھ وہ معاملہ فرما جو تیری شان کے لائق ہے، ہمارے ساتھ وہ معاملہ نہ فرما جس کے ہم مستحق ہیں۔''

ہماری نالائقی سے درگذر فرما اور ہم پر رحم وکرم فرما۔ اپنی عاجزی کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرکے ان کی رحمت طلب کرنی چاہئے، اور دینی کام جتنا مشکل نظر آتا ہو اتنی ہی ہمت بلند کرنی چاہئے۔

سالگرہ یا سال گرا:

لوگ کہتے ہیں کہ بچہ ایک سال کا ہوگیا اس کی سالگرہ ہوگی، سال گرہ نہیں ''سال گرا'' کہنا چاہئے، اس لئے کہ اگر بچہ اپنی عمر ۶۰ سال لے کر آیا ہے تو اس میں سے ایک سال گر گیا، عمر ۵۹ رہ گئی، لوگ خوشیاں مناتے ہیں، ہمارا بیٹا ایک سال کا ہوگیا، دو سال کا ہوگیا، ادھر ملک الموت دیکھ رہا ہے کہ اس کی روح قبض کرنے میں ۶۰ کی بجائے ۵۸ سال رہ گئے۔ آپ اپنے گھر سے لاہور کی طرف چلے، ایک میل طے ہوا،

دو میل طے ہوئے تو آپ کا سفر بڑھ رہا ہے یا کم ہو رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو مسافر خانہ یعنی دنیا میں سفر پر بھیج دیا ہے، اور سفر کے دن مقرر کر دیئے ہیں، کسی کے لمحے ہیں، کسی کے سیکنڈ ہیں، کسی کے منٹ، کسی کے دن، کسی کے ہفتے، کسی کے مہینے اور کسی کے سال ہیں، اب ان میں سے ایک ایک لمحہ جو گذر رہا ہے اس سے سفر کی مدت بڑھ نہیں رہی بلکہ گھٹ رہی ہے، مگر لوگ کہتے ہیں کہ بچے کی عمر بڑھ رہی ہے، درحقیقت وہ اپنی قبر کی طرف جا رہا ہے۔

قدم سوئے مرقد نظر سوئے دنیا
کہاں جارہا ہے کدھر دیکھتا ہے؟

عاقبت اندیشی:

جب انسان جارہا ہو ایک طرف اور دیکھے دوسری طرف تو لازماً خطرہ میں پڑ جائے گا، تباہ و برباد ہو کر رہے گا، کسی چیز سے ٹکرائے گا، کسی کھڈے میں گرے گا، جارہے ہیں عاقبت کی طرف اور نظر ہے دنیا کی طرف، عمر کی مدت سال بسال بلکہ دم بدم گذرتی جارہی ہے، سوچنا چاہئے کہ ایک سال کی مدت میں کیا کیا؟ اپنی عاقبت کو بنایا یا بگاڑا؟ موت کو یاد کر کے عبرت حاصل کیجئے۔

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے
خوب ملک روس اور کیا سرزمین طوس ہے
گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجئے زندگی
اس طرف آواز طبل اودھر صدائے کوس ہے
صبح سے تا شام چلتا ہو مئے گل گوں کا دور
شب ہوئی تو ماہرویوں سے کنار و بوس ہے
سنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشا میں تجھے

چل دکھاؤں تو جو قید آز کا محبوس ہے
لے گئی یکبارگی گور غریباں کی طرف
جس جگہ جان تمنا ہر طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے
پوچھ تو ان سے کہ جاہ وحشمت دنیا سے آج
کچھ بھی ان کے پاس غیر از حسرت وافسوس ہے

بروز قیامت سوال ہوگا:

اس زندگی کے بارے میں بروز قیامت سوال ہونے والا ہے:

﴿اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ﴾

(۳۵-۳۷)

تَرجَمۂ: ”کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دی تھی کہ اس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کر لیتا (اور مزید یہ کہ) تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا تھا۔“

یہ ڈرانے والا کون تھا؟ اور اس لمبی عمر سے کیا مراد ہے؟ اس کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔

”نذیر“ کی پانچ تفسیریں:

پہلی تفسیر:

نذیر (ڈرانے والا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور عمر وہ مراد ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے رسالت کا علم ہو جائے۔

دوسری تفسیر:

ڈرانے والا قرآن ہے اور عمر یہ کہ قرآن کا کلام اللہ ہونے کا دعویٰ معلوم ہوجائے۔

تیسری تفسیر:

عمر سے مراد ہے ۶۰ سال کی عمر اور ڈرانے والا کیا؟ بال سفید ہوجانا، آج کے مسلمانوں نے کیا کیا کہ ڈاڑھی تو ویسے ہی منڈوا دو تاکہ سفیدی نظر ہی نہ آئے اور سر کے بالوں پر خضاب لگالو، ارے سفیدی چھپانے کے لئے ڈاڑھی منڈانے کی کیا ضرورت ہے؟ جیسے سر پر خضاب لگاتے ہیں ڈاڑھی پر بھی رنگ کرلیں مگر سر یا ڈاڑھی بالکل سیاہ نہ کریں بالکل سیاہ کرنا حرام ہے، ڈرانے والا آچکا، بالوں میں سفیدی آگئی۔

بالوں کی سفیدی باعث رحمت ہے نہ کہ زحمت:

بالوں کی سفیدی باعث رحمت ہے، سفیدی سے ڈرنے والو سن لو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ سفید بالوں والے مسلمان سے حیاء کرتے ہیں۔''

؎ رحمت حق بہانہ می جوید
رحمت حق بہا نمی جوید

ان کی رحمت کو بہانہ چاہئے، کم سے کم اللہ والوں کی نقل ہی بنالیں، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس نقل کو اصل بنادیں۔

؎ ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں

نہ جانے کس چیز پر رحمت متوجہ ہوجائے ؎

نہ گوری سے مطلب نہ کالی سے مطلب

پیا جس کو چاہے سہاگن وہی ہے

جس کی عمر ۶۰ سال ہوگئی اس سے یہ پوچھا جائے گا کہ کیا تیرے پاس ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ یعنی ترے بال سفید نہیں ہوگئے تھے؟ یہ جھنڈی ہے موت کی کہ بس موت آیا ہی چاہتی ہے۔

چوتھی تفسیر:

”نذیر“ سے اولاد کی اولاد مراد ہے۔

اولاد کی اولاد موت کی جھنڈی ہے:

سفید بال آئیں یا نہ آئیں، اولاد کی اولاد ہوجائے تو یہ اشارہ ہے کہ اب پلیٹ فارم خالی کریں اس پلیٹ فارم پر کب تک بیٹھیں رہیں گے؟ اب مسافروں کی دوسری کھیپ آگئی ہے، للہ! اب جاؤ، اولاد کی اولاد، پوتے، نواسے، یہ ”نذیر“ ہیں، موت کا پیغام ہیں، خوش ہوجانا چاہئے کہ وطن پہنچنے کا سامان بن رہا ہے، اور اس مسافر خانہ سے جانے کے اسباب پیدا ہورہے ہیں، سبحان اللہ! کیا کہنا ہے، یا اللہ! سب کو شوق وطن عطاء فرما، کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

اذ الرجال ولدت اولادھا

وجعلت اسقامھا تعتادھا

تلك زروع قد دنا حصادھا

ترجمہ: ”جب اولاد کی اولاد پیدا ہوجائے اور امراض ایک دوسرے کے پیچھے بار بار آنے لگیں تو سمجھ لو کہ کھیتی پک چکی ہے، درانتی پڑنے کی دیر ہے۔“

یہ تو بوڑھوں کی کیفیت ہے، ذرا نوجوان سوچیں کہ ان سے کم عمر والے کتنے پہنچ

گئے قبروں میں، اور ایسے بچوں کی کمی نہیں جو مرتے پہلے ہیں اور پیدا بعد میں ہوتے ہیں، ماں کے پیٹ ہی میں مرگئے اور پیدا بعد میں ہوتے ہیں۔ آپ کو ہزاروں ایسے ملیں گے کہ دادا پوتے یا پڑپوتے کو قبر میں اتار رہا ہے، اس لئے نوجوانوں کو بڑھاپے کی موت پر نظر نہیں رکھنی چاہئے، وہ یہ سوچیں کہ ان کے ہم عمر اور کم عمر والے کتنے قبروں میں جارہے ہیں۔

پانچویں تفسیر:

عمر سے مراد ہے بالغ ہونے کی عمر، اور ڈرانے والے سے عقل مراد ہے۔

حقیقی بالغ کون ہے؟

درحقیقت بالغ تو وہ ہوتا ہے جس کو اپنے مالک کو پہچاننے کی عقل آجائے، بلوغ تو عقل سے ہوتا ہے نہ کہ عمر سے، جس کی عقل نے مسافر خانہ اور وطن کا فرق معلوم کرلیا وہ بالغ ہے، جس کی عقل نے حال اور مستقبل کی نوعیت کو جان لیا کہ جس زمانہ میں گذر رہے ہیں وہ حال ہے، مستقبل آگے ہے، آگے کی زندگی یعنی آخرت کا ذخیرہ کیا ہے؟ اسے جس کی عقل نے پہچان لیا وہ ہے بالغ، لڑکی بالغ ہوجاتی ہے ۱۱، ۱۲، سال میں، اور لڑکا ۱۳، ۱۴ سال میں، اب دنیا کا بلوغ تو تیتر بٹیروں کی طرح جلدی جلدی ہورہا ہے، اصل بلوغ ہے آخرت کا بلوغ، یا اللہ! تو سب کو آخرت کے بالغ بنادے، آخرت کے بالغ کون ہوتے ہیں؟ پوچھئے اللہ تعالی سے وہ فرماتے ہیں:

﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾

(۲۴-۳۷)

ترجمہ: ''رجال (بالغ مرد) وہ ہیں کہ دنیا کی بڑی سے بڑی تجارت اور منافع ان کو مالک سے غافل نہیں کرتے۔''

یہ ہیں آخرت کے بالغ۔

اس تفسیر کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں: ''کیا ہم نے اتنی عمر نہیں دی تھی جو نصیحت حاصل کرنے کے لئے کافی ہوجاتی'' کونسی عمر مراد ہے؟ بالغ ہوجانے کی عمر، وہ جو بھی ہو، بہرحال جب بالغ ہوگیا تو اتنی عمر دیدی کہ اس میں نصیحت حاصل کرسکتا تھا، اور فرمایا: ''تمہارے پاس ڈرانے والا بھی بھیجا'' ڈرانے والا کون؟ عقل، ہم نے عقل بھی عطاء کی تھی جس کے ذریعہ پہچان سکتے تھے کہ کوئی مالک حقیقی ہے، محسن ہے، یہ دنیا گذرگاہ ہے، مسافر خانہ ہے، منزل آگے ہے، آگے جانا ہے، وطن پہنچنا ہے، اتنی عقل دیدی تھی مگر پھر بھی تمہیں سمجھ نہ آئی کچھ حاصل نہ کیا، کیوں؟ یہ سوال ہوگا آخرت میں۔

اللہ تعالیٰ سب کے قلوب میں اس کی فکر پیدا فرمائیں اور سب کو یہ وقت آنے سے پہلے سب گناہوں سے توبہ کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں، اور پوری زندگی اپنی مرضی کے مطابق بنالیں۔

خلاصۂ کلام:

آج کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے اندر فکر آخرت پیدا کریں روز حساب آنے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وطن کی تیاری کی توفیق طلب کریں اور ایمان اور اعمال صالحہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔

ایک بہت بڑی غلطی کا ازالہ:

یہاں ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ اعمال صالحہ کے معنی کیا ہیں؟ اس سلسلہ میں عام لوگوں میں بہت بڑی غلط فہمی پائی جاتی ہے، اس لئے مجھے ہر بار تنبیہ کرنی پڑتی ہے، اعمال صالحہ سے یہ مراد نہیں ہے کہ نفل عبادت زیادہ کریں، بلکہ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دیں، ظاہر بات ہے کہ آپ اس مالک کی تمام نافرمانیوں سے توبہ کرکے ہی اسے راضی کرسکتے ہیں، وہ مالک تسبیحات اور نفل عبادات سے راضی

نہیں ہوتا، نفل نماز، نفل روزہ، نفل صدقات و خیرات یا اوراد و وظائف سے راضی نہیں ہوتا، وہ مالک راضی ہوتا ہے تو صرف نافرمانیوں کو چھوڑنے کے بعد، حقوق اللہ و حقوق العباد اداء کرنے اور فرائض کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ گناہوں کو بھی یکسر چھوڑ دیں، اگر کوئی نوافل اور تسبیحات پر مداومت کرتا ہے لیکن فرائض اداء کرنے میں غفلت برتتا ہے، یا ہر سال حج کرتا ہے، مساکین اور یتامیٰ کی اعانت و خبر گیری، مساجد و مدارس کی تعمیر اور ترقی پر بے انتہا دولت خرچ کرتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ رشوت بھی لیتا ہے، کم تولتا یا ملاوٹ کرتا ہے، یا کسی اور طریقہ سے بندوں کے حقوق غصب کرتا ہے، اور یقین کئے بیٹھا ہے اس نے ایمان کے ساتھ عمل صالح کی شرط پوری کردی تو وہ دھوکہ اور فریب نفس میں مبتلا ہے، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾﴾ (١٨-١٠٤)

ترجمہ: ''یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کی کرائی محنت سب گئی گذری ہوئی اور وہ بوجہ جہل کے اس خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔''

صوفیہ نے تحلی بالفضائل سے پہلے تخلی عن الرذائل پر بہت زور دیا ہے، گناہوں کو ترک کرنا اور فرائض کو اداء کرنا اعمال صالحہ کی بنیاد ہے، جو اس پر کاربند ہوگیا اسے اللہ تعالیٰ کا ایسا تعلق نصیب ہوگا کہ نوافل اور اذکار کی توفیق اسے از خود ہوجائے گی، ذکر محبوب کے بغیر وہ رہ ہی نہیں سکتا، محبت الٰہیہ اس کے دل میں جاگزین ہوجائے گی، گناہوں سے تائب ہونے کے بعد بقول حضرت مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ یہ حالت ہوجائے گی۔

ے ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

نفس اور شیطان نے یہ دھوکہ دے رکھا ہے کہ نفل عبادت کرتے چلے جاؤ گناہ

چھوڑنے کی ضرورت نہیں مشائخ اور واعظین بھی یہی بتاتے ہیں کہ فلاں تسبیح اور اتنے نوافل پڑھ لیجئے بس اعمال صالحہ پیدا ہوگئے حرام اور سیئات سے بچنے کی حاجت نہیں، سب کچھ کئے جاؤ۔

ع رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

اسی جہالت کی بنیاد پر بزعم خود نیک اور صالح لوگ غلط قسم کی رسوم اور طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا ہیں، بدعات تک کے ارتکاب سے نہیں چوکتے، افسوس یہ ہے کہ بتانے والے ہی نہ رہے، للہ! اپنی جانوں پر رحم کھایئے، اس دن سے ڈریئے جس کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿يَقُولُ يٰلَيْتَنِى قَدَّمْتُ لِحَيَاتِى ۝﴾ (۸۹-۲۴)

تَرجَمَہ: ''انسان کہے گا کاش میں اس (اخروی) زندگی کے لئے کوئی عمل (نیک) آگے بھیج دیتا۔''

اس چندروزہ زندگی کے ہر لمحہ کو غنیمت سمجھ کر وطن آخرت کی فکر کیجئے۔

رنگا لے ری چنری گندھا لے ری سی
نہ جانے بلا لے پیا کس گھڑی
تو کیا کیا کرے گھڑی کی گھڑی
تو رہ جائے گی ری کھڑی کی کھڑی

یا اللہ! ہمارے قلوب کی کیفیت بدل دے، ہمیں عزم و ہمت عطاء فرما، ہماری سیئات سے درگذر فرما، اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت عطاء فرما۔ ولا حول ولا قوة الا بك۔

وصل اللّٰھم وبارك وسلم علی عبدك ورسولك محمدٍ
وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین.
والحمد للّٰہ رب العٰلمین.